عمران سیریز

38

ابنِ صفی

ظُلمات کا دیوتا



عمران سیریز نمبر 38

ظلمات کا دیوتا

پانچواں حصہ

پیشرس

"بوغا" کے سلسلے میں عمران کا آخری ایڈونچر ملاحظہ فرمایئے۔

جی ہاں......!

میں نے ایڈونچر کہا ہے۔

اس لئے پڑھنے سے پہلے ہی اس پر جاسوسی کی چھاپ نہ لگا لیجئے گا۔ میں نے وعدہ کیا تھا کہ یہ بوغا کی آخری کہانی ہو گی...... لہٰذا پڑھئے آخری کہانی...... لیکن میرا دعویٰ ہے کہ اختتام پر پہنچ کر آپ یہ سوچے بغیر نہ رہ سکیں گے کہ کہانی زبردستی ختم کی گئی ہے۔ ابھی چلتی ہی رہتی تو بہتر تھا...... مگر کیسے چلتی رہتی...... وعدہ تھا...... آخری کہانی کا...... اور یہ قطعی وعدہ اس بنا پر کیا گیا تھا کہ آپ مسلسل کہانی کی اقساط میں بور ہونے لگتے ہیں...... جب آپ بور ہوتے ہیں تو بھلا میں اس "بوریت" سے کیسے محفوظ ہو سکتا ہوں۔

پڑھنے اور لکھنے والے میں "دامان و گریبان" کا ساتھ ہوتا ہے...... محاورے میں تصرف کی وجہ دراصل یہ ہے کہ کبھی کبھی مصنف کا گریبان اور پڑھنے والے کا ہاتھ بھی ہوتا ہے۔

اس کہانی کے اختتام کے سلسلے میں میں اسی کے امکانات پر غور

کر رہا ہوں لیکن قصور مجھ سے زیادہ آپ کا ہے...... نہ آپ کہانی ختم کرنے کا تقاضا کرتے اور نہ یہ آخری کہانی ہوتی۔ اس کے باوجود بھی مجھے توقع ہے کہ کہانی اپنے نئے پن کی وجہ سے ضرور پسند کی جائے گی۔ اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ آپ کو اس میں ایک ایسا کردار بھی ملے گا جسے دیکھنے کی خواہش آپ عرصہ سے ظاہر کرتے آئے تھے۔ اسے ایک نئے روپ میں دیکھئے۔

اس بار کئی احباب اپنے خطوط پر تبصرے کے منتظر ہیں۔

لیکن! بھئی کیا کیا جائے......! یہ سارے صفحات تو کتاب ہی کی نظر ہو گئے...... خیر آئندہ سہی۔ لیکن کم از کم ایک صاحب کے لئے استفسار کا جواب دینا بے حد ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ پوچھتے ہیں۔

"آخر آپ کی کتابوں میں عورت اور مرد دور دور کیوں رہتے ہیں......؟"

سوال بڑا ٹیڑھا ہے لیکن سیدھا سا جواب ملاحظہ فرمائیے۔ ابھی ہمارا معاشرہ ارتقاء کی اس منزل میں ہے جہاں عورت اور مرد کے درمیان کم از کم ایک چپل کا فاصلہ تو ہونا ہی چاہئے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اگر مردوں کے دوش بدوش ترقی کی راہ پر چلنے والی کوئی عورت کسی فٹ پاتھ پر چلی جا رہی ہے اور آپ سے سہواً بھی ٹکراؤ ہو گیا تو آپ اسے دوش بدوش کی بجائے پاپوش بدست دیکھیں گے۔

آیا خیال شریف میں ؟

اچھا اب اجازت دیجئے۔

ابنِ صفی

۳ر ستمبر ۱۹۵۹ء



کیروسین لیمپ کی روشنی اس گھٹاٹوپ اندھیرے میں ایسی ہی لگ رہی تھی جیسے گہرے سیاہ بادلوں سے ڈھکے ہوئے آسمان میں کہیں کوئی ننھا سااداس تارہ نظر آجائے۔

ڈیزی اپنی نظر کو بھی اسی روشنی ہی تک محدود رکھنا چاہتی تھی اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ باہر پھیلے ہوئے اندھیرے کی طرف آنکھ بھی اٹھا سکتی ان لوگوں نے یہی بڑا کرم کیا تھا کہ اسے ایک چھوٹی سی چھولداری دے دی تھی اس پر مجبور نہیں کیا تھا کہ وہ بھی انہیں خیموں میں سے کسی ایک میں رات گزارے.... جو باربرداروں یا خود ان کے لئے تھے۔

مگر ڈیزی سوچ رہی تھی۔ کیا اسے نیند آسکے گی؟ اگر وحشت ناک خیالات ذہن سے جھٹک بھی دیئے جائیں تو یہ ساحل سے ٹکرانے والی لہروں کا شور اور دوسری جانب جنگل سے آنے والی بھیانک آوازیں کب سونے دیں گی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ جس جزیرے میں فلم کی شوٹنگ ہونے والی ہے وہ اتنا ویران اور ڈراؤنا ہوگا۔

سرِ شام ہی وہ ساحل پر اترے تھے اور ڈیزی نے ڈائریکٹر کے برتاؤ میں نمایاں فرق محسوس کیا تھا بس ایسا معلوم ہوا تھا جیسے اُس کی پوری شخصیت ہی بدل گئی ہو۔ یہاں پہنچنے سے قبل اس کے لہجے میں بڑی مٹھاس تھی اور ڈیزی نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ یقینی طور پر کوئی اعلیٰ تعلیم یافتہ اور شریف آدمی ہے پورٹ سعید میں اس نے اس سے کاروباری گفتگو کی تھی اور اس فلم کے لئے معاہدہ کیا تھا جس کی شوٹنگ ایک قریبی جزیرے میں ہونے والی تھی۔ یہ سب کچھ بس اتفاقیہ طور پر ہوا تھا۔ ڈیزی ایک شام شہر کے ایک چھوٹے سے کیفے میں چائے پینے کے لئے رک گئی تھی۔ لیکن وہاں رکنا اتفاق پر مبنی نہیں تھا۔ دفتر سے واپسی پر عموماً وہ شام کی چائے وہیں پیا کرتی تھی۔

حسبِ معمول اس شام کو بھی وہ تنہا تھی شاید ہی کبھی کسی نے اس کے ساتھ کوئی مرد بھی دیکھا ہو وہاں کے کسی گاہک نے بھی کبھی اس سے مل بیٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی جس کی وجہ غالباً

یہی ہو سکتی تھی کہ ڈیزی کا رکھ رکھاؤ جنس مقابل کے لئے کبھی حوصلہ افزا نہیں رہا تھا۔ بڑی دلکش لڑکی تھی لیکن خدوخال میں تیکھاپن بھی تھا۔ خاموش بیٹھی ہو تو ایسا لگتا جیسے اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہی ہو۔ جہاں کوئی بولا بس پھاڑ ہی کھائے گی۔ یہ اور بات ہے کہ اس سے گفتگو کرتے وقت کبھی کسی نے لہجے میں تیز مزاجی کی ہلکی سی لہر بھی نہ محسوس کی ہو۔

لیکن اس شام جو کچھ بھی ہوا تھا اسے انہونی ہی کہنا چاہئے۔ اس نے کیفے میں داخل ہو کر ایک خالی میز منتخب کی تھی اور منتظر تھی کہ وہاں کا اکلوتا ویٹر اس کی طرف بھی متوجہ ہو۔ لیکن اس سے پہلے ہی ایک اجنبی اس کی طرف بڑھا تھا۔

''مادام! کیا آپ مجھے تھوڑا سا وقت دیں گی۔'' اُس نے کسی قدر جھجک کر انتہائی شریفانہ لہجے میں پوچھا تھا اور وہ نروس ہو گئی تھی۔

لباس اور لہجے کی بنا پر وہ ایک شائستہ آدمی ہی معلوم ہوا تھا۔

"جج.... جی.... ! ہاں! یقیناً...." وہ زبردستی مسکرا کر ہکلائی تھی۔

اس نے بیٹھنے سے پہلے بھی اجازت طلب کی تھی اور پھر اپنا کارڈ اُس کی طرف بڑھا دیا تھا۔

"اوہ!" ڈیزی کی آنکھیں احمقانہ انداز میں پھیل گئی تھیں کیونکہ وہ تو مصر کا ایک مقبول ترین فلم ڈائریکٹر تھا اور وہ خود بھی اس کی بنائی ہوئی فلم بے حد پسند کرتی تھی۔

پھر کچھ دیر رسمی گفتگو کے بعد وہ کھلا تھا۔

"میں آج کل ایک نئی فلم کی تیاری کر رہا ہوں مادام اور اس کے لئے نئے چہروں کی تلاش ہے۔ آپ کو اگر فلم سے دلچسپی ہے تو آپ یہ بھی جانتی ہوں گی کہ میرے منتخب کردہ نئے چہرے ایک ہی فلم میں اسٹار بن جاتے ہیں۔"

"جج.... جی ہاں.... میں جانتی ہوں۔"

"مجھے ایک ہیروئن کی تلاش ہے۔"

"اوہ.... تو پھر.... میں کیا کر سکتی ہوں؟" اس نے مضطربانہ انداز میں پوچھا تھا۔

"میں آپ کو کئی دنوں سے دیکھ رہا ہوں۔ معاف کیجئے گا میرا خیال ہے کہ اس فلم کے لئے آپ سے زیادہ موزوں ہیروئن اور کوئی نہ مل سکے گی۔ ایک بار پھر معافی چاہتا ہوں اس جسارت کے لئے۔"

ڈیزی کے لئے یہ ایک بڑا سنسنی خیز تجربہ تھا کیونکہ اس کی پسندیدہ ترین تفریح فلم بینی ہی تھی اور عام لڑکیوں کی طرح وہ بھی اپنے ہیروئن بننے کے امکانات سے متعلق ہوائی قلعے بنایا کرتی تھی۔

بالآخر دوسرے دن وہ اسے اپنی ماں کے پاس لے گئی تھی اور بوڑھی عورت نے ایک گرانقدر پیش کش کے عوض اپنی رضامندی ظاہر کر دی تھی۔ معاملات طے ہو گئے تھے۔ لیکن ڈیزی نے اُسے راز ہی رکھا تھا وہ نہیں چاہتی تھی کہ بات اس کی فرم کے اسسٹنٹ منیجر تک پہنچے جو اسے ہر قیمت پر فرم ہی میں دیکھنا چاہتا تھا۔ ڈیزی اس کی وجہ بھی جانتی تھی لیکن خود اسسٹنٹ منیجر اس وقت تک نہیں کھلا تھا۔

بہر حال ڈیزی نے معاہدے پر دستخط کر دیئے تھے اور ڈائریکٹر کے بیان کے مطابق ایک "قریبی جزیرے" کے سفر کی تیاری کر رہی تھی۔ یہ اور بات ہے کہ سفر کا اختتام بارہ گھنٹے کی بجائے تین دن بعد ہوا ہو۔ راستے میں اسے یہی جواب ملا تھا کہ وہ ایک غلط راہ پر آ نکلے ہیں اور اب کافی گھماؤ پھراؤ کے بعد دخانی کشتی جزیرے تک پہنچ سکے گی۔ اُسے یقین نہیں آیا تھا اور وہ وسوسوں میں مبتلا ہو گئی تھی۔ پھر اسے یہ بات بھی بُری طرح کھٹکنے لگی تھی کہ بیس افراد کی پارٹی میں وہ تنہا عورت ہے کیا کہانی میں صرف ایک ہی عورت ہو گی۔ اس نے اس کے متعلق بھی استفسار کیا تھا جس کا جواب یہ ملا کہ کچھ عملہ پہلے ہی جا چکا ہے جس میں چھ سات لڑکیاں بھی شامل ہیں۔

لیکن یہاں پہنچ کر اس پارٹی کے علاوہ دور دور تک اور کوئی نہیں دکھائی دیا تھا۔ وہ تو پہلے ہی سے الجھن میں مبتلا تھی۔ پھر ساحل پر اُترتے ہی وہ اس پارٹی کے بارے میں کیوں نہ پوچھتی جو کچھ دن پہلے یہاں آ چکی تھی۔

جواب میں ڈائریکٹر نے اسے بُری طرح جھڑکی دی تھی کہ وہ سناٹے میں آ گئی اس نے اس کے لہجے میں درندگی سی محسوس کی تھی۔ وہ اسے ایسا ہی خونخوار معلوم ہوا تھا کہ پھر وہ اس سے آنکھیں ملانے کی بھی ہمت نہ کر سکی تھی اور اب اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔

ساحل کی طرف سے آنے والی تیز ہوائیں چھولداری کو بُری طرح جھنجھوڑ رہی تھیں۔ لیمپ کبھی کا بُجھ گیا ہوتا اگر اس کی ساخت معمولی قسم کی ہوتی۔ شاید وہ ڈیویز سیفٹی لیمپ کے اصولوں پر تیار کیا گیا تھا روشنی اتنی مدھم تھی کہ چھولداری کی محدود فضا کے لئے بھی ناکافی معلوم ہو رہی تھی۔

یک بیک ڈیزی نے قدموں کی آہٹ سُنی اور سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اُس کا دل شدت سے

دھڑک رہا تھا۔ پھر جیسے ہی کسی نے چھولداری کا پردہ ہٹایا وہ غیر ارادی طور پر اٹھ گئی۔

آنے والا سرے ہی پر رُک گیا۔ یہ وہی ڈائریکٹر تھا جسے اُس کے ساتھی مسٹر بن ہام کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ کشتی ہی پر ڈیزی کو معلوم ہوا تھا کہ اس کا کوئی دوسرا نام بھی ہے۔ ورنہ بحیثیت فلم ڈائریکٹر وہ اُسے یوسف کمیل کے نام سے جانتی تھی وہ کسی سحر زدہ کی طرح اس کے چہرے پر نظریں جمائے رہی۔ اس وقت وہ کتنا ڈراؤنا لگ رہا تھا.... ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے ڈیزی نے اسے پہلی بار دیکھا ہو۔

یہی چہرہ اس نے پورٹ سعید میں بھی بارہا دیکھا تھا لیکن وہاں اس پر کتنی نرمی محسوس ہوتی تھی۔ اس نے اکثر سوچا تھا کہ وہ بد صورت ضرور ہے لیکن کتنا پُر نور دل رکھتا ہے سینے میں۔ جس کی جھلکیاں آنکھوں ہی میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ مگر اب وہ آنکھیں کتنی بھیانک معلوم ہو رہی تھیں۔ موٹی سی بھدی ناک.... تنگ پیشانی بھاری جبڑے اور بائیں نتھنے کے جوڑ میں ایک بڑا سا ابھرا ہوا تِل.... کتنا خوفناک چہرہ تھا.... وہ کانپ گئی۔

"کیا تم ڈر رہی ہو؟۔" بن ہام نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

ڈیزی کچھ نہ بولی۔ وہ بُری طرح ہانپ رہی تھی۔

"ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔" وہ مسکرایا "یہ ایڈونچر بھی تمہیں زندگی بھر یاد رہے گا۔"

"وہ دوسری لڑکیاں کہاں ہیں؟" ڈیزی کی زبان سے بدقت نکل سکا۔

"دوسری لڑکیاں!" بن ہام آگے بڑھتا ہوا بولا۔ "کیا دوسری لڑکیوں کی موجودگی تمہارا خوف دور کر دے گی۔"

ڈیزی پھر کچھ نہ بولی۔ بھلا اس سوال کا جواب ہی کیا ہوتا۔ بن ہام نے کینوس کے چھوٹے سے فولڈنگ اسٹول پر بیٹھتے ہوئے کہا" تمہارے متعلق میرا قیافہ تھا کہ تم ایڈونچر پسند کرتی ہو.... بیٹھ جاؤ۔"

اس نے ربڑ کے بستر کی طرف اشارہ کیا۔ ڈیزی بدستور کھڑی رہی۔

دفعتاً ہام نے غصیلی آواز میں کہا۔ "بیٹھ جاؤ.... کیا تم نے سُنا نہیں۔"؟

ڈیزی چپ چاپ بیٹھ گئی۔ تیز ہوا چھولداری کو بدستور جھنجھوڑے جا رہی تھی اور جنگل سے ڈراؤنی آوازوں کا سلسلہ اب بھی جاری تھا۔

"کیا تمہیں اپنا باپ کیسپر یاد ہے؟" ہام نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"کیوں؟" ڈیزی چونک پڑی۔ "آپ انہیں کیا جانیں.... وہ تو دس سال ہوئے...."

"ہاں میں جانتا ہوں کہ اُس کی موت کو دس سال کا عرصہ گزرا۔ میں نے پوچھا تھا کیا وہ تمہیں یاد ہے؟"

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ اُن کا تذکرہ کیوں نکالا ہے آپ نے.... پہلے تو کبھی...."

"لڑکی! صرف میرے سوالوں کے جواب دو۔" ہام نے اُسے جُملہ پورا نہ کرنے دیا۔

یک بیک ڈیزی نے بھی جھنجھلاہٹ محسوس کی.... وہ سوچ رہی تھی کہ آخر وہ اس قسم کے بے تکے سوالات کیوں کر رہا ہے۔

"میں اپنے باپ کا تذکرہ سننا پسند نہیں کرتی اور نہ اُن کے سلسلے میں کسی سوال کا جواب دے سکتی ہوں.... آخر یہ تذکرہ ہی کیوں؟"

"یہی بتادو کہ تم اپنے باپ کا تذکرہ سُننا کیوں پسند نہیں کرتیں؟"

"آپ کو میرے نجی معاملات سے سروکار نہیں ہونا چاہئے۔"

"احمق نہ بنو!" ہام نے آنکھیں نکالیں۔ "یہ جزیرہ عام جہازی راستوں سے بہت دور ہے.....لہٰذا تمہیں اس کی توقع بھی نہ ہونی چاہئے کہ کبھی تمہاری آواز قانون تک پہنچ سکے گی۔"

"آخر ان سب باتوں کا مطلب کیا ہے مسٹر کمیل؟"

"بن ہام کہو.... کیا تم نے میرے ساتھیوں کی زبانی میرا نام نہیں سنا؟"

"تو آپ کا نام یوسف کمیل نہیں ہے؟"

"نہیں!"

"تو پھر.... تو پھر...." ڈیزی کی سانسیں پھر تیز ہو گئیں۔

"تو پھر یہ کہ ہم یہاں کسی فلم کی شوٹنگ کے سلسلے میں نہیں آئے۔ پارٹی میں بیس آدمی شامل ہیں اور اُن میں صرف تم ہی عورت ہو۔"

ڈیزی کا سر چکرا گیا۔ کیروسین لیمپ کی روشنی پہلے سے بھی زیادہ مدھم معلوم ہونے لگی تیز ہوائیں چھولداری کو جیسے اکھاڑ ہی دینے پر تُل گئی تھیں اور جنگل سے آنے والی مہیب آوازیں کانوں سے قریب تر ہوتی محسوس ہونے لگی تھیں۔

"پھر یہ سب کیا تھا؟" وہ ہسٹریائی انداز میں چیخی۔ لیکن اپنی آواز اسے کسی اندھے کنوئیں کی بازگشت ہی معلوم ہوئی تھی۔

"آواز اونچی نہ ہونے دو.... دماغ ٹھنڈا رکھو۔ حقیقت معلوم ہو جانے کے باوجود بھی تمہیں ہراساں نہ ہونا چاہئے۔" بن ہام نے پر سکون لہجے میں کہا۔

"میں پاگل ہو جاؤں گی.... یہ کیا بکواس ہے۔"

"اچھی بات ہے.... فی الحال میں تمہیں تنہا چھوڑ دینا ہی بہتر سمجھتا ہوں۔ لیکن اتنا ضرور سُن لو کہ یہ جزیرہ.... ظلمات کے جزیروں میں سے ایک ہے۔ اب تم اپنے باپ کے متعلق پوری تفصیل کے ساتھ سوچ سکو گی۔!"

وہ اٹھا اور چھولداری سے باہر نکل گیا۔ ڈیزی کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں۔!



صفدر کو اس کے علاوہ اور کسی بات کی فکر نہیں تھی کہ ڈنگو کا کیا حشر ہوا؟ کیا مونیکا نے اُسے مار ڈالا ہوگا؟ ویسے وہ تو اب بھی قصر جمیل ہی میں مقیم تھی اور ڈنگو کا قمار خانہ بدستور چل رہا تھا۔ لیکن صفدر کو وہاں ان آدمیوں میں سے ایک بھی نہ دکھائی دیا جنہوں نے ڈنگو اور مونیکا کی معرکہ آرائیوں کے دوران سر دھڑ کی بازیاں لگائی تھیں۔

رات کے نو بجے تھے۔ صفدر قمار خانے ہی کی ایک میز پر عمران کا انتظار کر رہا تھا۔ پچھلے تین دنوں سے وہ یہیں مل رہے تھے۔ صفدر اب بھی اسی ہوٹل میں مقیم تھا اور آج بھی اُسے علم نہیں تھا کہ عمران کا قیام کہاں ہے؟

اس کی معلومات کے مطابق جولیا اور چوہان واپس جا چکے تھے لیکن اُن کی واپسی کی وجہ بھی عمران سے نہیں معلوم ہو سکی تھی۔

جزائر ظلمات کے سفر کا مسئلہ بھی اس کے لئے الجھن کا باعث بنا رہا تھا....! خود عمران کا خیال تھا کہ اس سلسلے میں بڑی دشواریاں پیش آئیں گی۔ ایکس ٹو کے مقامی ایجنٹوں نے تو صاف کہہ دیا تھا کہ وہ سفر کے انتظامات کا ذمہ نہیں لے سکتے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ یہ جزائر عام جہازی راستوں سے الگ تھلگ واقع تھے۔ بہر حال صفدر کی دانست میں تو یہ سفر ناممکن ہی سا ہو کر رہ گیا تھا۔ پھر کیا عمران پیچھے ہٹ جائے گا؟ یہ سوال کئی بار اس کے ذہن میں اُبھرا تھا

اور اس وقت بھی وہ اسی کے متعلق سوچ رہا تھا۔ سوا نو بجے عمران اپنی تمامتر حماقتوں سمیت ایک دروازے میں نظر آیا۔ لیکن جسم پر ایسا لباس نہیں تھا کہ اس کی طرف خواہ مخواہ نظریں اٹھتیں۔ آج کل وہ اس سلسلے میں کافی احتیاط برت رہا تھا۔ ایسی حرکتیں نہیں کرتا تھا کہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ البتہ اگر معمولی حالات میں چہرے پر حماقت بھی نظر نہ آئے تو پھر وہ عمران ہی کیسا؟

آہستہ آہستہ چلتا ہوا وہ صفدر کی میز تک آیا اور اس طرح سر جھکا کر بیٹھ گیا جیسے اپنے کسی عزیز کو دفن کر کے آیا ہو۔

"کیوں؟.... خیریت؟.... کیا بات ہے؟ "صفدر زبردستی مسکرایا۔

"اُم.... اُم.... کچھ نہیں!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور پھر بولا میں کب سے سوچ رہا ہوں کہ مرغ کو آبشار کیوں نہیں کہتے؟"

"اور میں یہ سوچ رہا ہوں کہ یہاں ہمارے مقبرے کس نمونے کے بنیں گے؟"

"پرواہ مت کرو۔ میں ڈیزائن تیار کر رہا ہوں۔ "عمران نے بائیں آنکھ دبائی۔

"ہم کب تک اس طرح جھک مارتے رہیں گے۔"

"جب تک کہ جھک خود ہمیں ہی مارنے پر نہ آمادہ ہو جائے۔"

"تو اس سلسلے میں کسی قسم کی گفتگو بھی نہ کی جائے۔ "صفدر نے غصیلی آواز میں کہا۔

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک ویٹر نے چاندی کی طشتری میں ایک لفافہ پیش کیا اور دو قدم پیچھے ہٹ کر مودبانہ کھڑا رہا۔

عمران لفافہ چاک کر کے خط نکال رہا تھا۔ صفدر کی اچٹتی سی نظر تحریر پر پڑی۔ لیکن وہ نفسِ مضمون سے آگاہ نہ ہو سکا۔ البتہ اتنا اندازہ تو ہو ہی گیا کہ دو سطروں میں وہ کسی قسم کا پیغام ہی ہو سکتا ہے۔

"ٹھیک ہے.... چلو!" وہ لفافہ کو توڑ مروڑ کر جیب میں ٹھونستا ہوا بولا اور صفدر کو بھی ساتھ آنے کا اشارہ کر کے ویٹر کے پیچھے چل پڑا۔

کچھ دیر بعد وہ قصرِ جمیل کے رہائشی حصے کے ایک کمرے میں تھے۔ ویٹر انہیں وہاں پہنچا کر جا چکا تھا۔

"ڈنگو کا کیا بنا؟" صفدر نے آہستہ سے پوچھا۔

"بھلا اُس بیچارے کا کیا بن سکتا۔ وہ چار انچ بھی بڑا ہوتا تو میں اُسے نائب تحصیل دار بنوا دیتا۔"

"نہیں میں اس کے بارے میں سنجیدگی سے سوچ رہا ہوں۔"

"سوچے جاؤ۔ لیکن مونیکا کی موجودگی میں بلند آواز میں نہ سوچنا ورنہ ہو سکتا ہے کہ تمہیں اپنی تاریخ پیدائش یاد آجائے۔"

پھر صفدر کے کچھ کہنے سے قبل ہی مونیکا کمرے میں داخل ہوئی اور وہ اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ کیم شحیم ہونے کے باوجود بھی وہ بڑی دلکش تھی اور اس وقت تو.... خصوصیت سے اس کے حسن میں اضافہ ہو گیا تھا۔ کیونکہ پہلے کبھی صفدر نے اُسے اتنے اچھے موڈ میں نہیں دیکھا تھا۔ آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی اور ہونٹوں کے گوشے اس انداز میں کانپ رہے تھے جیسے وہ ہنسی روکنے کی کوشش کر رہی ہو اور وہ عمران ہی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"کیوں! شیطان کے استاد کس فکر میں ہو؟" اس نے عمران ہی سے پوچھا۔

"تم نے مجھے پہچاننے میں غلطی کی ہے۔ مجھے نہیں یاد پڑتا کہ میں نے کبھی کسی عورت کو بھی شاگرد بنایا ہو۔ ویسے کیا تم فوراً ہی کام کی باتیں نہیں شروع کر سکتیں۔"

"ہاں.... آں.... کام کی باتیں۔" وہ سامنے والے صوفے پر بیٹھتی ہوئی بولی۔

"یہاں کا کوئی جہاز راں اس سفر کے لئے آمادہ نہیں ہو سکا۔"

"پھر کیا ہوگا۔؟"

"اب ایک آخری گھر دیکھنا ہے اگر اس میں بھی ناکامی ہوئی تو پھر کچھ بھی نہ ہو سکے گا۔"

"کیا کہا کچھ بھی نہ ہو سکے گا؟"

"کیا ہو سکے گا۔؟" مونیکا نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

"انتقام کی آگ ٹھنڈی پڑ گئی۔" عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"تم غلط سمجھے۔ وہ اب پہلے سے بھی زیادہ تیزی سے بھڑک اٹھی ہے۔"

"دیکھو!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں ابھی تک اسی بناء پر رُکا رہا کہ سفر کے انتظامات کا ذمہ تم نے لیا تھا۔"

"ٹھیک ہے میں سمجھتی ہوں۔ لیکن دوسری صورت میں تم کیا کرتے؟"

"یہ مت پوچھو.... میں سطح سمندر پر بھی تین سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ سکتا ہوں۔"

"شش.... اس مسئلہ میں تم بے بس نظر آؤ گے۔" مونیکا نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔

"کسی آخری گھر کی بات کر رہی تھیں تم...."

"ہاں.... آں.... تمہیں اس وقت بلانے کا مقصد یہی تھا کہ اس پر بھی غور کیا جائے اس سلسلے میں جس آدمی سے سابقہ پڑے گا وہ بہت چالاک ہے شاید ڈنگو سے بھی زیادہ! لیکن وہ گمنامی میں زندگی بسر کر رہا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ اس کی کئی مال بردار دخانی کشتیاں غیر قانونی طور پر اس کے لئے لاکھوں کماتی ہیں۔"

"اچھا تو پھر؟"

"پھر کیا؟ میں دیکھوں گی کہ تم کس طرح اسے آمادہ کرتے ہو؟"

"سوال یہ ہے کہ ہم اس سے کہیں گے کیا؟" صفدر بولا۔ "اصل مقصد تو ظاہر کرنے سے رہے۔"

"اوہ! شاید تم نے بحری قزاقوں کے دفینوں کا تذکرہ بھی کیا تھا!" عمران نے مونیکا سے پوچھا۔

"ہاں.... آں.... مشہور یہی ہے کہ ان جزائر میں دفینے بھی ہیں۔ خود میرے باپ ہوپی نے بھی بظاہر اس مقصد کے تحت سفر کیا تھا اور مجھے علم ہے کہ وہ کس جزیرے کے ساحل پر اترا تھا۔"

"انجام کیا ہوا تھا اس سفر کا۔" صفدر نے پوچھا۔

"آٹھ آدمیوں کی پارٹی میں سے صرف ہوپی ہی زندہ واپس آسکا تھا۔ لیکن اس نے مجھے تفصیل کبھی نہیں بتائی۔ یہی کہتا رہا تھا کہ وہ اس مقام تک پہنچ ہی نہیں سکا جہاں دفینوں کے ملنے کا امکان تھا۔"

عمران چیونگم کا پیکٹ پھاڑ رہا تھا اور اس کی آنکھیں سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ دفعتاً اس نے کہا "مگر تمہیں یقین ہے کہ وہ بوغا ہی کی تلاش میں گیا ہوگا۔"

"مجھے یقین ہے۔"

"آخر کس بناء پر اس نے خطرہ مول لیا ہوگا؟"

"وہ بھی انتقام کی آگ میں بھن رہا تھا۔"

"اوہو! کیا بوغا نے براہِ راست اسے کوئی تکلیف پہنچائی تھی؟"

"اُس نے اس کے دو جوان بھائیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور بالآخر اس کی موت کا باعث بھی بنا۔ ہوپی اتنا چھچھورا نہیں تھا کہ وہ ان کاغذات کا سودا کسی حکومت سے کر لیتا۔ وہ اپنے بھائیوں کے قاتل کو فروخت نہیں کر سکتا تھا۔ یہ ٹونی کی بکواس تھی کہ وہ بڑی قیمت لگانے والی کسی پارٹی کی تلاش میں تھا۔"

عمران پھر کسی سوچ میں پڑ گیا کئی سوال صفدر کے ذہن میں بھی کلبلا رہے تھے۔

"یہاں ان لوگوں میں سے ایک بھی نہیں دکھائی دیتا جنہوں نے تمہارے خلاف بوغا کا ساتھ دیا تھا" صفدر آخر پوچھ ہی بیٹھا۔

"وہ سب میری قید میں ہیں۔" مونیکا مسکرائی۔ اس جھگڑے کا علم صرف انہی کو تھا جنہوں نے اس میں حصہ لیا تھا۔ دوسرے کچھ بھی نہیں جانتے۔ لہٰذا انہیں راستے سے ہٹانا ہی پڑا۔ لیکن وہ بھی نہیں جانتے کہ ڈنگو کا کیا حشر ہوا۔ کیونکہ ڈنگو نے آخری معرکہ تنہا ہی سر انجام دینے کی کوشش کی تھی۔ اور اب...."

مونیکا خاموش ہو کر پھر مسکرائی اور بولی "اب دوسروں کو یہ باور کرایا گیا ہے کہ ڈنگو چھ ماہ کے لئے جاپان گیا ہے۔ اکثر وہ جاپان کا سفر کرتا رہتا تھا۔"

"کیا سچ مچ تم نے اسے مار ڈالا؟"

"انتقاماً کسی کو مار ڈالنا حماقت کی معراج کہلاتا ہے اسے تو اس طرح زندہ رکھنا چاہئے کہ وہ موت کو زندگی پر ترجیح دینے لگے چیخ چیخ کر کہے کہ مجھے مار ڈالو۔"

دفعتاً عمران نے صفدر کو گھور کر دیکھا۔ شاید وہ اُسے اس موضوع پر مزید گفتگو سے باز رکھنا چاہتا تھا۔

صفدر نے پھر کوئی سوال نہیں کیا۔

''معاملے کی بات کرو۔'' عمران نے کچھ دیر بعد مونیکا سے کہا۔!

"یہاں سے ہم ساتھ نہیں جائیں گے۔ تم دونوں باہر چلو جب تمہیں کوئی ٹیکسی مل جائے گی تب ہی میری گاڑی حرکت کرے گی تم دونوں چپ چاپ پیچھے چلے آنا۔"

"ٹھیک ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "تم نے یہ نہیں بتایا کہ اس آدمی سے مدد حاصل کرنے کے سلسلے میں کس قسم کی دشواریاں پیش آسکتی ہیں۔"

"وہ مجھے پہچانتا ہے۔ یہی سب سے بڑی دشواری ہے۔"

"تو پھر ہم یہ دشواری اپنے ساتھ کیوں لے جائیں۔" عمران نے کہا اور مونیکا مسکرائی۔

"تنہا جا کر دیکھو۔ تم عمارت میں داخل بھی نہ ہو سکو گے۔ وہ ایسے آدمیوں سے ملتا ہی نہیں جنہیں پہچانتا نہ ہو۔"

"اور تمہیں چونکہ پہچانتا ہے اس لئے کوئی مدد نہ کر سکے گا۔ میں اس کی وجہ جاننا چاہتا ہوں۔"

"ڈنگو۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"وہ ڈنگو سے نفرت کرتا ہے ظاہر ہے کہ میں اس کی نفرت سے کیسے بچ سکتی۔"

"لیکن وہ تم سے مل سکتا ہے۔ صرف تم سے ہی نہیں بلکہ تمہارے ساتھ کچھ اجنبی ہوں تب بھی کوئی مضائقہ نہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ ایسا ہو سکے گا۔ تم دونوں میرے ساتھ اندر جا سکو گے۔"

"اگر تم اسے کسی طرح یقین دلا سکو کہ ڈنگو سے تمہارا جھگڑا ہو گیا ہے تو کیا صورت ہو گی؟"

"وہ کبھی یقین نہیں کرے گا یہی سمجھے گا کہ میں کسی قسم کا فراڈ کرنا چاہتی ہوں۔"

"پھر اس کا خیال ہی ترک کر دینا چاہئے۔" عمران اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"اسی لئے تمہیں ساتھ لے جا رہی ہوں کہ شاید تم کوئی راہ نکال سکو۔"

"اگر مجھ کو اسے اچھی طرح سمجھنے کا موقع مل جائے تو یہ ناممکن بھی نہیں ہے ویسے میری کھوپڑی قابل اعتماد نہیں۔ ابھی شریفوں کی طرح گفتگو کر رہا ہوں۔ نہیں کہہ سکتا کب کتوں کی طرح بھونکنے لگوں۔"

"میں اس کی ایک خاص کمزوری سے تمہیں آگاہ کر رہی ہوں۔ سوچو کہ تم اس سے فائدہ

اٹھا سکتے ہو۔ اس کا ایک پارٹنر اس کے لئے دردِ سر بن کر رہ گیا ہے۔ وہ اس سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہے لیکن اس پر اس کی گرفت مضبوط ہے دراصل وہ اس کے بعض بہت ہی خاص قسم کے رازوں سے واقف ہو گیا ہے جس کی بناء پر اسے دبنا پڑتا ہے۔"

"دونوں کے نام بتاؤ۔"

"جس کے پاس ہم چل رہے ہیں وہ گاسکر کہلاتا ہے اور پارٹنر کا نام ہے بن ہام۔ یہ بن ہام بہت چالاک آدمی ہے۔ گاسکر کی طرح گمنام بھی نہیں ہے۔ دونوں کا اشتراک سرمائے اور محنت کا اشتراک کہا جاتا ہے۔ یعنی سرمایہ گاسکر کا ہے اور محنت بن ہام کی۔ لیکن بن ہام شاید پورے بزنس پر قابض ہو جانے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ یہی چیز گاسکر کو کھٹکتی ہے اور وہ ہر قیمت پر اس کا خاتمہ کر دینا چاہتا ہے۔"

"اوہ تو یہ بن ہام بھی اس سے واقف ہی ہو گا۔ ظاہر ہے جب تم جانتی ہو۔"

"ٹھیک ہے اگر وہ نہ جانتا ہو تو کب کا ختم ہو چکا ہوتا۔"

"ہوں.... لیکن تمہاری دانست میں اس کی اس کمزوری سے کیسے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔"

"اب یہ بھی میں ہی بتاؤں۔"

"ضرور بتاؤ کیونکہ وقت کم ہے۔ میں زیادہ دن یہاں نہیں ٹھہرنا چاہتا۔ اگر خود ہی کوئی راہ نکالنے بیٹھوں گا تو اس کے لئے دونوں کو قریب سے دیکھنا پڑے گا۔ جانتی ہو کسی کو قریب سے دیکھنا کتنا مشکل ہے.... کتنے دنوں بعد تمہیں قریب سے دیکھ رہا ہوں۔"

مونیکا اپنی آنکھوں میں نشیلا پن پیدا کر کے مسکرائی اور عمران اردو میں بڑبڑایا۔

"یا والد صاحب عرف ابا جان۔"

"کیا....؟" مونیکا چونک پڑی۔

"کچھ نہیں.... میں ذرا اپنے ساتھی سے مشورہ طلب کر رہا تھا۔ ہم آپس میں پدری زبان ہی استعمال کرتے ہیں۔" عمران نے جواب دیا۔

"پدری زبان!" مونیکا نے حیرت سے دہرایا۔

"ہاں! ہماری طرف مائیں عموماً گونگی ہوتی ہیں اس لئے پدری زبان ہی چلتی ہے۔"

"نہیں مجھے وحشت ہوتی ہے ایسی زبان سن کر جسے میں سمجھ نہ سکوں۔ لہذا میری موجودگی

میں احتیاط برتو۔ خیر اٹھو ہمیں گاسکر سے ضرور ملنا چاہئے۔"

عمران نے پھر صفدر کی طرف دیکھا شاید وہ اسے خاموش ہی رکھنا چاہتا تھا۔

"سنو! ہم یہاں سے ساتھ نہیں جائیں گے۔" مونیکا نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"تم دونوں باہر جاکر ایک ٹیکسی لو۔"

صفدر نے دروازے کی طرف مڑتے ہوئے بُرا سامنہ بنایا تھا۔

باہر آکر اس نے کہا۔ "ہمارے ساتھ جانے میں کیا بُرائی تھی؟"

"ہوشیار رہنا۔" عمران بولا۔ شاید ہم پھر کسی الجھن میں پڑنے والے ہیں۔"

"کیوں.... کیوں؟"

"پرواہ مت کرو.... ٹیکسی دیکھو!"

صفدر آگے بڑھ گیا۔ قصر جمیل کے پھاٹک کے قریب ہی ایک ٹیکسی مل گئی۔

ابھی وہ بیٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ مونیکا کی بیوک پھاٹک سے نکلی جسے وہ خود ہی ڈرائیو کر رہی تھی۔

"اس گاڑی کے پیچھے چلو۔" عمران نے ڈرائیور سے کہا۔

بیوک کی رفتار تیز نہیں تھی۔ اس لئے ٹیکسی بھی اسی مناسبت سے رینگتی رہی۔

کچھ دیر بعد صفدر نے کہا "اب ہم یقیناً کوئی بڑی غلطی کریں گے میری دانست میں تو مونیکا قابلِ اعتماد نہیں ہے۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ صفدر نے اپنی بات جاری رکھی۔ "اس وقت کی بے سروپا اسکیم میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"اس لئے صبر کرو.... اور.... اور.... اوہ.... یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہم کھنڈروں کی بستی میں سفر کر رہے ہیں۔"

چاروں طرف شکستہ عمارتیں نظر آرہی تھیں اور ٹیکسی ایسے راستے پر چل رہی تھی جسے سڑک تو کسی طرح بھی نہیں کہا جاسکتا تھا۔

گاڑی کے ہیڈ لیمپ ہی رہنمائی کر رہے تھے۔ ورنہ یہاں روشنی کہاں؟

دفعتاً ایک جگہ مونیکا کی گاڑی کی عقبی سرخ روشنی جاگ اٹھی۔

"روک دو!" عمران نے ڈرائیور سے کہا۔ مونیکا کی گاڑی کی رفتار بھی کم ہو گئی تھی۔ انداز رکنے ہی کا سا تھا۔

وہ دونوں ٹیکسی سے اتر آئے اور عمران نے کرایہ ادا کرتے ہوئے ڈرائیور سے کہا۔ "اگر تم اس طرف دیواروں کے پیچھے ٹھہر سکو تو ہماری واپسی کے منتظر رہنا واپسی کا سفر تمہارے لئے فائدہ مند ثابت ہو گا۔"

"نہیں جناب!" ڈرائیور کا لہجہ اچھا نہیں تھا۔ صفدر نے اس وقت اس کی آنکھوں میں شبہے کی جھلکیاں دیکھی تھیں۔ جب وہ گاڑی کے اندر روشنی کر کے سکوں کا جائزہ لے رہا تھا۔

"کیا دشواری ہے؟" عمران نے پوچھا۔

"بس جناب!" ڈرائیور کے لہجے کی تلخی کم نہیں ہوئی تھی۔ "اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ ادھر آئیں گے تو میں اس پر تیار ہی نہ ہوتا۔"

"آخر کیوں دوست؟" عمران نے آہستہ سے پوچھا۔ لیکن اُس کی آواز انجن کے شور میں دب کر رہ گئی۔ ڈرائیور گاڑی بیک کر رہا تھا۔

"جہنم میں جاؤ۔" عمران نے بڑبڑا کر شانوں کو جنبش دی۔

گاڑی دوسری طرف مڑ کر آگے بڑھ گئی اور پھر صفدر نے دیکھا کہ مونیکا اپنی گاڑی سے اُتر کر اُن کی طرف بڑھ رہی تھی۔

چاندرات تھی اور آس پاس بکھرے ہوئے کھنڈروں کا سکوت بڑا پراسرار لگ رہا تھا۔

"چلو! تم لوگ رُک کیوں گئے۔" مونیکا قریب آکر بولی "کچھ دور پیدل بھی چلنا پڑے گا۔ آگے راستہ ایسا نہیں ہے کہ گاڑی گزر سکے۔"

"گاسکر کسی جہاندیدہ اُلّو کا نام تو نہیں ہے؟" عمران نے اُلّوؤں ہی کی طرح دیدے نچائے۔

"اوہ.... یہ بستی.... بستی دراصل آگے ہے.... ہاہا! تم سمجھے شاید وہ ان کھنڈروں میں رہتا ہے۔"

"چلو!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔

صفدر اس انداز میں کھکھارا تھا جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو۔ لیکن عمران نے اس کا ہاتھ دبادیا۔

مونیکا آگے تھی اور یہ دونوں اُس کے پیچھے چل رہے تھے۔ رات خنک تھی مگر اتنی بھی

نہیں کہ عمران کسی سردی کھائے ہوئے بچے کی طرح کانپنے لگتا۔ اس کے حلق سے ایسی ہی آوازیں نکل رہی تھیں، جیسے وہ دانت پر دانت جمائے رکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"کیوں کیا ہو گیا ہے تمہیں؟" ۔ مونیکا نے چلتے چلتے رک کر کہا۔

"سس.... سردی.... لگ رہی ہے۔" عمران نے کانپتے ہوئے جواب دیا۔

"سردی!" مونیکا کے لہجے میں حیرت تھی۔ "سردی کہاں ہے.... اوہ...." اس نے قہقہہ لگایا پھر بولی "شاید تم ڈر رہے ہو۔"

"ہو.... ہو.... ہوپ!"

"اگر ان کھنڈرات سے ڈر رہے ہو تو پھر ظلمات میں تمہارا کیا حال ہو گا؟"

"وہاں.... سس.... سردی تو نہیں ہوتی۔" عمران نے دانت کٹکٹائے۔

"اوہ! چلو" مونیکا نے اس کا شانہ دبوچ کر آگے بڑھایا۔

کچھ ہی دیر بعد وہ ایک بستی میں داخل ہوئے۔ بے ڈھنگی وضع کے چھوٹے بڑے مکانات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ مونیکا نے غلط نہیں کہا تھا کہ گاڑی بستی میں داخل نہ ہو سکے گی۔ اس وقت وہ ایک تنگ سی گلی سے گزر رہے تھے اور مونیکا نے ٹارچ روشن کر لی تھی وہ صرف اپنے قدموں کی آوازیں سُن رہے تھے وہاں قبرستان کا سا سکوت طاری تھا۔

کچھ دیر بعد مونیکا ایک عمارت کے سامنے رک گئی لیکن اب وہ گلی سے نکل آئے تھے۔ یہاں دو رویہ مکانوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ مونیکا نے دروازے پر دستک دی اور یک بیک وہ تینوں تیز قسم کی روشنی میں نہا گئے۔ صفدر نے بوکھلا کر اُوپر دیکھا اور اس کی آنکھیں چندھیا سی گئیں۔ کافی قوت والی سرچ لائٹ سے سابقہ پڑا تھا۔

مونیکا برابر دستک دیئے جا رہی تھی۔ کچھ دیر بعد روشنی غائب ہو گئی اور دروازے کی پشت سے بھرائی ہوئی سی آواز آئی۔ "آہا! لیڈی مونیکا! مگر تمہارے ساتھ دو اجنبی بھی ہیں.... غالباً غیر ملکی۔"

"ہاں .... آں.... ہم دوستانہ فضا میں گفتگو کریں گے۔ ہوپی کی بیٹی زبان نہیں بدلا کرتی۔"

"گاسکر بھی ڈرپوک نہیں ہے۔" آواز آئی اور ہلکی سی چڑچڑاہٹ کے ساتھ دروازہ کھلا مگر

اندر اندھیرا تھا۔

"سیدھے چلے جاؤ۔" آواز آئی۔ "بائیں جانب روشنی نظر آئے گی وہیں ٹھہرنا۔"

مونیکا آگے تھی، عمران نے صفدر کو دھکا دیا اور وہ بادلِ نخواستہ آگے بڑھا راہداری میں داخل ہو کر ہی اندازہ ہو سکا کہ وہاں گہرا اندھیرا نہیں تھا۔ وہ بہر حال ایک دوسرے پر نظر رکھ سکتے تھے۔ کچھ دور چل کر مونیکا بائیں جانب مڑ گئی۔

سامنے ہی دروازہ نظر آیا جس کی جھریوں سے تیز قسم کی روشنی پھوٹ رہی تھی۔

"خوش آمدید.... ہوپی کی بیٹی۔" دروازے کی پشت سے پھر وہی آواز آئی جس نے باہر اس کا استقبال کیا تھا لیکن اس بار صفدر نے لہجے میں بڑی سختی محسوس کی تھی۔

دروازہ کھلا اور انہیں ایک عجیب سی شکل دکھائی دی۔ پہلی نظر میں یہی اندازہ کرنا دشوار تھا کہ وہ کوئی عورت ہے یا مرد۔ لباس مردانہ، ہاتھوں میں چمکدار کڑے سر کے بال اس حد تک ضرور بڑے تھے کہ پیچھے سے کسی عورت ہی کا دھوکہ ہوتا۔ عمر چالیس سے کم نہ رہی ہو گی لیکن چہرہ! چہرہ ہی اُسے عجیب الخلقت بنا کر پیش کرتا تھا کیونکہ وہ ڈاڑھی اور مونچھوں سے یکسر محروم تھا۔ سرے سے روئیدگی ہی نہیں ہوئی تھی۔ ہونٹ پتلے اور دہانہ غیر متناسب حد تک بڑا تھا۔ آنکھیں کسی خونخوار بھیڑیے کا تصور پیش کرتی تھیں۔ بہر حال وہ چہرہ متضاد کیفیات کا حامل تھا۔

"ادھر۔" وہ کرسیوں کی جانب دونوں ہاتھ گھما کر سانپ کی طرح پھپھکارا۔

صفدر اور عمران نے مونیکا ہی کی تقلید کی اور جب وہ بیٹھ چکے تو اس نے مونیکا سے پوچھا۔ "میں تمہارے دوستوں کو کس زبان سے مخاطب کروں؟"

"یوگوسلاویہ کے باشندے ہیں لیکن انگلش جانتے ہیں۔" مونیکا نے کہا۔

"یقیناً ایسا ہی ہو گا کیونکہ شیطان نے آدم کو سب سے پہلے انگلش ہی سکھائی تھی۔" گاسکر نے کہا پھر عمران سے پوچھا "کیا تم دونوں مسلح ہو؟"

صفدر نے جھرجھری سی لی کیونکہ اسے یہ سوال مونیکا سے کرنا چاہئے تھا۔ براہ راست ان سے پوچھنے کا مطلب تو یہی ہو سکتا تھا کہ مونیکا نے انہیں دھوکا دیا ہے۔ اس نے مونیکا کی طرف دیکھا جس کے چہرے سے بے تعلقی ظاہر ہو رہی تھی۔ اس کی بھنویں تن گئیں۔

دوسری طرف عمران کے چہرے پر ایسے آثار تھے جیسے اس کا تو دم ہی نکلا جا رہا ہو۔ اُس نے

ابھی تک گاسکر کے سوال کا جواب بھی نہیں دیا تھا۔

"کیا تم بہرے ہو؟" یک بیک گاسکر غرایا اور اس کی آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ خوفناک معلوم ہونے لگیں۔

"یہ سوال تمہیں اس سے کرنا چاہئے، جس کے ساتھ ہم آئے ہیں۔" صفدر نے بھی جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"وہ تمہارے متعلق کچھ بھی نہیں جانتی۔" گاسکر کا جواب تھا اور اس جواب نے صفدر کو یقین دلایا کہ مونیکا ہی انہیں کسی جال میں پھنسانے والی ہے۔ کم از کم صفدر تو غیر مسلح ہی تھا۔ عمران کے متعلق نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کس پوزیشن میں ہوگا۔

"لیڈی مونیکا۔" گاسکر نے آہستہ سے کہا "اس کی جامہ تلاشی لو۔"

اب صفدر کو اس کے ہاتھ میں ریوالور بھی نظر آیا جس سے اس نے دونوں کو کور کر رکھا تھا۔

"کھڑے ہو جاؤ!" مونیکا نے سرد لہجے میں کہا۔

"یہ شرافت ہے تمہاری۔" صفدر غصے سے پاگل ہوا جا رہا تھا۔

مونیکا نے جواب دینے کی بجائے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے وہ ان کی جیبیں ٹٹول رہی تھی۔ عمران نے تو اب کانپنا بھی شروع کر دیا تھا۔ دفعتاً وہ دانت کٹکٹاتا ہوا بولا۔ "خدا کے لئے رحم کرو..... وہ چیونگم کا پیکٹ ہے۔"

"عمران صاحب ہوش میں آیئے۔" صفدر غرایا۔ زبان اردو تھی۔

عمران کچھ نہ بولا۔ مونیکا ان کی جیبیں ٹٹول کر ہٹ گئی تھی۔ صفدر سوچ رہا تھا کہ اب وہ اس طرح ان سے بوغا والے کاغذات وصول کرنا چاہتی ہے۔

"آؤ!" یک بیک گاسکر نے بلند آواز میں کسی کو مخاطب کیا اور دوسرے ہی لمحے چھ آدمی مختلف دروازوں سے داخل ہوئے۔

"انہیں مارو۔" گاسکر نے صفدر اور عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"ابے..... زیادہ زور سے نہ مارنا۔" عمران گھگھیایا۔ "میرے والدین بہت غریب ہیں۔ اگر کچھ ٹوٹ پھوٹ بھی ہوگئی تو دوبارہ میری مرمت نہ کرا سکیں گے۔"

صفدر ان سے نپٹنے کے لئے پینترا بدل رہا تھا۔ لیکن مونیکا کی ہنسی کی آواز اس کے کانوں تک

پہنچ ہی گئی تھی۔ اس لئے جھلا کر بولی "تم لوگ اپنی موت کو دعوت دے رہے ہو۔"

اس پر گاسکر بھی ہنس پڑا تھا اور صفدر کا دل چاہ رہا تھا کہ سب سے پہلے اپنی ہی بوٹیاں نوچ ڈالے آخر عمران جیسا گھاگ آدمی یہاں کیسے آپھنسا اسے اچھی طرح یاد تھا کہ قصر جمیل سے نکلنے کے بعد اس نے کسی نئی الجھن میں پھنس جانے کا اندیشہ ظاہر کیا تھا۔ پھر اس کے باوجود بھی آپھنسا۔

وہ لوگ ان کی طرف بڑھ ہی رہے تھے کہ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا "اے دیکھو میرے ساتھی کو معاف کر دو ابھی حال ہی میں اس کے باپ کی شادی ہوئی ہے۔ ہٹ جاؤ دوست تم الگ ہٹ جاؤ ورنہ تمہارے نوجوان باپ کا دل ٹوٹ جائے گا۔"

گاسکو نے مونیکا کی طرف دیکھا۔ انداز استفہامیہ تھا۔

صفدر جھلاہٹ میں تو مبتلا تھا ہی اس نے بھی کہا۔ "اچھی بات ہے اگر یہ لوگ اس پر آمادہ ہوں تو مجھے بھی کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ جب تم مر چکو گے اس کے بعد سوچوں گا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔"

"سمجھدار لڑکے ہو۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اب تم دیکھو گے کہ نوجوان باپ قیمے کے ڈھیر میں کیسے تبدیل ہو سکتا ہے۔"

صفدر جانتا تھا کہ عمران سے اندازے کی غلطی شاذونادر ہی ہوتی ہے۔ وہ یقیناً ان چھ آدمیوں پر بھاری رہے گا۔ مگر یہ ضروری نہیں تھا کہ اس عمارت میں صرف چھ ہی آدمی ہوتے۔

وہ چپ چاپ کمرے کے ایک گوشے میں کھسک گیا اسے یہ بھی تو دیکھنا تھا کہ اس مسخرہ پن کا ان لوگوں پر کیا ردِ عمل ہوتا ہے۔

"چلو یہی سہی!" اُس نے گاسکر کی آواز سنی اور اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ خود اسی سے مخاطب تھا۔ "تم وہیں ٹھہرو۔ لیکن اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرو گے.... ریوالور میں پورے راؤنڈ موجود ہیں۔"

پھر وہ سب یک بیک عمران پر ٹوٹ پڑے۔ کمرہ اتنا کشادہ تھا کہ عمران اپنے کمالات کا مظاہرہ کر سکتا۔ اس کے حلق سے ڈری ڈری سی آوازیں نکل رہی تھیں لیکن حملہ آوروں کے ہوش بھی ٹھکانے آتے جا رہے تھے۔

دومنٹ کے اندر ہی اندر تین آدمی بیکار ہو کر رہ گئے۔ وہ اس وقت ایسے ہی نچے تلے ہاتھ مار رہا تھا جو زد پر آتا کنپٹی سہلاتا ہوا ڈھیر ہو جاتا۔ گاسکر متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکا رہا تھا اور مونیکا بالکل اسی انداز سے مسکرا رہی تھی۔ جیسے کھیل اُسے پسند آیا ہو۔

لڑتے لڑتے ایک بار عمران نے گاسکر کے داہنے ہاتھ پر جھپٹا مارا اور ریوالور اسی طرح اچھل کر صفدر کی جانب گیا جیسے اُس کے پر لگ گئے ہوں۔ صفدر نے اسے ہاتھوں ہی پر روکا۔

"کھیل ختم!" وہ ان کو روکتا ہوا دھاڑا۔

"نہیں.... چلنے دو۔" عمران کہہ رہا تھا۔ "یہ بے چارے بھی بہت دنوں سے.... گہری نیند.... کو.... ترس رہے ہیں۔"

"گاسکر اور مونیکا! تم اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش نہ کرنا۔" صفدر ٹریگر پر انگلی رکھتا ہوا بولا۔ لیکن اس نے گاسکر اور مونیکا دونوں ہی کے انداز میں لاپرواہی محسوس کی۔ اب تو گاسکر بھی مسکرا رہا تھا۔

اتنی دیر میں چوتھا بھی گرا۔ بقیہ آدمی اب اس طرح کترا رہے تھے جیسے اپنا بھی وہی حشر دیکھنا پسند نہ کرتے ہوں۔ دفعتاً مونیکا بولی۔ "تم خوامخواہ اپنا وقت برباد کر رہے ہو گاسکر۔"

"ہوں!" وہ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑایا۔ پھر ہاتھ اٹھا کر گونجیلی آواز میں بولا.... "ٹھہر جاؤ! ٹورنامنٹ ختم ہو گیا۔"

"ابھی تو سیمی فائنل ہی چل رہا ہے ڈیئر!" یہ عمران کی آواز تھی "اب اگر تم چاہو تو مجھ پر فائر بھی کر سکتے ہو۔"

"نہیں! نہیں ٹھیک ہے بس کرو۔ تم یقیناً کام کے آدمی ہو۔ مجھے لیڈی مونیکا کے بیان پر یقین نہیں آیا تھا۔ یہ سب کچھ قطعی دوستانہ فضا میں ہوا ہے۔"

"بکواس بند کرو۔" صفدر نے ریوالور کو جنبش دے کر کہا۔ "ہمیں اتنا احمق بھی نہ سمجھو.... عمران صاحب.... جلدی کیجئے۔"

ٹھیک اسی وقت دونوں کی گردنیں عمران کی گرفت میں آ گئیں اور ان کے سر ایک دوسرے سے اس طرح ٹکرائے کہ کمرے کی محدود فضا گونج کر رہ گئی اس گونج میں دونوں کی چیخیں بھی شامل تھیں اور ٹکراؤ کی آوازیں بھی۔ بالآخر وہ بھی گوشت کے بے جان لوتھڑوں کی طرح فرش

پر ڈھیر ہو گئے۔

عمران نے دونوں ہاتھ جھاڑے اور جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکالتا ہوا بولا "اگر یہاں صرف چھ ہی تھے تو مجھے تم سے ہمدردی ہے گاسکر۔"

لیکن گاسکر اس کی بات اڑا کر مونیکا سے بولا۔ "یقیناً میرے یہ چھ آدمی ساٹھ پر بھاری تھے.... لیکن.... لیکن...."

وہ خاموش ہو کر عمران کو گھورنے لگا۔

"کیا ان میں سے کوئی مر بھی گیا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"اگر لیڈی مونیکا پر نظر پڑ گئی ہو گی تو ضرور مر گیا ہو گا۔" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا "کیونکہ یہ بالکل بندوق کی طرح مسکراتی ہیں اور توپ کی طرح لچک لچک کر چلتی ہیں۔"

"اے تم میرا مضحکہ اڑا رہے ہو۔" مونیکا غصیلی آواز میں بولی۔

عمران اس کی بات کا جواب دیئے بغیر صفدر کی طرف مڑ کر بولا۔ "ریوالور واپس کر دو، کیونکہ وہ خالی ہے۔"

"تم کیا جانو۔" گاسکر نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"وزن پیارے.... نصف بہتر اور نصف بد تر۔" عمران مسکرایا۔ مختلف میکرز کے وزن کا اندازہ ہے مجھے!"

صفدر نے ریوالور کے چیمبرز چیک کئے۔ ایک میں بھی کارتوس نہ دکھائی دیا۔ پھر وہ گاسکر سے بولا "کچھ بھی ہو۔ میں تم دونوں کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔"

"ارے جانے دو" عمران ہاتھ ہلا کر بولا "لیڈی مونیکا کی کھوپڑی کا الو ابھی عالم ارواح کی طرف پرواز کر جانے کے موڈ میں نہیں ہے.... اب ہمیں واپس چلنا چاہئے۔"

"احمق نہ بنو" مونیکا نے کہا "بیٹھ جاؤ۔ گاسکر تمہارا امتحان لینا چاہتا تھا۔ میں پہلے ہی اس سے معاملات طے کر چکی ہوں۔ میں نے تمہارے متعلق جو کچھ بتایا تھا اس پر اسے یقین نہیں آیا تھا.... اب ہم کام کی باتیں کریں گے.... بن ہام کے بارے میں بہت کچھ پہلے ہی بتا چکی ہوں۔"

صفدر نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

گاسکر اپنے آدمیوں کو الٹ پلٹ رہا تھا۔

کچھ دیر بعد اس نے سر اٹھا کر عمران سے پوچھا "یہ مر تو نہ جائیں گے"

"اگر آئندہ ایسی حرکت کریں گے تو ضرور مر جائیں گے۔ فی الحال اس کا کوئی امکان نہیں ہے۔"

"آؤ.... تو چلیں.... کسی دوسرے کمرے میں بیٹھیں گے.... اندازاً کتنی دیر بعد انہیں ہوش آئے گا۔"

"حالات پر منحصر ہے اگر فرش پر کھٹل ہوں گے تو یہ ابھی ہوش میں آجائیں گے ورنہ صبح تک چین سے سوئیں گے۔"

وہ دوسرے کمرے میں آئے جو نسبتاً چھوٹا اور کسی حد تک آراستہ بھی تھا۔ مونیکا نے جلد ہی معاملے کی بات شروع کر دی۔

"بن ہام کل اسی جزیرے کا سفر کرنے والا ہے۔ جہاں ہم جانے والے ہیں۔"

"جزائر کی بات کر رہی ہو یا کسی مخصوص جزیرے کی؟" عمران نے پوچھا۔

"میں اس کے چہرے پر تھکن کے آثار بھی نہیں دیکھتا" گاسکر بول پڑا۔ وہ عمران کو ایسی ہی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے وہ کوئی عجوبہ ہو۔

"پلیز" ! عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میرے پاس وقت کم ہے غیر متعلق باتیں نہ چھیڑو۔"

"میں اس مخصوص جزیرے کا تذکرہ کر رہی ہوں جہاں سے ہوپی بے نیل و مرام واپس آیا تھا۔ اس کے سب سے اُونچے پہاڑ کی چوٹی کسی مگرمچھ کے پھیلے ہوئے منہ سے مشابہ ہے اور وہ اسی مناسبت سے کروکوڈائیل آئی لینڈ کہلاتا ہے۔"

"بن ہام وہاں کیوں جا رہا ہے؟" عمران نے پوچھا۔

مونیکا نے گاسکر کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اب تم ہی بتاؤ۔"

"میں جانتا ہوں کہ بن ہام کو فلمسازی سے کبھی دلچسپی نہیں رہی لیکن وہ یک بیک فلم پروڈیوسر بن بیٹھا ہے۔ اس سلسلے میں ہر بات انہونی سی معلوم ہوتی ہے۔ فلم بنانا.... وہ بھی کہاں.... ظلمات میں؟.... جہاں کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔"

"اچھا تو پھر......؟"

"اس کے ساتھ جانے والوں میں سبھی میرے لئے اجنبی ہیں۔ صرف کشتی کا اسٹر و کر ہی

میرے آدمیوں میں سے ہوگا۔ بقیہ عملہ وہ خود بھرتی کرے گا۔ یعنی کشتی کے عملے سے صرف اسٹروکر پرانا ہوگا۔ ماتحت سب نئے ہوں گے۔ اس چال کا مقصد سمجھے یا نہیں!۔"

"وہ بھی لگے ہاتھ سمجھاتے چلو! وقت کم ہے۔"

"اسے ڈر ہے کہ اگر پورا عملہ ایسا ہوا جس پر میری بھی گرفت ہو تو وہ جزیرے ہی میں رہ جائے گا اور کشتی واپس آجائے گی۔ البتہ تنہا اسٹروکر کی واپسی ممکن نہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے سر کو جنبش دی۔

"اسے بیس آدمی بھرتی کرنے ہیں۔ سولہ ہو چکے ہیں لیکن ابھی چار نہیں ملے۔"

"میں خدا سے دعا کروں گا کہ وہ بھی مل جائیں۔" عمران نے بڑے خلوص سے کہا۔

"سنو! مضحکہ خیز باتیں نہ کرو۔" گاسکر جھنجھلا گیا۔ "جس آدمی کے ذریعے وہ بھرتی کر رہا ہے۔ اس پر میرا بھی کچھ اثر ہے۔ اگر میں چاہوں تو وہ تم لوگوں کو ان بیس آدمیوں میں کھپا سکتا ہے۔"

"ہم صرف تین ہیں" عمران نے کہا۔

"لیڈی مونیکا بھی جانا چاہتی ہیں۔" گاسکر بولا

"لیکن واپسی پر یہ کسی چڑیا گھر میں نظر آئیں گی۔"

"بکواس مت کرو۔" مونیکا بول پڑی۔ "اگر میں نہ گئی تو تم بھی نہ جاسکو گے۔"

"کیا بن ہام تمہیں نہیں پہچانتا؟" عمران نے پوچھا۔

"پہچانتا ہے!"

"پھر کیا وہ تمہیں لے جانا پسند کرے گا۔"

"اوہ.... ابھی تم کل ہی تو کہہ رہے تھے کہ میرا ساتھی میک اپ کا ماہر ہے۔" مونیکا نے صفدر سے کہا۔

"میک اپ!" عمران نے حیرت سے کہا۔ "سوال تو یہ ہے کہ وہ کسی عورت کو لے جانا پسند بھی کرے گا یا نہیں۔"

"ٹھیک ہے لیڈی مونیکا۔" گاسکر بولا "اب صرف بار برداری کے مزدوروں کی ضرورت ہے۔"

مونیکا کچھ نہ بولی۔

عمران تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر بولا۔ " اچھی بات ہے۔ مونیکا میں تمہیں مزدور بنادوں گا۔ مگر تمہیں اپنے بال کٹوانے پڑیں گے۔ "

" فکر مت کرو یہ بھی ہو جائے گا۔ "

" اوہو۔ لیڈی مونیکا تم آخر کیوں جانا چاہتی ہو وہاں۔ " گاسکر بولا

"میں تمہیں پہلے بھی بتا چکی ہوں کہ میرے باپ کے قتل کا اس جزیرے سے کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے۔ "

"خیر مجھے اس بحث سے کیا سروکار۔ " گاسکر بڑبڑایا۔ پھر عمران کو گھورتا ہوا بولا۔ " مگر میں اس پر آمادہ کیوں ہوا ہوں۔ بھلا مجھے اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے کہ مونیکا کے باپ کے قتل کا سلسلہ اس جزیرے سے جا ملتا ہے۔ "

" اس سوال کا جواب بھی خود ہے دے ڈالو۔ ظاہر ہے کہ میں اس قسم کی ارتھمیٹک میں بالکل کچا ہوں۔ "

" میں بن ہام کی واپسی نہیں چاہتا۔ "گاسکر نے سرد لہجے میں کہا۔ "تمہیں اسے ہر حال میں قتل کر دینا ہوگا۔ "

" اوہ! بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ " عمران چٹکی بجا کر بولا۔

" بس میں اتنا ہی چاہتا ہوں۔ میں اسٹروکر کو سمجھادوں گا جب تک تم اسے روکنا چاہو گے رکا رہے گا۔ اور تمہیں واپس لے کر ہی آئے گا۔ "

وہ سب خاموش ہو گئے۔ ہر ایک کچھ نہ کچھ سوچ رہا تھا۔ لیکن صفدر اس کے علاوہ اور کیا سوچتا کہ اس وقت حالات نے مونیکا کی سکیم چوپٹ کر دی تھی۔ لہٰذا اب وہ کوئی دوسرا جال بچھانے کی کوشش کر رہی ہے۔ وہ صرف سوچتا ہی رہا کچھ بولا نہیں۔ حقیقت تو یہ تھی کہ اب وہ یوغا والے کیس سے بُری طرح بیزار ہو گیا تھا۔ اس کی سمجھ ہی میں نہیں آتا تھا کہ اس کا اختتام کب اور کہاں ہو گا۔

" ہاں تو تمہیں یقین نہیں ہے کہ بن ہام فلم کی شوٹنگ ہی کے لئے وہاں جا رہا ہے۔ " عمران نے گاسکر سے پوچھا۔

" مجھے یقین نہیں ہے۔ "

"خزانے کا چکر۔" گاسکر نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔ "ظلمات کے جزائر اسی لئے خصوصیت سے مشہور ہیں۔ ورنہ ان میں اور کیا رکھا ہے اور میں تو یہاں تک کہنے کو تیار ہوں کہ تم لوگ بھی اسی چکر میں جا رہے ہو۔"

"ارے واہ!" عمران نے بھونڈا سا قہقہہ لگایا" یہ تو سمجھ گیا۔"

"اچھی بات ہے۔" گاسکر اٹھتا ہوا بولا۔ "اب تم لوگ جاؤ۔ کل شام تک وہ روانہ ہو جائے گا۔"



ڈیزی کو بڑی مشکل سے نیند آئی تھی۔ بار بار اٹھتی اور چونک پڑتی۔ کبھی ایسا محسوس ہوتا جیسے کوئی جنگلی درندہ جھپٹ پڑا ہو۔ کبھی محسوس ہوتا جیسے کشتی ڈوب رہی ہو۔ کبھی بن ہام کا خوفناک چہرہ جھپٹتا ہوا سا محسوس ہوتا۔

لیکن آخر کار سہمے ہوئے ذہن پر تھکن غالب آ ہی گئی اور اس نے اسے خواب کے تاریک جزیروں میں دھکیل دیا۔

مگر پھر وہ چیخ ہی کے ساتھ جاگی تھی۔ ایسا محسوس ہوا تھا جیسے کوئی گلا گھونٹ رہا ہو۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی اور تب ہی اسے احساس ہوا کہ وہ خواب نہیں حقیقت میں کسی کے ہاتھ اس کی گردن پر تھے۔

ایک چیخ پھر فضا میں بلند ہوئی۔

"کون ہے؟ کیا ہے؟" کسی نے باہر سے چیخ کر کہا اور نامعلوم ہاتھ اس کی گردن سے ہٹ گئے۔ چھولداری میں اندھیرا تھا لیکن اسے اندازہ ہو گیا کہ گردن دبانے والا تیزی سے نکل گیا ہے۔ وہ پھر چیخنے لگی۔

"کیا ہے۔ کیا بات ہے؟" کسی نے چھولداری کا پردہ جھنجھوڑا اور پھر وہ ٹارچ کی روشنی میں نہا گئی۔ آنے والا بن ہام تھا۔ ڈیزی بُری طرح ہانپ رہی تھی اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ نامعلوم ہاتھ اب بھی اس کا گلا گھونٹ رہے ہوں۔

"کیا ہے۔ کیا ہوا؟" چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں شائد دوسرے بھی جاگ گئے

تھے۔

"خاموش رہو" بن ہام نے اندر سے کہا اور ڈیزی کو گھورتا ہوا بولا۔ "کیا بات تھی۔"

"کک.... کوئی میرا گلا گھونٹ رہا تھا۔" وہ گردن مسلتی ہوئی بدقت بولی۔

"اوہ! تم نے خواب دیکھا ہو گا۔"

"نہیں.... خواب نہیں" !اس نے کہا۔ پھر یک بیک اچھل پڑی اور ہذیانی انداز میں چیخنے لگی" میرا لاکٹ.... میرا لاکٹ....؟"

بن ہام اسے غور سے دیکھ رہا تھا اور اس کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے۔ روشنی کا دائرہ اب بھی ڈیزی ہی پر تھا۔

"میرا لاکٹ مسٹر ہام! وہ میرا لاکٹ لے گیا ہے۔" ڈیزی نے کسی طرح ان ہسٹریائی قسم کی چیخوں پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"کون لے گیا ہے؟"

"میں کیا جانوں مجھے ایسا معلوم ہوا تھا جیسے کوئی میرا گلا گھونٹ رہا ہو۔ لیکن وہ لاکٹ ہی لے گیا ہے؟"

اس نے گردن پر ہاتھ پھیر کر سسکاری لی اور انگلیوں میں چپچپاہٹ سی محسوس کی۔

"اوہو! خون۔" بن ہام بولا کیونکہ ڈیزی کا ہاتھ اب بھی روشنی میں تھا اور وہ بُرا سا منہ بنائے ہوئے خون آلود انگلیوں کو دیکھ رہی تھی۔

بن ہام آگے بڑھا۔ ڈیزی کی گردن پر ایک لمبی سی خراش تھی جس سے خون رس رہا تھا۔

"کیا دیکھ رہے ہو!" ڈیزی نے سسکی لی۔" میرا لاکٹ مجھے دے دو۔ خدا کے لئے.... ورنہ وہ تم سب پر تباہی لائے گا۔"

"مجھ سے مانگ رہی ہو لاکٹ۔ میں کیا جانوں مگر۔ یہ کیا۔ بھلا کوئی لاکٹ ہم پر کیسے تباہی لا سکتا ہے۔" بن ہام نے کہا اور پھر خاموش ہو کر شاید باہر کی آوازیں سننے لگا تھا۔

"جاؤ۔ تم سب خیموں میں جاؤ۔" اس نے گونجیلی آواز میں کہا اور پھر وہاں سناٹا چھا گیا۔ صرف قدموں کی آوازیں فضا میں ارتعاش پیدا کر رہی تھیں۔

بن ہام پھر لڑکی کی طرف مڑا اور جیب سے دیا سلائی کی ڈبیہ نکال کر اس کے سامنے پھینکتا ہوا

بولا "لیمپ روشن کر دو۔ تم نے اسے بجھایا ہی کیوں تھا۔"

" میں نے نہیں بجھایا تھا۔ بجھا ہی نہیں سکتی تھی۔ اتنے مضبوط دل والی نہیں ہوں کہ ایسے ڈراؤنے ماحول میں چراغ بجھا کر سوتی۔" ڈیزی نے کہا اور اکڑوں بیٹھ کر لیمپ روشن کرنے لگی۔ ساتھ ہی وہ بڑبڑاتی جا رہی تھی۔ "میرا لاکٹ مجھے واپس ملنا چاہئے ورنہ میں خودکشی کرلوں گی۔ آخر تم لوگ مجھے یہاں کیوں لائے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ لاکٹ تمہارے ہی پاس ہے۔"

" شاید تم پاگل ہو گئی ہو۔ میں کوئی ایسا بیڈھنگا طریقہ کیوں اختیار کرتا۔"

" یا خدا کیا میں پاگلوں میں آ پھنسی ہوں۔" اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ وہ لیمپ روشن کر چکی تھی۔

" اِدھر دیکھو۔" ہام کو غصہ آ گیا۔" تم کیا اُوٹ پٹانگ بک رہی ہو۔"

" مجھے یہاں کیوں لائے.... کیوں لائے ہو۔"

" میری بات کا جواب دو۔ آخر تم کس بناء پر کہہ رہی ہو کہ لاکٹ میرے ہی پاس ہو گا۔"

" تم نے جزائر ظلمات اور میرے باپ کا حوالہ کیوں دیا تھا۔"

" آہا.... تو کیا وہ لاکٹ اسی سلسلے کی کوئی کڑی تھی؟" ہام کا لہجہ متحیرانہ ہونے کے ساتھ ہی ساتھ پُراشتیاق بھی تھا۔

ڈیزی جواب دینے کی بجائے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ ہام کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔ انداز سے ایسا نہیں معلوم ہوتا تھا کہ اسے لڑکی کے رونے کی ذرہ برابر بھی پرواہ ہو۔

" او سمجھا۔" وہ تھوڑی دیر بعد بڑبڑایا" دھوکا"

پھر سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔ شاید غصہ دبانے کی کوشش کر رہا تھا۔

بڑے خیمے میں وہ سب اکٹھے تھے اور بن ہام ایک ایک کو اس طرح گھور رہا تھا جیسے کچا ہی چبا جائے گا۔

" بتاؤ! وہ کالی بھیڑ کون ہے جس نے لڑکی کے گلے سے لاکٹ اتارا تھا۔" بن ہام گرجا۔ اسے کوئی جواب نہ ملا۔ پھر یک بیک اس نے ایک آدمی کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا" مورن! تم جواب دو۔"

یہ گٹھیلے جسم کا ایک وجیہہ آدمی تھا۔ قد میں ہام سے کچھ ہی کم رہا ہو گا.... آنکھوں سے

مکاری مترشح تھی۔

" پتہ نہیں کن ہواؤں میں اڑ رہے ہو.... ہام!" اس نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ " کیسا لاکٹ؟"

" لڑکی کے بارے میں کس نے معلومات فراہم کی تھیں؟" ہام کا لہجہ تلخ تھا۔

" میں نے!" مورن نے جواب دیا۔

" لیکن کوئی بات چھپائی تھی۔"

" احمق نہ بنو!"

" اوہ! یہ جرأت۔" بن ہام آنکھیں نکال کر بولا " کیا تم مجھے نہیں جانتے۔"

" بن ہام! پھر کہوں گا کہ احمق نہ بنو۔ تم اس پارٹی میں ایک غیر ضروری اور غیر اہم شخصیت ہو۔" مورن نے کہا۔

بن ہام نے قہقہہ لگایا اور بولا " ضرور تمہارا دماغ چل گیا ہے۔"

" تم خود کو پارٹی کا لیڈر سمجھتے ہو ہام.... حالانکہ یہ بکواس ہے۔"

" کیا مطلب؟"

" اگر ان لوگوں میں سے کوئی بھی تمہارا حکم ماننے پر تیار ہو جائے تو مجھے ضرور قتل کرادو۔"

بن ہام نے پلکیں جھپکائیں.... اس قسم کے چیلنج کسی مضبوطی ہی کی بنا پر کئے جاتے ہیں۔ اسے سوچنا پڑا۔

مورن بڑی لاپروائی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پیٹرومکس لیمپ کی روشنی میں بقیہ لوگوں کے وحشت زدہ چہرے عجیب سے لگ رہے تھے۔

مورن ہام کو خاموش دیکھ کر بولا۔ " سنو تمہیں لیڈر بنائے بغیر ہم کشتی نہ حاصل کر سکتے۔ کیا سمجھے!۔"

" تو لاکٹ تمہارے ہی پاس ہے۔"

" میں نہیں جانتا کہ تم کس لاکٹ کا تذکرہ کر رہے ہو۔"

" لڑکی سو رہی تھی۔ کسی نے اس کے گلے سے زبردستی اس کا لاکٹ کھینچ لیا اس کی گردن پر بڑی سی خراش ہے۔"

"یہ تجویز کتنی احمقانہ تھی کہ اسے الگ چھولداری میں رکھا جائے۔" مورن تضحیک آمیز انداز میں مسکرایا۔

" وہ خوفزدہ تھی۔" بن ہام نے کہا پھر یک بیک دانت پیس کر بولا" اوہ کیا بکواس ہے میں تو سچ مچ اسی انداز میں گفتگو کر رہا ہوں جیسے تم ہی لیڈر ہو۔"

" حکم دے کر دیکھو کسی کو۔" مورن نے قہقہہ لگایا اور ڈیزی آگے بڑھ کر بولی" اگر لاکٹ تمہارے پاس ہے تو مجھے واپس کر دو۔ ورنہ وہ تم پر تباہی لائے گا۔"

" بکواس بند کرو۔" مورن نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ پھر ہام سے بولا" یہ سب کچھ ہونے کے باوجود بھی نہیں چاہتا تھا کہ ہمارے درمیان کسی قسم کا جھگڑا ہو۔ مگر اب تمہیں ایک قیدی کی حیثیت سے رہنا پڑے گا۔ نہیں.... جیب میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش نہ کرو۔"

" اے ٹھہرو!" دفعتاً ایک لمبا تڑنگا حبشی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کچھ سننے اور سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

" سنا۔؟" وہ انگلی اٹھا کر بولا۔

" ہاں!وہ کسی پرندے کی آواز تھی۔" مورن بولا" تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

" نہیں یہ کسی پرندے کی آواز نہیں تھی۔ میں جنگلوں کا کیڑا ہوں۔"

" پھر تم اسے کیا سمجھے ہو؟"

" بہت قریب سے ہماری نگرانی کی جا رہی ہے اور یہ آواز.... یہ کسی کیلئے کسی قسم کا پیغام تھا۔"

یک بیک ہام نے مورن پر چھلانگ لگائی اور وہاں اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہو گیا۔ پھر چار آدمیوں کے علاوہ سبھی ان پر جھک پڑے۔ ان چاروں میں یہ حبشی بھی شامل تھا۔ ایک طرف ڈیزی کھڑی کانپ رہی تھی۔ پھر وہ کھسک کر انہیں کے قریب آ گئی۔

" یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ کیا پاگل پن ہے۔ کیا یہ اسے مار ڈالیں گے۔" اس نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

" نہیں پیار کر کے چھوڑ دیں گے۔" اس آدمی نے کہا جو صورت ہی سے احمق معلوم ہوتا تھا۔" اس لاکٹ میں کیا تھا؟"

" دنیا کا مہلک ترین جادو۔ یہ سب مر جائیں گے....: میرے خدا۔"

" اب کیا خیال ہے...." نوعمر آدمی نے احمق سے پوچھا" کیا اسے بچانے کی کوشش کی جائے؟۔"

"خود کو بچانے کی کوشش کرو.... "حبشی بولا "وہ آواز ایسی ہی تھی....کہ ....کہ....ہولی فادر...."وہ اچھل پڑا۔ اور بوکھلائے ہوئے لہجے میں احمق سے بولا" ہم گھیر لئے گئے ہیں باس!.....وہ بہت قریب ہیں۔"

احمق کچھ کہنے والا تھا کہ ہام کی گھٹی گھٹی سی چیخیں سنائی دینے لگیں" ارے کیا تم سب نمک حرام ہو۔ کوئی بھی میری مدد نہیں کرے گا۔"

یک بیک احمق کے دونوں ہاتھوں میں ریوالور نظر آئے اور اس نے چیخ کر کہا۔

" ہٹ جاؤ۔ مسٹر ہام کو چھوڑ دو۔ ورنہ کوئی بھی زندہ نہ بچے گا۔"

" کیا کر رہے ہو۔" نوعمر آدمی اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔" ہام کے مر جانے میں ہمارا کیا نقصان ہے۔"

لیکن احمق بدستور ان لوگوں کی طرف ریوالور تانے رہا۔ وہ ہام کو چھوڑ کر ہٹ گئے تھے۔

" کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔" مورن اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے ہوئے دہاڑا۔ "تمہیں کس نے ملازم رکھا تھا؟"

" اِس نے۔" احمق نے اپنے قریب کھڑے ہوئے نوعمر آدمی کی طرف اشارہ کیا۔ ہام زمین پر بیٹھا ہانپ رہا تھا۔ اس کے کپڑے کئی جگہ سے پھٹ گئے تھے اور چہرے پر لمبی لمبی خون آلود خراشیں تھیں۔

" یہ کون ہے؟" مورن نے نوعمر آدمی کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

" پارٹی کا لیڈر۔"

" کیا بکواس ہے۔"

" یہی جملہ کچھ دیر پہلے مسٹر ہام نے بھی دہرایا تھا اس لئے میں بُرا نہیں مانوں گا۔ ویسے تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ہم سب جہنم رسید ہو چکے ہیں۔ جنگلیوں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ کالا آدمی جھوٹ نہیں بولتا۔"

ہام اُٹھا اور بالکل پاگلوں کے سے انداز میں مورن کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کے ہاتھ اس طرح پھیلے ہوئے تھے جیسے مورن کا گلا گھونٹ دینا چاہتا ہو۔

" مسٹر ہام! گولی مار دوں گا اگر تم نے مورن کو ہاتھ بھی لگایا۔ " احمق نے اسے للکارا اور ہام کے قدم رُک گئے۔ پھر وہ اس کی طرف مڑا۔ ہام کی آنکھیں خونخوار تھیں۔ اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا۔ لیکن وہ مجسم سوال نظر آ رہا تھا۔

" مجھے تم سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ مسٹر ہام۔ میں تو پارٹی کے لیڈر کے حق میں بول رہا ہوں۔ " احمق نے کہا۔

" تم مورن سے بھی زیادہ پاگل معلوم ہوتے ہو۔ "

احمق اسے کوئی جواب دینے کی بجائے حبشی سے بولا۔ " کیا تم باہر نکل کر اپنے شبے کی تصدیق کر سکتے ہو۔ "

" میں اندھیرے میں مرنا پسند نہیں کرتا باس۔ ہم صبح تک اسی صورت میں محفوظ رہ سکتے ہیں کہ خیمے سے باہر قدم نہ نکالیں۔ وہ ہمیں گھیر چکے ہیں لیکن صبح سے پہلے حملہ نہیں کریں گے۔

احمق تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر ہام سے بولا۔ " ہم تمہاری لیڈر شپ تسلیم کر لیں گے اگر تم اس وقت خیمے سے باہر نکلنے کی ہمت کر سکو۔ ۔ ۔ اوہ نہیں مسٹر مورن تم یا تمہارے آدمی مجھے کبھی غافل نہیں پا سکتے۔ اپنی جگہ سے ایک قدم بھی ہٹ کر دیکھو کھوپڑی کا سوراخ سیٹیاں بجائے گا۔ "

" تو اس طرح تم ہمیں ان جنگلیوں کے حوالے کرنا چاہتے ہو جو تمہارے بیان کے مطابق ہمیں گھیر رہے ہیں۔ " مورن غرایا۔

" ہاہا! " احمق نے قہقہہ لگایا۔ " مگر مسٹر مورن تمہارے دو آدمی اس وقت بھی کم ہیں۔ کیا تمہیں ان کے بارے میں تشویش نہیں ہے؟ "

" کیا مطلب؟ "

" کچھ بھی نہیں۔ " احمق کا لہجہ سخت تھا " جوزف اور صفدر! تم ان لوگوں کو جلد از جلد غیر مسلح کر دو۔ "

بہتوں نے احمق کو گالیاں دینا شروع کر دیں لیکن صفدر اور جوزف نے ان کی جامہ تلاشی

لے کر غیر مسلح کر دینے میں دیر نہیں لگائی۔

" مسٹر ہام کس خوشی میں چھوڑ دیئے گئے ہیں۔" احمق نے کہا۔ ان کے ساتھیوں نے ہام کی تلاشی نہیں لی تھی۔

" یہ نہیں ہو سکتا۔" ہام دانت پیس کر غرایا۔

" ہاں خود تم سے تو نہیں ہو سکے گا۔ اس لئے دوسرے ہی یہ تکلیف برداشت کریں گے.... جوزف!"

حبشی نے ہام کو بھی ٹٹولنا شروع کر دیا اور اس کی جیب سے صرف ایک بڑا شکاری چاقو بر آمد کر سکا۔

" اب جاؤ!" احمق کچھ دیر بعد ہاتھ اٹھا کر بولا۔" ان دونوں کی تلاش کرو جنہوں نے تمہیں اس وہم میں مبتلا کیا تھا کہ جنگلی ہمارے گرد گھیرا ڈال رہے ہیں۔"

" میں سمجھا نہیں باس!"

" مسٹر مورن کیا تم اس عقل والے کو سمجھانے کی کوشش نہیں کرو گے۔" احمق بولا۔

" تم اپنی موت کو آواز دے رہے ہو۔ اسے یاد رکھنا۔" مورن نے آنکھیں نکالیں۔

" میری یادداشت بہت کمزور ہے اس لئے نوٹ کر لوں گا۔ جوزف صفدر باہر جاؤ وہ دونوں تمہیں آس پاس کی جھاڑیوں میں ضرور ملیں گے۔ اب تمہیں اندازہ تو ہو ہی گیا ہو گا کہ یہاں کون موجود نہیں ہے۔"

صفدر نے سر کو خفیف سی جنبش دے کر جوزف کو باہر چلنے کا اشارہ کیا۔

احمق کے دونوں ہاتھوں میں اب بھی ریوالور موجود تھے اور وہ کسی کی طرف سے غافل بھی نہیں تھا۔ جوزف اور صفدر باہر چلے گئے۔ احمق مورن سے کہہ رہا تھا۔" تمہاری اسکیم یہ تھی کہ یہ حبشی ہی دوسرے لوگوں میں ہراس پھیلانے کا باعث بنے۔ تمہیں یقین تھا کہ وہ آوازیں سن کر جنگلیوں کے حملے ہی کی پیش گوئی کرے گا وہ جانتا ہے کہ جب کئی ٹولیاں کسی شکار کی تلاش میں نکلتی ہیں تو ایک ٹولی دوسری کو اپنی کامیابی کی اطلاع دینے کے لئے پرندوں کی آوازوں ہی کا سہارا لیتی ہے لیکن تم ہراس کیوں پھیلانا چاہتے تھے؟"

وہ خاموش ہو کر مورن کو گھورنے لگا۔

" بکتے رہو۔" مورن بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"ٹھیک ہے۔ میں اس کا جواب بھی رکھتا ہوں۔" احمق سر ہلا کر بولا" تم جانتے تھے کہ لاکٹ کے سلسلے میں ہنگامہ ضرور برپا ہوگا اور ہام یقینی طور پر تمہیں ہی مجرم سمجھے گا۔ کیونکہ اس کی وجوہات پہلے ہی سے موجود تھیں۔ لہذا تم نے یہ اسکیم بنائی کہ ٹھیک اسی وقت جب لاکٹ کا قصہ چھڑا ہو۔ جنگلیوں کی آمد کا ٹلو ہو جائے اور اس افراتفری سے فائدہ اٹھا کر تم اپنے چند مخصوص ساتھیوں سمیت کسی طرف نکل جاؤ۔ کیوں کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

"تم بکواس کر رہے ہو۔!"

" تو پھر یہی درست ہوگا کہ تم نکل بھاگنے کے لئے یہ ہنگامہ برپا نہیں کرانا چاہتے تھے بلکہ مقصد یہ تھا کہ افراتفری کے دوران ہام اور اس کے مخصوص ساتھیوں کو چن چن کر مار ڈالو.... آہاں.... یہی ہو سکتا ہے.... ورنہ لاکٹ حاصل کر لینے کے بعد تم خیمے کی طرف واپس کیوں آئے۔"

مورن کچھ نہ بولا۔ وہ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔

دفعتاً صفدر اور جوزف دو آدمیوں کو دھکیلتے ہوئے اندر لائے۔

" گڈ!" احمق مسکرایا۔" یہ ہیں جنگلی جنہوں نے ہمارا محاصرہ کیا تھا۔ مورن لاکٹ نکالو۔ ورنہ بیک وقت دو گولیاں تمہاری کھوپڑی میں پیوست ہو جائیں گی۔"

مورن کچھ نہ بولا۔ ہام کی آنکھوں میں وحشیانہ چمک نظر آرہی تھی۔ اس نے احمق سے پوچھا۔" اور میرا کیا حشر ہوگا؟"

" اس کا فیصلہ یہ لڑکی کرے گی۔" احمق نے ڈیزی کی طرف اشارہ کیا۔

" نہیں نہیں" ڈیزی مضطربانہ انداز میں بولی" میں کسی کی لاش دیکھنا پسند نہیں کروں گی۔"

" ہشت۔ تم کہہ چکی ہو کہ تمہارا لاکٹ ان لوگوں پر تباہی ضرور لائے گا۔"

" نہیں نہیں! میں کشت وخون دیکھنے کی ہمت نہیں رکھتی۔"

" اس بے چاری کو یہاں کھینچ لانے کا کیا مقصد تھا ہام؟"

" یہی سور بتائے گا۔" ہام نے مورن کی طرف دیکھ کر کہا۔" اسی نے مجھے اس کا پتہ بتایا تھا

.. اور یہاں لانے کی اسکیم بنائی تھی۔"

" آخر کیوں؟ لاکٹ تو تم وہاں بھی چھین سکتے تھے۔"

" مجھے کسی ایسے لاکٹ کے وجود کا علم ہی نہیں تھا جو مورن کی دلچسپی کا باعث بن سکتا۔ وہاں اس نے مجھ سے صرف یہی بتایا تھا کہ یہ لڑکی جزیرے میں دفینوں کی نشاندہی کر سکتی ہے کیونکہ اس کا باپ جو ایک بحری قزاق تھا اسے دفینوں کے متعلق بہت کچھ بتا چکا ہے"

" یہ جھوٹ ہے۔ میرا باپ بحری قزاق نہیں تھا اُس نے مجھے کبھی دفینوں کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔ بس وہ میری ماں سے خفا تھا۔ اس لئے ہمارے ساتھ نہیں رہتا تھا۔"

" باپوں کو سمجھنا بہت مشکل کام ہے حتیٰ کہ باپوں کے باپ بھی ایک دوسرے کو نہیں سمجھ سکتے۔ مگر یہ لاکٹ۔ کیا تمہاری دانست میں اس کی کوئی اہمیت نہیں؟۔"

" بہت زیادہ۔ کیونکہ وہ مرتے ہوئے باپ کا تحفہ تھا۔" ڈیزی نے ٹھنڈی سانس لی۔ چند لمحے خاموش رہی پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ وہ ہمارے ساتھ نہیں رہتا تھا۔ میری ماں تو اس کی شکل تک دیکھنے کی روادار نہیں تھی لیکن اس نے کبھی مجھے اس کی وجہ نہیں بتائی۔ سخت ترین تاکید تھی کہ میں باپ سے کبھی نہ ملوں لیکن مجھے اس سے بڑی محبت تھی میں اکثر اس کے گھر جاتی رہتی تھی۔ مگر ماں کو یہ بات معلوم نہ ہونے پائی۔ ایک بار وہ بہت بیمار ہو گیا بچنے کی کوئی امید نہ رہی اس زمانے میں اس نے مجھے وہ لاکٹ دیا تھا اور استدعا کی تھی کہ میں ماں سے اس کا تذکرہ نہ کروں۔ لاکٹ کے لئے اسکی ہدایت تھی کہ میں اس وقت تک اس کو نہ کھولوں جب تک کہ میری شادی نہ ہو جائے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے زور دیا تھا کہ میں کسی ایسے آدمی سے شادی کروں جو اچھا جہاز راں اور باہمت ہو۔ یہ بھی کہا تھا کہ اگر میں نے شادی سے پہلے اسے کھولا کسی کو دیا تو وہ لاکٹ دونوں پر تباہی لائے گا۔ اس سے زیادہ میں اس لاکٹ کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔"

ڈیزی خاموش ہو گئی اور احمق مورن کو گھورنے لگا۔

" مجھے جواب دو مورن" اس نے کہا" لڑکی کو تم یہاں کیوں لائے تھے؟"

"تم میری زبان سے کچھ بھی نہ سن سکو گے۔ کاش میں نے سب سے پہلے تمہیں ہی ٹھکانے لگایا ہوتا۔"

" نہیں یہ کبھی نہیں ہو سکتا مسٹر مورن...! لوگ عموماً مجھے احمق سمجھ کر معاف کر دیا کرتے

ہیں۔"

" تم کون ہو؟" بام نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

" میں اس بیوی کا شوہر ہوں جو غالباً کبھی نہ پیدا ہوگی... اور اگر پیدا ہو ہی گئی تو سر پر ہاتھ رکھ کر روئے گی زندگی بھر!"



صفدر کو سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا صورت ہوگی۔ عمران بام کا ساتھ دے گا یا مورن کا! پورٹ سعید سے روانگی اسی شرط پر ہوئی تھی کہ وہ لوگ جزیرہ نہنگ میں پہنچ کر بام کو ٹھکانے لگا دیں گے مگر بھلا عمران کو اس شرط سے کیا دلچسپی ہوتی۔ وہ تو صرف جزیرے تک پہنچنا چاہتا تھا۔

خود مونیکا نے بھی اس پر زور نہیں دیا تھا کہ شرط پوری ہی کی جائے۔ ویسے کشتی کا اسٹر وکر پوری طرح ان کے قبضے میں تھا۔ ہو سکتا ہے اسے علم رہا ہو کہ گاسکر نے کن شرائط پر اسے ان کا تابع فرمان رہنے کی ہدایت دی تھی۔ بہر حال صفدر جانتا تھا کہ وہ مونیکا کے علاوہ اور کسی کی کوئی بات نہیں مانے گا۔

مگر یہ بعد کی باتیں تھیں۔ فی الحال اس نئی الجھن سے عہدہ برآ ہونا مشکل نظر آرہا تھا۔ پارٹی ڈیزی سمیت بائیس افراد پر مشتمل تھی لیکن اس وقت سترہ آدمی اپنے ہاتھ اٹھائے ہوئے کھڑے تھے اور عمران کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔ ان سترہ آدمیوں کو اس طرح قابو میں رکھنا کہ وہ آئندہ ان کیلئے کام بھی کرتے رہیں قریب قریب ناممکن ہی تھا۔ اب صفدر یہی سوچ رہا تھا کہ دیکھئے عمران کی الٹی کھوپڑی کیا گل کھلاتی ہے۔

دفعتاً مونیکا نے کہا" مورن کو اس فراڈ کی سزا ضرور ملنی چاہئے۔"

" تم آخر ہو کون؟" مورن حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

" اگر میں خود کو ظاہر کر دوں تو تمہارا دم نکل جائے گا۔"

" میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ دم کیسے نکلتا ہے۔"

یہ دیکھنا ہے تو پانچ چھ بچوں کے باپ بن جاؤ۔" عمران بول پڑا

" کھیل ختم ہونا چاہئے۔" مونیکا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا" میں بام کے حق میں ہوں۔"

" تب پھر ہمیں صرف چھ آدمیوں سے نپٹنا پڑے گا۔ پانچ ہی مورن کے خاص آدمیوں میں،

سے تھیں۔ بقیہ مرعوب ہو گئے تھے۔ لیکن ہام کو اس کی اجازت نہیں ہو گی کہ وہ ان چھ آدمیوں کو کسی قسم کا نقصان پہنچائے۔"

مجھے تم لوگوں کی ہر شرط منظور ہے۔" ہام سر ہلا کر بولا" لیکن لاکٹ اسے واپس کرنا پڑیگا۔"

" لاکٹ اس وقت اس کے پاس نہیں ہے۔" عمران بولا" فکر نہ کرو۔ وہ بھی مل ہی جائے گا۔ اچھا دوست مورن اب تم ہمارے قیدی ہو۔"

مورن کچھ نہ بولا۔ عمران کے اشارے پر صفدر اور جوزف نے چھ آدمیوں کے ہاتھ باندھ دیئے۔

" خدا کے لئے مجھے واپس بھجوادو۔ اب کیا ہو گا۔" ڈیزی سسکیاں لے رہی تھی۔

کوئی کچھ نہ بولا۔ حتیٰ کہ مورن اور اس کے ساتھی بھی خاموش تھے کچھ دیر بعد ہام نے پھر لاکٹ کا تذکرہ چھیڑ دیا۔

" مجھے علم ہے کہ لاکٹ اس نے کہاں چھپایا ہے۔" عمران نے کہا۔

" آخر تمہیں ان باتوں کا علم کیسے ہوا تھا۔" ہام نے پوچھا۔

" مورن کا خیال تھا کہ اس پارٹی میں جرمن زبان کسی کو بھی نہیں آتی اس لئے وہ اپنے ان دو آدمیوں سے جرمن میں گفتگو کیا کرتا تھا۔ اس نے یہاں پہنچتے ہی لاکٹ اڑانے کی اسکیم بنائی تھی۔ ان دونوں آدمیوں پر اسے شائد پورا پورا اعتماد ہے۔"

" اب مجھے یاد پڑتا ہے کہ یہ پانچ مورن ہی نے مہیا کئے تھے۔" ہام بولا" میرے خدا اتنا بڑا فراڈ۔ گویا میری حیثیت اس سے زیادہ نہیں تھی کہ میں ان لوگوں کے لئے کشتی مہیا کر دوں۔ مورن نے مجھے اسی لئے ساتھی بنایا تھا ورنہ انہیں کشتی کہاں مل سکتی۔"

" تو مورن ہی نے تمہیں اس سفر پر آمادہ کیا تھا۔"

" قطعی۔ ورنہ میں تو ان حرکتوں کو حماقت سمجھتا تھا۔ اسی کے خیال دلانے پر میں نے گیسپر کے متعلق چھان بین کی تھی اور مجھے معلوم ہوا تھا کہ وہ کسی زمانے میں بحری قزاق تھا۔"

" گیسپر کون؟"

" ڈیزی کے باپ کا نام گیسپر تھا۔"

" خیر ختم کرو۔ اس قصے کو۔ کیا تم بقیہ آدمیوں پر اعتماد کر سکتے ہو۔" عمران نے بلند آواز

میں کہا۔ غالباً مقصد یہی تھا کہ سب سن لیں۔

وہ آدمی جن کے ہاتھ نہیں باندھے گئے تھے گڑ گڑانے لگے۔ انہوں نے کہا کہ وہ کچھ سمجھ ہی نہیں سکتے تھے۔ ان کے لئے فیصلہ کرنا دشوار تھا کہ وہ کس کا ساتھ دیں۔ حقیقتاً وہ یہاں اس ویرانے میں جھگڑا نہیں کرنا چاہتے تھے انہوں نے وعدہ کیا کہ اب وہ ہام ہی کو لیڈر سمجھیں گے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ انہیں ایسے جھگڑوں سے غرض ہی کیا۔ وہ تو معقول معاوضے کے لالچ میں یہاں چلے آئے تھے۔

" نہیں۔ میں لیڈر نہیں بننا چاہتا۔ میں تو اب واپسی ہی میں سب کی بہتری دیکھتا ہوں مجھے بے حد افسوس ہے کہ میں نے مورن کے جال میں پھنس کر اس بے چاری لڑکی کو ورغلایا۔ پتہ نہیں اسے یہاں لانے کا کیا مقصد تھا۔"

وہ خاموش ہو کر مورن کو گھورنے لگا۔ پھر بولا تم وہ لاکٹ کسی نہ کسی طرح وہاں بھی حاصل کر سکتے تھے۔ خود اسے یہاں ساتھ لانے کی کیا ضرورت تھی۔"

" سوچتے رہو" ! مورن ڈھٹائی سی مسکرایا۔" میری زبان سے اسکے متعلق تم ایک بھی لفظ نہ سن سکو گے۔"

پھر اس نے عمران سے کہا" تم نے اس سور پر اعتماد کر لیا ہے۔ ذرا لاکٹ اس کے ہاتھ لگنے دو۔ پھر دیکھنا۔"

" لاکٹ میں کیا ہے؟" عمران نے پوچھا۔

" میں کہہ چکا ہوں کہ کچھ بھی نہ بتاؤں گا۔ تم غالباً جانتے ہی ہو کہ وہ کہاں ہے خود دیکھ لینا۔"

عمران نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور مونیکا کی طرف مڑ گیا۔ وہ مردانہ لباس میں تھی اور سر پر چمڑے کا خود اس طرح منڈھا ہوا تھا کہ بال چھپ گئے تھے۔ یہ تدبیر عمران نے اس لئے کی تھی کہ مونیکا کے بال نہ کاٹنے پڑیں۔ ورنہ پہلے تو اس نے کہا تھا کہ اس میک اپ کے لئے بال ترشوانا ضروری ہو جائے گا۔ مونیکا نے اس پر آمادگی بھی ظاہر کی تھی۔ مگر پھر شائد عمران کو اس پر رحم ہی آ گیا تھا۔

عمران نے تو اپنی دانست میں بھلائی ہی کی تھی لیکن اسے کیا کہا جائے کہ مونیکا خود ہی بالوں

بڑھنے تنگ آگئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ چہرے کا خود چڑھانے سے تو یہی بہتر تھا کہ بال کٹوا دیئے جائیں۔ برابر شکایت کرتی رہتی تھی کہ سر درد سے پھٹا جا رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بالوں کی جڑوں میں سوئیاں چبھ رہی ہوں۔

اس وقت اس نے عمران اور صفدر کو الگ لیجا کر کہا" اگر اب میں خود کو ظاہر کر دوں تو حالات بدل سکتے ہیں۔"

" کیسے حالات؟" عمران نے پوچھا۔

" بام کی طرف سے اطمینان ہو جائے گا۔ خدشہ باقی نہ رہے گا کہ وہ ہمیں دھوکا بھی دے سکتا ہے۔"

" آخر کس بناء پر؟"

" اگر اسے میری اصلیت معلوم ہو جائے تو وہ کسی وفادار کتے کی طرح میرے پیچھے دُم ہلاتا پھرے گا۔"

" پہلے ہی کیوں نہیں بتایا تھا کہ تمہارے پیچھے دُم بھی ہے۔" عمران نے تشویش کن لہجے میں کہا۔

" فضول بکواس مت کرو۔" مونیکا جھنجھلا گئی۔

عمران چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔" مجھے اس سے سروکار نہیں ہے کہ تم کیا کرو گی۔ بہر حال یہ سفر بوغا کے لئے جاری رہنا چاہئے نہ کہ کسی خزانے کے لئے۔"

" مجھے خزانے سے کیا سروکار۔"

" ہم چار آدمی یہ سفر جاری نہ رکھ سکیں گے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان تمام لوگوں کو ساتھ رکھا جائے۔ ہمیں باربرداروں کی ضرورت پیش آئے گی۔ ایسے لوگ درکار ہوں گے جو جنگل میں راستے بنا سکیں۔ یہ پارٹی پورے انتظامات کے ساتھ آئی تھی۔"

" لیکن ٹھہرو۔" مونیکا کچھ سوچتی ہوئی بولی" انہیں قابو میں رکھنا آسان کام نہ ہوگا۔ اگر یہ راز ظاہر ہو گیا کہ ہم کسی دوسرے مقصد کے تحت سفر کر رہے ہیں۔"

" انہیں معلوم کیسے ہوگا کہ ہم کسی دوسرے مقصد کے تحت سفر کر رہے ہیں۔"

" کیا یہ ضروری ہے کہ ان کی اور ہماری راہیں ایک ہی ہوں۔"

"ان بے چاروں کی ابھی کوئی راہ نہیں ہے۔" عمران نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"کیوں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے؟"

"اگر ہوتی تو موران جلد بازی سے کام نہ لیتا۔ بام کو اس نے یہی بتایا تھا کہ جزیرے میں پہنچ کر لڑکی خزانے کی نشاندہی کر سکے گی لیکن حقیقتاً اسے لاکٹ کی فکر تھی کیونکہ شائد لاکٹ ہی اس سلسلے میں رہنمائی کر سکے گا۔"

"تم جانتے ہو اس نے لاکٹ کہاں چھپایا ہے؟"

"وہ اس وقت میری جیب میں ہے۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ موران نے اسے کھول کر دیکھا نہ ہوگا۔"

"موقع ہی نہیں مل سکا اسے.... اس نے لاکٹ کھینچا تھا۔ لڑکی چیخی تھی اور بام اٹھ کر بھاگا تھا۔ یہی ہو سکتا ہے کہ موران اچانک اسے دیکھ کر نروس ہو گیا ہو۔ ورنہ اسے ختم کر دینے کی اسکیم تو پہلے ہی سے بنا رکھی تھی۔ بہر حال بام کو دیکھ کر اس نے لاکٹ ایک جگہ چھپا دیا تھا۔"

"اور تم نے شروع ہی سے اس پر نظر رکھی تھی؟"

"نہ رکھی ہوتی تو اس وقت حالات دوسرے ہوتے۔" عمران نے کہا اور کسی سوچ میں پڑ گیا۔



بقیہ رات بخیر و خوبی گذر رہی تھی لیکن ان میں سے شائد ہی کوئی سویا ہو۔

ابھی اجالے میں دھندلاہٹ کی ہلکی سی آمیزش باقی تھی۔ صفدر خیمے سے باہر نکلا تو اسے ایسا محسوس ہوا جیسے ساری تھکن یک بیک غائب ہو گئی ہو۔ ہوا خوشگوار تھی اور افق میں پھیلنے والی ہلکی سی سرخی بڑی بھلی لگ رہی تھی۔

وہ چٹان کے سرے تک چلا آیا۔ خیمے ساحل سے بلندی پر نصب کئے گئے تھے۔ مقصد غالباً یہی تھا کہ گردو پیش پر نظر رکھی جا سکے۔

صفدر نے ایک سگریٹ سلگایا اور چٹان کے سرے پر بیٹھ گیا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ عمران آخر اس چویشن کو کس طرح کنٹرول کرے گا۔ بام اور موران دونوں ہی خطرناک تھے۔ وہ اس مسئلے پر اس سے گفتگو کرنا چاہتا تھا لیکن ابھی تک کوئی

ایسا موقع ہاتھ نہیں آ سکا تھا جب مونیکا بھی ساتھ نہ ہوتی۔ اُردو میں گفتگو ہو سکتی تھی لیکن مونیکا جان کو آ جاتی۔ جیسے ہی اُردو میں گفتگو کرتے وہ چیخنے لگتی۔

"یقیناً تم لوگ میرے خلاف کوئی سازش کرو گے۔" بس بات جہاں تہاں رہ جاتی۔

صفدر نے ایک طویل سانس لی اور سگریٹ کے ہلکے ہلکے کش لینے لگا۔ اجالے کا ملگجا پن دور ہوتا جا رہا تھا اور اُفق کی سرخی پہلے سے زیادہ گہری ہو گئی تھی۔

دفعتاً خیموں کی جانب سے شور سنائی دیا۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے سب بیک وقت بولنے لگے ہوں۔ پھر جوزف دکھائی دیا جو تیزی سے صفدر ہی کی طرف آ رہا تھا۔

قریب پہنچ کر اس نے فوجیوں کے سے انداز میں ایڑیاں بجائی تھیں اور سیدھا کھڑا ہو گیا تھا۔

"کیا بات ہے؟" صفدر نے پوچھا

"عورت!" جوزف نے بسورنے کے سے انداز میں منہ بنالیا۔

"کیا مطلب؟"

"اس عورت نے یہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا جسے میں ماسٹر ٹوٹی کہتا تھا۔"

"اوہاں! کیا وہ عورت بن گیا۔؟"

"میں اسے پسند نہیں کرتا مسٹر صفدر۔ لیکن باس کو کون سمجھائے۔ آخر اس منحوس عورت کو یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی سے تتری کی چھپکلی چمٹی ہوئی ہے۔ ایسی عورتیں منحوس ہوتی ہیں مسٹر صفدر۔ تباہی لائے گی وہ۔ سولھویں کا چاند ہونے دو خود دیکھ لینا۔ وہ چمگادڑ جھپٹے گی اس پر جو آدھی کالی اور آدھی سفید ہوتی ہے.... ہولی فادر...."

اس نے انگلیوں سے کراس بنایا اور ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑاتا رہا۔

صفدر نے سگریٹ کے آخری کش لئے اور اس کو اچھالتا ہوا بولا "کیا وہ ان سب کے سامنے آ گئی ہے؟"

"آ گئی ہے اور وہ اس طرح خوش ہو رہے ہیں جیسے اس سے ناچنے کو کہیں گے" ہام اس کے گرد ناچ رہا ہے اور مورن کہتا ہے کہ وہ اسے اپنے ہاتھوں ہی سے قتل کر دے۔ یہ کتے کے پلّے خود کو مرد کہتے ہیں۔"

"تمہارا باس کیا کر رہا ہے؟" صفدر نے پوچھا

" وہ عبادت میں مشغول ہو گیا ہے۔" جوزف نے بڑی عقیدت سے کہا۔ عبادت کا مطلب یہی تھا کہ عمران سر کے بل کھڑا ہو گیا ہو گا۔

" جو کچھ بھی ہو رہا ہے بہت بُرا ہے۔" جوزف نے تھوڑی دیر بعد کہا۔" عورت نے مورن اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھ کھلوا دیئے ہیں۔ مورن اور ہام نے سمجھوتہ کر لیا ہے۔"

" یہ اچھا نہیں ہوا۔" صفدر اٹھتا ہوا بولا۔

" کوئی نہیں جانتا کہ ان جنگلوں کے پیچھے کیا ہے۔" جوزف نے دوسری طرف ہاتھ اٹھا کر کہا" باس نے اگر دھوکا کھایا تو ہماری ہڈیوں تک کا بھی پتہ نہیں چلے گا۔"

صفدر خیموں کی جانب چل پڑا تھا۔ جوزف کہتا رہا" نہیں کہا جا سکتا کہ ادھر کیسے لوگ ملیں گے۔ مجھے اس جنگل سے خون ہی خون کی بو آ رہی ہے پچھلی رات وہ آوازیں سن کر تو میں یہی سمجھا تھا کہ میں ان لوگوں کو سمجھ سکوں گا۔ مگر وہ تو مورن کا فراڈ تھا... اوہ.... مگر الائٹ کا کیا قصہ تھا مسٹر صفدر؟"

" میں نہیں جانتا۔ اس نے مجھے نہیں بتایا تھا۔" صفدر نے جواب دیا۔

خیمے میں پہنچ کر اس نے مونیکا کو اپنے اصلی روپ میں دیکھا اور وہ سب بے حد خوش نظر آئے۔ البتہ عمران ایک گوشے میں بُرا سا منہ بنائے بیٹھا تھا اور ڈیزی بھی اس کے قریب ہی تھی ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے یہ دونوں دوسروں سے بیزار ہو کر الگ جا بیٹھے ہوں۔" آؤ آؤ.... تم لوگ کہاں تھے لیڈی مونیکا کے مخصوص ساتھیو؟"

صفدر نے مونیکا کیطرف دیکھا جو ایسے ہی انداز میں کھڑی تھی جیسے وہ سب اسکے غلام ہوں۔ پھر صفدر عمران کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے مورن کی گرمجوشی پر سر کو خفیف سی جنبش دی تھی۔ جوزف جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔

ڈیزی عمران سے آہستہ آہستہ پوچھ رہی تھی" بتاؤ یہ عورت کون ہے۔ کیا وہی مونیکا جو پورٹ سعید میں بڑی شہرت رکھتی تھی۔"

" خدا جانے۔" عمران بڑبڑایا۔" اگر کچھ دیر بعد میں بھی عورت ہو گیا تو دنیا کا نقشہ بدل جائے گا۔"

" تم نہیں جانتے تھے کہ یہ کوئی عورت ہے۔"

" جانتا تو مر ہی گیا ہوتا۔"

"کیوں؟"

"عورتوں سے ڈر لگتا ہے مجھے۔" عمران ایک طرف کھسکتا ہوا بولا پھر صفدر کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔

" بیٹھو بیٹھو۔ تم یہاں بیٹھو۔ میں ذرا اپنی یادداشت درست کر آؤں۔"

" تم اسی کے ساتھیوں میں سے ہو؟"

" ہاں!" صفدر نے لاپروائی سے جواب دیا

" یہ کیسا آدمی ہے؟"

" اس سے پوچھنا میں نہیں جانتا... لیکن کیوں؟"

" کچھ نہیں۔ اس کی باتیں عجیب ہوتی ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتیں اب وہ اپنی یادداشت درست کرنے گیا ہے۔ کیا مطلب ہوا اس کا؟"

" موسیو صفدر!" مونیکا نے اُسے آواز دی اور وہ ڈیزی کی بات کا جواب دیئے بغیر اس کی طرف مڑ گیا۔

" قریب آؤ۔ مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔"

صفدر آگے بڑھ گیا۔ مونیکا چند لمحے اسے دیکھتی رہی پھر بولی " اسے سمجھاؤ۔"

" کسے سمجھاؤں؟"

" اپنے ساتھی کو۔ کبھی وہ ہوش کی باتیں کرتا ہے کبھی پاگلوں کی سی۔"

" میرا خیال ہے کہ تم خود ہی بہتر طور سمجھا سکو گی۔ اب یہی دیکھو وہ جورات ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے اس وقت...."

" شش! میں اس کی بات کر رہی ہوں۔ کیا مجھے اس کے متعلق کچھ بتا سکو گے؟"

" کیا پوچھنا چاہتی ہو؟"

" کیا تمہیں اس کی لیڈر شپ پر پورا اعتماد ہے؟"

" قطعی غیر ضروری سوال ہے۔"

" موسیو صفدر میں الجھن میں ہوں۔"

یہ گفتگو اتنی آہستگی سے ہو رہی تھی کہ دوسروں تک آوازوں کے پہنچنے کا امکان نہیں تھا۔

"وہ دوسروں کو الجھن میں مبتلا رکھنے کا عادی ہے اس کی اصلاح ناممکن ہے۔"

" وہ جو کچھ بھی کہتا ہے اسے سمجھنے نہیں دیتا۔ جب کچھ کر گزرتا ہے تو بات سمجھ میں آتی ہے۔ مثلاً شائد ابھی اس نے تم سے یہی تو کہا تھا کہ وہ اپنی یادداشت درست کرنے جا رہا ہے۔ اس کا مطلب سمجھا دو مجھے۔"

مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ تم سبھوں کی یادداشت درست کر کے نہ رکھ دے۔"

" کیا مطلب؟" مونیکا نے کہا اور پھر یک بیک اچھل پڑی۔ "یہ آواز کیسی.... اوہ!"

اور پھر صفدر نے اسے تیزی سے آگے بڑھ کر باہر نکلتے دیکھا اس کے بعد سبھی باہر آ گئے۔

مونیکا اس چٹان کی طرف دوڑی جا رہی تھی جہاں سے ساحل نظر آ رہا تھا۔

" اوہ۔ یہ کیا۔" الفاظ چیخ ہی کی شکل میں زبان سے نکلے تھے۔

چٹان کے سرے پر رک کر وہ دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے چیخ رہی تھی.... او دیوانے یہ کیا ہو رہا ہے۔"

دخانی کشتی سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی آگے بڑھتی جا رہی تھی پھر وہ سبھی چیخنے لگے صفدر بوکھلا گیا تھا لیکن پھر بھی اتنا ہوش تو تھا کہ وہ اپنی اور جوزف کی سلامتی کی فکر کر سکتا۔ وہ سب حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہے تھے صفدر نے جوزف کا ہاتھ پکڑ کر خیمے کی طرف دوڑنا شروع کر دیا۔ وہ ان کے سنبھلنے سے پہلے ہی اسلحہ کے ذخیرے پر قبضہ کر لینا چاہتا تھا۔

پتہ نہیں عمران کو کیا سوجھی تھی۔ فوری طور پر صفدر کی سمجھ میں نہ آ سکا۔ اسے تو فی الحال بچاؤ کی فکر تھی۔ وہ جانتا تھا کہ ابھی یہ لوگ پاگل ہو جائیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ مونیکا بھی انہیں کا ساتھ دے۔ عمران سے حرکت ہی ایسی سرزد ہوئی تھی۔

خیمے میں پہنچ کر انہوں نے اسلحہ کے ذخیرے پر قبضہ کر لیا۔ صفدر نے ایک ٹامی گن اٹھائی اور جوزف سے کہا" تم یہیں ٹھہرو۔ میں انہیں خیمے سے دور ہی رکھوں گا۔"

" مگر مسٹر صفدر یہ ہوا کیا؟"

" تمہارا باس کشتی لے بھاگا۔ اب وہ ہمارے خون کے پیاسے ہو جائیں گے۔"

" مگر باس نے ایسا کیا ہی کیوں؟"

" اوہ ختم کرو۔ انہیں اسلحہ سے دور ہی رکھنا ہے۔ ہوشیار رہنا۔" صفدر نے کہا اور باہر نکل آیا۔

وہ شور مچاتے واپس ہو رہے تھے۔ صفدر پر نظر پڑتے ہی ان کے جوش و خروش میں اضافہ ہو گیا۔

" ٹھہرو!" صفدر نے ٹامی گن کو جنبش دی۔

وہ تو رک گئے لیکن انکی زبانیں نہ رکیں۔ حلق پھاڑ رہے تھے گالیاں دے رہے تھے۔ دفعتاً مونیکا آگے بڑھ کر چیخی۔ " یہ کیا بیہودگی ہے.... ایسا کیوں ہوا....؟"

" انہیں چپ کراؤ۔ میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کروں گا۔" صفدر نے چیخ کر کہا۔ چیخنا یوں پڑا تھا کہ اس شور میں اس کی آواز مونیکا تک پہنچ سکے۔

بمشکل تمام وہ خاموش ہوئے اور مونیکا پھر صفدر کی طرف مڑی۔

" وہ اپنی یادداشت درست کرنے گیا ہے۔" صفدر نے کہا۔

" کیا بکواس ہے۔"

" اس نے یہی کہا تھا تم خود بھی سن چکی ہو۔ اے تم دونوں کہاں چلے۔ اپنی جگہ پر ٹھہرو"

وہ دونوں آدمی رک گئے جو بھیڑ سے کٹ کر کسی اور طرف نکل جانا چاہتے تھے۔

" کیا تم بھی اسی کی طرح پاگل ہو گئے ہو۔ ٹامی گن زمین پر ڈال دو۔" مونیکا نے نرم لہجے میں کہا۔

" اس سے زیادہ عقلمندی مجھ سے پہلے کبھی نہیں سرزد ہوئی۔" صفدر مسکرایا" اگر ذرا سی بھی غفلت کرتا تو یہ بھیڑیے پل بھر میں ہماری تکا بوٹی کر ڈالتے۔"

" آخر مقصد کیا ہے اس کا؟"

" وہ ہمیں یہاں چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ واپس آئے گا۔ کیوں گیا ہے؟ اس سے اتنا ہی لاعلم میں بھی ہوں جتنی کہ تم ہو سکتی ہو۔ ان لوگوں کو سمجھاؤ اور قابو میں رکھو وہ واپس آئے گا اور میں نے جو کچھ بھی کیا ہے ذاتی تحفظ کے لئے کیا ہے۔"

" اگر کوئی اسکیم تھی تو اس نے مجھے آگاہ کیوں نہیں کیا۔"

" تم سے پہلے مجھے آگاہ کرنا چاہئے تھا۔" صفدر بولا۔

" خیر ختم کرو۔ مجھے بھی یقین ہے کہ وہ کم از کم مجھے دھوکہ دینے کی کوشش نہیں کرے گا ٹامی گن زمین پر ڈال دو۔"

" اس کی واپسی سے پہلے ناممکن ہے مونیکا۔"

" تم مجھے حکم دو مونیکا۔ میں اس سے گن چھین لیتا ہوں۔" مورن آگے بڑھ کر بولا۔

"اپنی شامت نہ بلاؤ.... پیچھے ہٹو۔" صفدر غرایا۔

"نہیں!" مونیکا نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "اس کی ضرورت نہیں ہے مجھے یقین ہے کہ وہ واپس آئے گا۔ اور اسے بھی اپنا دشمن نہ سمجھو۔ اس نے مجبوراً ایسا کیا ہے۔ خود مجھے اس شدت سے غصہ آیا تھا کہ ان دونوں کی دھجیاں اڑا دیتی۔"

کوئی کچھ نہ بولا۔

صفدر نے انہیں اس خیمے میں جانے کو کہا جہاں صرف کھانے پینے کا سامان تھا۔

اس نے انہیں تو کسی حد تک مطمئن کر دیا تھا لیکن خود دل ہی دل میں عمران کو بُرا بھلا کہتا رہا تھا۔ اس حماقت کی بھی سند نہیں تھی۔ خود بھی خطرے میں پڑا تھا اور انہیں بھی خطرے میں ڈال گیا تھا۔ مقصد کچھ بھی نہ رہا ہو۔ طریق کار صفدر کی دانست میں لغو تھا۔

کچھ دیر بعد مونیکا پھر خیمے سے بر آمد ہوئی۔ وہ تنہا تھی۔ صفدر ایسی جگہ کھڑا خیمے کی نگرانی کر رہا تھا جہاں سے چاروں طرف نظر رکھ سکتا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ ذرا سی بھی غفلت جہنم ہی میں پہنچا دے گی۔

"دیکھو صفدر! یہ بہت بُرا ہو رہا ہے۔" مونیکا نے کہا

"پھر بتاؤ میں کیا کروں۔ وہ تو اسی قسم کا آدمی ہے۔"

"اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ تم دونوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ جائیں گی۔"

"وہ خطرات کا کیڑا ہے اور اپنے ساتھیوں کو بھی ایسا ہی دیکھنا چاہتا ہے۔ اسے تم ہمیشہ اونگھتا ہوا پاؤ گی لیکن اس کے ساتھیوں کو اسی طرح جاگتے رہنا پڑتا ہے جیسے تلوار کی دھار پر چل رہے ہوں۔ آہا.... ٹھہرو.... قریب آؤ.... میں تمہیں بتاؤں۔"

صفدر نے محسوس کیا کہ مونیکا ہچکچا رہی ہے۔

"ڈرو نہیں.... آؤ...."

"بکو مت.... میں ڈروں گی؟" مونیکا نے جھنجھلا کر کہا اور اس کی طرف بڑھتی چلی آئی۔

"دیکھو! کیا یہ ضروری ہے کہ ہم اسی جگہ اترے ہوں جہاں سے ہمیں سفر شروع کرنا ہے؟" صفدر نے آہستہ سے کہا۔

"یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"یہ لوگ اپنی راہ کا تعین بھی نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ اس کا انحصار لاکٹ پر تھا۔"

"ٹھیک ہے۔"

"ہمارا ساتھی جانتا ہے کہ سفر کہاں سے شروع کرنا ہے کیونکہ تمہارے کاغذات میں راہ کی نشاندہی موجود ہے لیکن وہ یہاں اترنے سے پہلے انہیں مشورہ نہیں دے سکتا تھا۔"

"ہاں چلو..... یہ بھی درست ہے۔"

"اب اسے یہ ظاہر کرنا ہے کہ لاکٹ والے نقشے کے مطابق سفر جاری ہے اس لئے کیا یہ ضروری نہیں ہے کہ پہلے ہی سے وہ جگہ دریافت کر لی جائے جہاں سے سفر شروع کرنا ہے۔ اگر وہ اپنا ارادہ ظاہر کرتا تو موران اور پام بھی ساتھ جانے پر بضد ہوتے اور انہیں کسی طرح بھی نہ روکا جا سکتا۔ لیکن ان کی موجودگی میں بھلا تمہارے کاغذات کیسے نکالے جا سکتے۔ ان کاغذات میں راہ کی نشاندہی کسی نقشے کی شکل میں نہیں کی گئی بلکہ اس کا بیان ایک سفر نامے کی صورت میں کئی صفحات پر مشتمل ہے پھر بتاؤ انہیں کیسے یقین دلایا جا سکتا کہ اتنے صفحات اس ننھے سے لاکٹ سے برآمد ہوئے ہوں گے..... بات سمجھ رہی ہو نا میری؟۔"

مونیکا نے ایک طویل سانس لی۔

تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔

"ایسا آدمی آج تک میری نظروں سے نہیں گذرا۔ تم ٹھیک کہتے ہو، یہی بات ہوگی۔ مگر پھر وہ اتنا احمق کیوں نظر آتا ہے۔ یہی خدشہ رہتا ہے کہ کہیں کوئی بڑی حماقت نہ کر بیٹھے۔"

"احمق بھی ہے۔" صفدر مسکرایا

"اس کی حرکتیں مجھے غصہ دلاتی ہیں۔"

"ان کی طرف دھیان ہی نہ دو..... او ہاں..... ٹھہرو..... کیا تمہیں یقین ہے کہ موران اور تمہیں دھوکا نہیں دیں گے۔"

"یہ مجھ پر چھوڑ دو۔" مونیکا مسکرائی۔ "سرکش ترین مرد بھی ان قدموں پر جھک جاتے ہیں۔"

"تب تو میرا ساتھی یقینی طور پر تمہارے لئے کافی تکلیف دہ ثابت ہو رہا ہوگا۔"

"میں اسے آدمی ہی نہیں سمجھتی۔" مونیکا نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

صفدر خاموش ہو گیا تھا۔ مونیکا بھی چپ چاپ کھڑی کچھ سوچتی رہی۔

" یک بیک اس نے مسکرا کر کہا" تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہو۔ اگر میں نے اشارہ بھی کر دیا ہوتا تو وہ تمہیں اس حال میں بھی زندہ نہ چھوڑتے۔ خیمے کے اندر ایک رائفل موجود ہے۔ کچھ راؤنڈ بھی ہیں۔ مورن بضد تھا کہ تمہیں گولی مار دے گا۔ مگر میں نے روک دیا۔"

" اس لئے میں ٹامی گن تمہارے حوالے کردوں۔" صفدر مسکرایا۔

" اوہ تم شائد جھوٹ سمجھتے ہو۔" مونیکا نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر مورن کو آواز دے کر کہا کہ وہ رائفل سمیت باہر آ جائے۔

مورن نے دیر نہیں لگائی۔ سچ مچ اس کے ہاتھوں میں رائفل تھی۔ مونیکا نے کہا کہ وہ ایک ہوائی فائر کر کے اسے دکھائے۔

صفدر اتنا احمق نہیں تھا کہ ہوائی فائر کا منظر دیکھنے کے لئے ہمہ تن توجہ ہو جاتا۔ اسے یقین تھا کہ مورن اسی پر فائر کرے گا۔

مگر ایسا نہیں ہوا۔ وہ سچ مچ ہوائی فائر ہی تھا اور فائر کرنے کے بعد رائفل کی نالی جھکا دی گئی تھی۔

ٹھیک اسی وقت دوسرے خیمے سے جوزف کی آواز آئی "مسٹر صفدر ہوشیار.... ہوشیار.... میں گوریلوں کی آوازیں سن رہا ہوں۔"

" گوریلے!" مورن اچھل پڑا۔ اور صفدر نے ٹامی گن مونیکا کی طرف بڑھا دی" میں نے تو کسی قسم کی آوازیں نہیں سنی۔" مونیکا بڑبڑائی۔

صفدر نے جوزف کو آواز دی اور وہ خیمے سے نکل کر دوڑتا ہوا ان کی طرف آیا۔

" گوریلے.... گوریلے...." وہ ہانپتا ہوا بولا۔

" تم نے کب سے نہیں پی۔" صفدر نے پوچھا۔

" اوہ.... میں غلط نہیں کہہ رہا۔"

" ہم نے تو کسی قسم کی بھی آواز نہیں سنی۔" مونیکا بولی۔

" ابھی وہ بہت دور ہیں.... اوہ.... وہ دیکھو.... سنا...." ہوا کے جھونکے کے ساتھ ہلکے سے شور کی آواز آئی تھی۔ مونیکا صفدر کی طرف دیکھنے لگی۔

" میں نہیں سمجھ سکتا۔" صفدر نے شانوں کو جنبش دی" البتہ اسے جنگلوں کا تجربہ ہے۔"

" اگر وہ گوریلے نہ ہوں تو مجھ پر آسمان کی بلائیں نازل ہوں۔" جوزف جھنجھلا گیا۔

"پھر ہمیں کیا کرنا چاہئے۔" مورن نے اس سے پوچھا

"بس ہوشیار رہو۔ شاید ان کا رخ اسی طرف ہو جائے۔"

پھر بڑی جلدی میں اسلحہ تقسیم کیا گیا اور وہ سب اس نئی افتادہ کے لئے تیار ہو گئے۔

آوازیں کبھی دور کی معلوم ہوتیں اور کبھی قریب کی.... جوزف سمت کا تعین کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

جہاں انہوں نے خیمے نصب کئے تھے وہاں سے تقریباً دو ڈھائی سو گز کے فاصلے پر ایک خشک نالا تھا اور اس کے بعد ہی سے پھر چڑھائی شروع ہو گئی تھی اور جنگل بتدریج گھنا ہوتا چلا گیا تھا۔

وہ خیموں کے گرد پھیل گئے۔ ڈیزی بری طرح بلک رہی تھی۔ مونیکا خاموش تھی۔ ہونٹ بھینچے ہوئے تھے لیکن چہرے سے خوف نہیں ظاہر ہو رہا تھا۔

جوزف ٹامی گن لے کر ایک درخت پر چڑھ گیا تھا۔

یک بیک اس نے جنگل کی طرف فائرنگ شروع کر دی لیکن دوسرے ہی لمحے میں پارٹی کا ایک آدمی چیخ مار کر ڈھیر ہو گیا۔

"کور.... کور....!" صفدر چیخا۔ لیکن جتنی دیر میں وہ سنبھلتے ایک اور گرا۔ پھر تو بھگدڑ مچ گئی اور صفدر نے چیخ کر کہا۔ "احمقو! ادھر سے کوئی فائرنگ کر رہا ہے۔"

مگر کون سنتا۔ وہ سب دوسری طرف نشیب میں اترتے چلے گئے۔ جوزف نے درخت پر سے فائرنگ روک دی تھی۔

مورن بھی بھاگ نکلا تھا۔ صرف ہام اور مونیکا وہاں رہ گئے۔ صفدر اب بھی اسی جانب فائر کر رہا تھا جدھر سے آئی ہوئی گولیوں نے پارٹی کے دو افراد کو ٹھکانے لگا دیا تھا۔

"وہ کون ہو سکتا ہے؟" مونیکا بڑبڑائی۔

اتنے میں صفدر نے جوزف کو درخت سے اترتے دیکھا۔ وہ نہایت اطمینان سے نیچے آیا اور ان کے قریب پہنچ کر بولا۔ "وہ کوئی بھی رہا ہو۔ میں نے اسے مار لیا ہے۔"

"مگر کون....؟ یہاں اس ویرانے میں؟" مونیکا حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بڑبڑائی۔

"پتہ نہیں؟" جوزف دوسری طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ادھر جھاڑیوں میں کوئی چیز ہلتی ہوئی نظر آئی تھی۔ میں سمجھا شائد اب وہ چپ چاپ آگے بڑھ رہے ہیں... مگر... اوہ... یہ

دونوں..؟"

وہ بڑی تیزی سے ان دونوں کی طرف جھپٹا تھا جواب غالباً ٹھنڈے ہو چکے تھے اس نے جھک کر دیکھا اور پھر سیدھے کھڑے ہو کر ہاتھوں سے سینے پر کراس بنایا۔

" یہ بہت بُرا ہوا۔" اس نے کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں کہا" ہم میں سے دو کم ہو گئے۔" پھر ہام سے بولا۔" اپنے آدمیوں کو سمجھاؤ۔ یہ جنگل ہے اگر اسی طرح.... بدحواس ہو کر بھاگتے رہے تو ایک بھی زندہ نہ بچے گا۔"

" آخر یہ کون ہو سکتا ہے؟" مونیکا نالے کے پار والی جھاڑیوں کو گھورتی ہوئی بولی۔

" جاؤ دیکھو۔" صفدر نے ہام کو مخاطب کیا" کہیں وہ بوکھلاہٹ میں سمندر ہی میں چھلانگیں لگانا شروع نہ کر دیں۔"

" ان کے لئے یہی بہتر ہو گا۔" ہام نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

" جاؤ! ہم ادھر دیکھتے ہیں۔" صفدر بولا۔

ہام دوسری طرف مڑ گیا۔

" تم یہیں ٹھہرو مونیکا کے پاس۔" صفدر نے جوزف سے کہا" میں ادھر جا رہا ہوں۔"

" شکریہ! میں اپنی حفاظت خود ہی کر سکتی ہوں۔ ویسے میں بھی چل رہی ہوں تمہارے ساتھ۔"

بالآخر وہ تینوں ہی نالے میں اُتر گئے۔ لیکن دوسری طرف پہنچنے کے لئے انہیں کچھ دور نالے ہی میں چلنا پڑا۔ نالا کافی گہرا تھا۔ اگر خشک نہ ہوتا تو وہ دوسری طرف پہنچ ہی نہ سکتے۔ کیونکہ اس کی چوڑائی بھی آٹھ یا دس فٹ سے کم نہیں تھی۔

جھاڑیوں کے قریب پہنچ کر وہ رک گئے۔ چاروں طرف سناٹا تھا۔

" یہاں اس جگہ میں نے یہاں کوئی چیز دیکھی تھی۔" جوزف نے جھاڑیوں کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

پھر صفدر نے دور تک جھاڑیوں کو چھان مارا۔ لیکن نہ تو کوئی لاش دکھائی دی اور نہ اس کا اندازہ ہو سکا کہ وہاں کچھ دیر پہلے کوئی چھپا رہا ہو گا۔

" اوہ!" صفدر یک بیک چونک کر بڑبڑایا" کہیں ہم دھوکہ نہ کھا گئے ہوں!"

" کیا مطلب؟" مونیکا اچھل کر پیچھے ہٹتی ہوئی بولی۔

" واپس چلو۔" صفدر نالے کی طرف دوڑتا ہوا بولا۔ مونیکا اور جوزف بھی اس کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ نالا پار کر کے صفدر رک گیا۔ وہ اس خیمے کو گھور رہا تھا۔ جس میں کچھ دیر پہلے بام اور اس کے ساتھیوں کو روکے رکھا تھا۔

" کیا بات ہے؟" مونیکا نے آہستہ سے پوچھا۔

" کوئی خیمے کے اندر گیا ہے لیکن وہ ہمارے آدمیوں میں سے نہیں تھا کیونکہ اس کے جسم پر چیتھڑے جھول رہے تھے۔

" تم لوگ یہیں ٹھہرو۔ میں دیکھتا ہوں۔" جوزف آگے بڑھتا ہوا بولا۔

وہ ٹامی گن سنبھالتے ہوئے بہت احتیاط سے آگے بڑھنے لگا۔ صفدر اور مونیکا وہیں کھڑے رہے۔

خیمے کے در کا پردہ گرا ہوا تھا۔

جیسے ہی جوزف قریب پہنچا اندر سے آواز آئی۔" خبردار اگر کوئی اندر آیا تو گولی مار دوں گا۔"

جملہ انگریزی میں ادا کیا گیا تھا اور آواز سے زیادہ وہ کسی درندے کی غراہٹ ہی معلوم ہوئی تھی۔

" بھاگ جاؤ.... جاؤ!" پھر کہا گیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے بولنے والا جلدی جلدی حلق سے کچھ اتار رہا ہو۔

صفدر اور مونیکا آہستہ آہستہ قریب آگئے تھے انہوں نے اندر سے بولنے والے کی آواز بھی سنی تھی۔ صفدر نے جوزف کو اشارہ کیا کہ وہ وہیں ٹھہرے اور خود پنجوں کے بل چلتا ہوا خیمے کی پشت پر آیا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ سینے کے بل زمین پر تھا۔

قنات کا نچلا حصہ اوپر اٹھانے میں دشواری نہ ہوئی۔ اس نے اسے صاف دیکھا۔ پشت صفدر ہی کی طرف تھی۔ وہ دوزانوں بیٹھا جلدی جلدی کچھ کھا رہا تھا۔ قریب ہی رائفل پڑی ہوئی تھی۔

صفدر بہ آہستگی اندر رینگ گیا۔

وہ اتنا محو تھا کہ شائد کپڑوں کی سرسراہٹ بھی نہ سن سکا۔

یک بیک صفدر نے اس پر چھلانگ لگائی۔ اور وہ کسی تلملاتے کتے ہی کی طرح غرا کر پلٹ پڑا۔

اگر صفدر نے اس کی ناک پر گھونسہ رسید نہ کر دیا ہوتا تو اسے ہفتوں اپنے داہنے شانے پر رونا پڑتا۔ شکستہ حال اجنبی نے ایسے ہی خونخوار انداز میں اس کے شانے پر منہ مارا تھا۔

وہ بالکل درندوں ہی کی طرح غرایا اور لڑتا رہا لیکن اس کا منہ اب بھی چل رہا تھا۔ نوالہ اتنا بڑا

تھا کہ دونوں گال پھولے ہوئے تھے۔اتنے میں جوزف اور مونیکا بھی اندر گھس آئے اور وہ وحشت زدہ آدمی جلد ہی قابو میں کر لیا گیا۔

لیکن کیا وہ ہوش میں تھا۔ صفدر اسے متحیرانہ انداز میں دیکھ رہا تھا۔

اب اس وقت پوزیشن یہ تھی کہ جوزف نے اسے دونوں ہاتھوں سے جکڑ رکھا تھا لیکن وہ اس سے نپٹنے کی بجائے ان روٹیوں پر ہاتھ مارنے کے لئے زور کر رہا تھا جو اپنے کھانے کے لئے اس نے باسکٹ سے نکالی تھیں۔

" اوہو! بھوکا ہے۔" مونیکا بولی "چھوڑ دو! کھا لینے دو۔"

" چھوڑ دوں.... کھا لینے دوں؟" جوزف آنکھیں نکال کر دھاڑا۔

" چھوڑ دو!" صفدر نے مونیکا کی تائید کی۔

جوزف کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور وہ خود کو چھڑا کر روٹیوں پر ٹوٹ پڑا۔ مونیکا اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ وہ یورپین تھا۔ لیکن رنگت مٹیالی سی ہو کر رہ گئی تھی! سر اور داڑھی کے بال بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے۔ لباس کو اگر چیتھڑوں کا ڈھیر کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

وہ اس طرح روٹی کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر منہ تک لے جاتا تھا جیسے خدشہ ہو کہ کہیں وہ چھوٹ کر ہوا میں نہ اڑ جائے۔

مونیکا نے اسے سالٹ میٹ کے بھی کچھ ٹکڑے دیئے جو شکریہ ادا کئے بغیر اس کے ہاتھ سے جھپٹ لئے گئے تھے۔

وہ تینوں ہی اسے تحیر آمیز دلچسپی سے دیکھتے رہے۔ وحشی کو شائد اس کی بھی پرواہ نہیں تھی کہ وہ کچھ ہی دیر پہلے ان کے دو ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا ہے!



کشتی کچھ دور تک تو اسی طرح چلتی رہی کہ اسٹروکر اسے واپسی ہی کا سفر سمجھا یعنی وہ ہر لحظہ جزیرے سے دور ہوتی جا رہی تھی لیکن پھر یک بیک عمران نے کہا" اب پھر داہنی جانب موڑ لو پیارے!"

" کیوں!" اسٹروکر کے لہجے میں حیرت تھی۔

" ابھی کام ختم نہیں ہوا۔" عمران نے جواب دیا

"اوہ تو کیا ہام ابھی زندہ ہے؟"

"فی الحال اسے زندہ رکھنا ہی پڑے گا۔ گاسکر نے تمہیں تفصیل سے نہیں بتایا تھا.... مگر کیوں بتاتا.... ضرورت ہی کیا تھی۔"

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔" اسٹروکر بولا۔

"اپنی باتیں اکثر خود میری ہی سمجھ میں نہیں آتیں لہذا تم اس کی پرواہ نہ کرو۔ ابھی تو ہام کو بے بس کر کے گاسکر کے حق میں اس سے ایک تحریر لینی ہے۔"

"دیکھو وہ لوگ شور کیوں مچا رہے ہیں؟"

عمران ساحل کی طرف مڑا۔ اور اس کے ہونٹوں پر ایک شریری سی مسکراہٹ نظر آئی وہ ہاتھ ہلا ہلا کر چیخ رہے تھے۔ عمران بھی ہاتھ ہلا کر چیخا تھا۔ "ہاں۔ ہاں۔ میں چیونگم کے پیکٹ پورٹ سعید میں بھول آیا ہوں۔ ذرا دوڑ کر لیتا آؤں۔"

"کیا بات ہوئی۔" اسٹروکر نے حیرت سے کہا۔

"لو!" عمران جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکال کر اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا "میں تو یونہی مذاق کر رہا تھا۔ آدھا پیکٹ بھی وہاں نہیں چھوڑا تھا۔ ہاں ٹھیک ہے کنارے پہنچ کر کنارے ہی کنارے چلتے رہو۔"

"آخر مقصد کیا ہے؟"

"کیا تم کو علم ہے کہ ہام یہاں کیوں آیا ہے؟"

"فلم کی شوٹنگ کے لئے۔"

"آہا....! یہ تم صرف اس لئے کہہ رہے ہو کہ تم نے رات کشتی ہی پر بسر کی تھی اور ہنگامے کی آوازیں بھی تم تک نہیں پہنچی تھیں۔"

"کیسا ہنگامہ.... میں نہیں سمجھا۔"

عمران نے پچھلی رات کی کہانی دہرائی جسے وہ متحیرانہ انداز میں سنتا رہا۔ پھر بولا "وہ لاکٹ کیسا تھا۔"

"شاید اس کی قیمت کروڑوں تک جا پہنچے۔ لڑکی کا باپ ان قزاقوں میں سے تھا جو افریقہ کے سواحل پر لوٹ مار کیا کرتے تھے۔ کروڑوں کی قیمت کا مال انہوں نے اسی جزیرے میں دفن کیا

تھا۔ اس لاکٹ میں ایسے ہی دفینے کا نقشہ ہے اور یہ لاکٹ لڑکی کو اپنے باپ سے ملا تھا۔"

" اوہ تو وہ فلم کا قضیہ بکواس تھا۔"

" سو فیصدی بکواس.... پیارے دوست!"

" تو اب وہ لاکٹ ہام کے پاس ہے یا مورن ہی کے قبضے میں ہے۔"

" وہ میرے پاس ہے اور اب وہ لوگ لیڈی مونیکا کے تحت کام کریں گے۔"

" لیڈی مونیکا!" اسٹروکر نے حیرت سے کہا۔ " کیا کہہ رہے ہو؟"

" ہاہا۔ تم مذاق سمجھتے ہو۔ ہم چاروں میں سے ایک وہ بھی تھی۔"

" ضرور تم نشے میں ہو۔" اسٹروکر نے قہقہہ لگایا۔

" واپسی پر دیکھ لینا۔ کیا تمہیں وہ نوجوان لڑکا یاد نہیں جو ہر وقت اپنی کھوپڑی پر چمڑے کا خود منڈھے رہتا تھا۔ حتیٰ کہ سوتے وقت بھی تم نے وہ خود اس کے سر ہی پر دیکھا ہوگا۔"

" ارے ہاں! میں نے ایک بار اسے ٹوکا بھی تھا۔"

" وہ لیڈی مونیکا ہی تھی۔"

" اوہو تو کیا مجھے مونیکا کی شکل بھی یاد نہیں۔ دور ہی سے سہی لیکن میں نے اسے سینکڑوں بار دیکھا ہے۔"

" وہ میک اَپ میں تھی واپسی پر پھر دیکھ لینا اب اس نے خود کو ظاہر کر دیا ہے۔"

" اوہ.... اوہ.... مجھے کتنی تمنا تھی کہ اسے قریب سے دیکھوں لیکن اگر یہ جھوٹ نکلا تو اچھا نہ ہوگا۔"

" جو عاشق کی سزا وہ میری سزا۔"

" ہائے۔ کتنے اس کے عشق میں مبتلا ہیں۔" اسٹروکر نے ٹھنڈی سانس لی۔

" وہ سب یہاں ملیریا میں مبتلا ہو جائیں گے۔ مجھے یقین ہے... اوہ دیکھو... بائیں جانب!"

" کیا.... اس دراڑ میں؟" اسٹروکر نے حیرت سے کہا۔

" ہاں۔ دیکھو کیا یہ کشتی نما نہیں ہے؟"

" ہے تو"

" بس پھر نقشے کے مطابق یہیں سے سفر شروع کرنا ہے۔ ہم وہاں سے تقریباً تین یا چار

میل آگے ضرور نکل آئے ہوں گے۔"

اسٹروکر نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ کشتی کو دراڑ میں موڑ رہا تھا۔ دراڑ اتنی کشادہ تھی کہ اس جیسی تین کشتیاں برابر سے چل سکتی تھیں لیکن آگے چل کر بتدریج تنگ ہوتے ہوتے بالآخر کشتی کی سی شکل اختیار کر گئی تھی جس کے بعد راستہ مسدود تھا۔ ویسے ڈھلان ایسی تھی کہ اسے طے کر کے اوپر پہنچا جا سکتا تھا۔

عمران نے کاغذات کا تھیلا کھول ڈالا تھا۔ کبھی کاغذات پر نظر ڈالتا اور کبھی چاروں طرف دیکھنے لگتا۔

دراڑ دو یا ڈھائی فرلانگ لمبی ضرور رہی ہو گی۔ کشتی آگے بڑھتی ہی جا رہی تھی کہ یک بیک بائیں جانب ایک دراڑ پھر نظر آئی اور کشتی کو پانی کے ریلے سے بچانے کے لئے داہنی جانب ہٹانا پڑا۔ شاید یہ کسی دریا کا دہانہ تھا۔

" بس یہی راستہ ہے۔" عمران نے پُر مسرت لہجے میں کہا لیکن کشتی تو آگے بڑھ گئی تھی۔

اسٹروکر نے کہا" یہ بھی دیکھو کہ بہاؤ کتنا تیز ہے۔ میرا خیال ہے کہ کشتی بہاؤ پر نہ چڑھ سکے گی۔"

" تب پھر ہمیں مجبوراً اوپر چڑھ کر پیدل ہی چلنا پڑے گا۔ بہر حال یہ دریا ہی رہنمائی کر سکتا ہے ڈھلان کے قریب روکنا۔ اوپر جا کر دیکھوں گا کہ دریا کس سمت سے آیا ہے۔"

" لنگر اندازی میں دشواری ہو گی۔ یہاں۔" اسٹروکر نے تشویش کن لہجے میں کہا۔

" کچھ بھی ہو۔ یہ کام تو کرنا ہی ہے۔"

جیسے ہی کشتی دراڑ کے سرے سے ٹکرائی عمران نے چھلانگ لگا دی اور پانی میں گرتے گرتے بچا۔ کاندھے سے ٹامی گن بھی لٹک رہی تھی۔ اسے سنبھالنا دشوار ہو گیا تھا۔ لیکن بہر حال وہ ٹامی گن سمیت خشکی پر پہنچ گیا تھا۔

پانی کی سطح سے دراڑ کی اونچائی کم از کم بیس فٹ ضرور رہی ہو گی اس جگہ کے علاوہ اور کہیں سے اوپر پہنچنا ممکن بھی نہ ہوتا۔ یہی ڈھلوان دراڑ کو کشتی نما بناتی تھی۔ یعنی یہ ڈھلان کشتی کے سرے سے بہت مشابہ تھی۔

عمران اوپر چڑھتا چلا گیا۔

دفعتاً اس نے اسٹروکر کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔" میں کشتی کو دراڑ کے باہر لے جا رہا ہوں۔

یہاں لنگر نہیں ڈالا جاسکتا۔ واپسی پر آواز دے لینا۔

" جاؤ.... جاؤ...." عمران مڑے بغیر ہاتھ ہلا کر بولا۔



وہ روٹیاں ختم کر چکا تھا اور اس کی آنکھوں کی وحشت بھی کسی حد تک دور ہو گئی تھی۔ بس ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے معدہ پُر ہو جانے کے بعد اس پر غنودگی طاری ہو رہی تھی۔

ہام اپنے بھاگے ہوئے ساتھیوں کو واپس لایا تھا اور مونیکا ان پر برس رہی تھی۔ بزدلی پر نفرین کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ وہ عورتوں سے بھی بدتر ہیں۔

" میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" ہورن اجنبی کی طرف ہاتھ اٹھا کر دہاڑا۔

" مگر مار ڈالنے سے پہلے مجھے تھوڑی سی پلادو۔" اجنبی نے ٹھنڈی سانس لی مہینوں ہو گئے ایک ایک قطرے کو ترس رہا ہوں۔"

" تم نے ہمارے دو آدمیوں کو مار ڈالا ہے۔" ہام نے بھی آنکھیں نکالیں۔

" ہاں لیکن میں اب تمہیں جو بات بتاؤں گا وہ ہزار جانوں سے بھی زیادہ قیمتی ہو گی۔ اوہ.... کیا تم مجھے تھوڑی سی شراب نہ دو گے؟"

مونیکا نے جوزف کو اشارہ کیا کہ اس کی یہ خواہش بھی پوری کی جائے۔ جوزف نے جگ میں رم انڈیل کر اس کی طرف بڑھائی۔

" ہا.... خدا تمہیں خوش رکھے۔" اجنبی نے کہا اور جگ اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

" پیو!" مونیکا نے نرم لہجے میں کہا۔ پھر ہام اور مورن کو اس طرح گھورنے لگی جیسے انہیں اس طرزِ تخاطب سے باز رکھنا چاہتی ہو جو اجنبی کیلئے اختیار کیا گیا تھا۔

وہ دونوں پھر کچھ نہیں بولے۔ اجنبی رم کے بڑے بڑے گھونٹ لے رہا تھا ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے شدید پیاس کے عالم میں غیر متوقع طور پر ٹھنڈا پانی ہاتھ آگیا ہو۔ سبھوں کے ہونٹ بند تھے اور نظریں اجنبی پر تھیں جگ خالی کر کے اس نے ایک طرف رکھ دیا۔ کچھ دیر تک سر پکڑے بیٹھا رہا پھر مونیکا کی طرف دیکھنے لگا۔

" تم یہاں کیا کرنے آئی ہو خوبصورت عورت؟" اس نے آہستہ سے پوچھا۔

" یہی میں تم سے پوچھ سکتی ہوں ظاہر ہے کہ تم یہاں کے باشندے نہیں ہو سکتے۔"

" میری بدنصیبی لائی تھی۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔" لیکن میں تمہیں واپس جانے کا مشورہ دونگا۔ مجھے یقین ہے کہ دفینوں کا چکر ہی تمہیں یہاں کھینچ لایا ہے۔"

" میں تمہارے اس خیال کی تردید نہیں کروں گا۔" ہام بولا۔

" واپس جاؤ۔ یہ شیطان کا جزیرہ ہے۔ پاگل ہو کر مر جاؤ گے میں تین ماہ سے جانوروں اور پرندوں کا کچا گوشت کھا رہا ہوں۔ آج تم لوگ نظر آگئے اور میں نے اپنے آخری دو کارتوس بھی ضائع کر دیئے۔"

" مگر تم نے گولی چلائی ہی کیوں؟" مونیکا بولی" تم ہمارے پاس آکر کھانا مانگ سکتے تھے۔"

" میں نے پہل نہیں کی تھی۔ میں تو صرف ان جھاڑیوں میں چھپ کر تمہیں دیکھ رہا تھا کہ مجھ پر گولیاں برسنے لگیں تھیں پتہ نہیں کس طرح میں نے خود کو بچایا تھا۔ میرے خدا، شائد وہ ٹامی گن تھی۔ بس پھر غیر ارادی طور پر میں نے بھی اپنے دونوں کارتوس ضائع کر دیئے تھے۔ نشانہ بھی نہیں لیا تھا۔ یہ میری بدنصیبی ہی ہے کہ دو آدمی مر گئے اور مجھے ٹامی گن بھی نہ چاٹ سکی"۔

" تم کون ہو۔ اور یہاں کیوں آئے ہو؟"

" میں دنیا کا سب سے بڑا احمق ہوں اور دفینوں کی تلاش میں یہاں آیا تھا۔ آٹھ آدمیوں کی پارٹی تھی۔ میں نہیں جانتا کہ بقیہ سات پر کیا گذری۔ ویسے میں تو نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔"

" کہاں سے؟"

" یہ نہ پوچھو۔ تم یقین نہ کرو گی۔ کیونکہ مہذب دنیا سے آئی ہو جہاں تو ہم پرستی آہستہ آہستہ سائنسی ترقیات کی بھینٹ چڑھتی جا رہی ہے مگر مجھ سے پوچھو میں نے بڑے حیرت انگیز مناظر دیکھے ہیں اگر اب کوئی مجھ سے یہ کہے کہ شیطان اور بھوت محض وہم ہیں تو میں اس کا خون پی لینے سے بھی گریز نہ کروں گا۔"

" تم بڑی عجیب باتیں کر رہے ہو۔" مونیکا نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

" ٹھیک ہے تم یقین نہیں کرو گی۔" اجنبی نے سر ہلا کر کہا۔

" نہیں تم اپنا بیان جاری رکھو مجھے بھوتوں سے بڑی عقیدت ہے۔" صفدر مسکرایا۔

" نن۔ نہیں مسٹر صفدر" جوزف ہکلایا۔" ایسی باتیں نہ کرو۔ اگر تمہیں بھوتوں سے عقیدت ہے تو ہم کیوں جہنم میں جائیں؟"

" کیا تم یقین کر لو گے کہ خونخوار جنگلیوں کی مذہبی پیشوا ایک سفید فام عورت ہے۔ جو کہتی ہے کہ میں آسمان سے ٹپکی ہوں جو انگریزی جرمن فرنچ اور اطالوی زبانیں بڑی روانی سے بول سکتی ہے اور جنگلیوں سے انہیں کی زبان میں گفتگو کرتی ہے۔"

" اس کا جگ دوبارہ لبریز کر دو۔" مورن نے ہنس کر کہا" تاکہ یہ ہمیں اس سے بھی زیادہ دل چسپ کہانی سنا سکے.... کیوں دوست؟"

" جہنم میں جاؤ.... خود بھگتو گے۔"

" تم یہاں آئے کیسے تھے۔ پہلے یہ بتاؤ۔ ظاہر ہے کہ تمہیں پوشیدہ طور پر کسی بڑی کشتی کا انتظام کرنا پڑا ہوگا۔ پھر وہ کشتی کہاں گئی۔"

" اس کے پرخچے اُڑ گئے تھے وہ غرق ہو گئی تھی۔ اس واقعہ کو بھی تم کہانی سمجھو گے۔" اجنبی ہانپتا ہوا بولا اور مونیکا کی طرف دیکھنے لگا۔

" تم لوگ کچھ دیر کے لئے اپنی زبانیں بند ہی رکھو تو بہتر ہے۔" مونیکا نے کہا کوئی کچھ نہ بولا۔ مورن نے البتہ بُرا سا منہ بنا کر کہا" تم وقت ضائع کرنا چاہتی ہو.... کرو۔"

پھر وہ خیمے سے باہر چلا گیا۔ مونیکا نے اجنبی سے کہا" میں تمہاری باتیں غور سے سن رہی ہوں۔"

اس نے جوزف کو اشارہ کیا تھا کہ وہ اس کے جگ میں تھوڑی اور انڈیل دے اجنبی کچھ دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔" ہم ساحل پر اترے تھے اور اپنا چھوٹا سا خیمہ نصب کیا تھا۔ کشتی لنگر انداز تھی کچھ رات گئے ایک بہت بڑا روشنی کا گولہ پانی کی سطح پر ابھرا تھا اور کشتی سے ٹکرا کر اس کے پرخچے اُڑا دیئے تھے۔"

" روشن گولہ.... بھلا وہ کتنا بڑا ہوگا؟" ہام نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں پوچھا۔

" اس کا قطر آٹھ یا دس فٹ ضرور رہا ہوگا۔ پھر وہ فضا میں بلند ہو گیا تھا۔"

" خدا کی پناہ۔" ہام نے کہا اور صفدر کے علاوہ سبھی ہنس پڑے۔ وہ بڑی سنجیدگی سے اس کی کہانی سن رہا تھا۔ مونیکا کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی تھی۔

" اوہ" اجنبی دانت پیس کر بولا۔" جہنم میں جاؤ مت یقین کرو۔ میں جانتا ہوں کہ تم ابھی مجھے مار ڈالو گے کیونکہ میرے ہاتھوں تمہارے دو آدمی مارے گئے ہیں۔"

" ضروری نہیں ہے۔" صفدر نے سنجیدگی سے کہا۔" اگر میں تمہیں مارنا چاہتا تو اسی وقت گلا گھونٹ دیتا جب حملہ کیا تھا۔"

اجنبی نے اس کی طرف دیکھا چند لمحے خاموش رہا۔ پھر بولا۔" ہاں تم طاقتور ہو۔ ایسا کر سکتے تھے مگر مجھے بتاؤ۔ آخر میں جھوٹ کیوں بولوں گا۔"

" ہاہا!" ٹام نے قہقہہ لگایا" تم یقیناً دفینوں ہی کی تلاش میں آئے تھے لیکن تمہارے دوسرے ساتھی شائد تمہیں یہیں چھوڑ کر کسی دوسری طرف نکل گئے اب تم واپس جانا چاہتے ہو۔ ہم نووارد ہیں۔ لہذا تم ہمیں ڈرا کر ہمارے ساتھ واپس جانے کی فکر میں ہو۔"

" اس کے باوجود بھی میں تمہاری کہانی سننا پسند کروں گا۔" صفدر نے اجنبی سے کہا۔

ہام نے بُرا سا منہ بنا کر شانوں کو جنبش دی اور جیب سے سگار نکال کر اس کا گوشہ توڑنے لگا۔

اجنبی نے مونیکا کی طرف دیکھ کر کہا" آخر تم عورتیں یہاں کیا کرو گی۔ تمہیں یہاں آنے کا مشورہ کس نے دیا تھا۔ آہا شائد تم میں کوئی تجربہ کار آدمی بھی موجود ہے۔ ایسا آدمی جو کبھی یہاں سے بچ نکلا ہو۔"

" ہم میں کوئی ایسا آدمی نہیں ہے۔" صفدر بولا۔

" نہیں ہے تو تم اس قبیلے کے متعلق ضرور جانتے ہو گے جو سفید فام عورتوں کا گوشت بڑی رغبت سے کھاتا ہے۔"

" نہیں!" ڈیزی چیخ پڑی

اجنبی کی ہنسی میں بے دردی تھی وہ تھوڑی دیر تک ہنستا رہا پھر بولا" اگر ہمارے ساتھ بھی کوئی عورت ہوتی تو وہ جنگلی ہمیں منزل مقصود تک پہنچا دیتے۔"

" میں نہیں سمجھا۔" صفدر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

" یہاں سے صرف چار میل کے فاصلے پر وہ قبیلہ آباد ہے۔ چونکہ لوگ پہلے بھی دفینوں کی تلاش میں یہاں آتے رہے ہیں اس لئے انہیں علم ہو گیا ہے کہ ان کے آنے کا مقصد کیا ہوتا ہے وہ آنے والوں کو پکڑتے ہیں اور اشاروں میں کہتے ہیں کہ اپنی ہی جیسی کوئی سفید فام عورت

لاؤ تب آگے جانے دیں گے۔"

" خاموش رہو۔ عورتوں کو خوفزدہ نہ کرو۔" ہام غرایا۔

" اوہ تو کیا تم ہی ان عورتوں کو لائے ہو۔"

" بکواس مت کرو۔ میں کہتا ہوں آخر اس کی بے سروپا کہانیاں سننے سے فائدہ؟"

" ہمارے لئے ایسی معلومات ضروری ہیں۔" مونیکا نے خشک لہجے میں کہا" تمہیں الجھن تھی نا کہ آخر ڈیزی کو یہاں لانے کا کیا مقصد تھا۔ دیکھو مورن کہاں گیا؟"

ٹام چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر خیمے سے نکل گیا۔ مونیکا نے اجنبی سے کہا کہ وہ اپنا بیان جاری رکھے۔

" میں تمہیں یہ بتا رہا تھا کہ وہ لوگ صرف عورتوں کی حد تک آدم خور ہیں مردوں کا گوشت نہیں کھاتے ہو سکتا ہے پہلے صرف کالی عورتیں کھاتے رہے ہوں۔ پھر اتفاقاً دفینوں کے متلاشیوں کے ذریعے کبھی کوئی سفید عورت بھی ہاتھ لگ گئی ہو۔"

" تو تمہارے ساتھ بھی کوئی عورت تھی؟" صفدر نے پوچھا۔

" نہیں تھی اسی لئے تو ہم پر تباہی نازل ہوئی ہے۔" اجنبی نے کہا۔" ان سے مڈبھیڑ ہوئی اور انہوں نے ہمیں آگے نہیں بڑھنے دیا۔ ہمارے نقشے کے مطابق راہ ادھر ہی سے تھی جہاں وہ قبیلہ آباد ہے۔ ہمیں اس لئے زبردستی ساحل کی طرف دھکیل دیا کہ ہم اپنے ساتھ عورتیں لائیں تب وہ ہمیں نہ صرف آگے بڑھنے دیں گے بلکہ وہاں تک پہنچانے کی کوشش کریں گے جہاں دفینے ہیں۔"

" بڑا عجیب قبیلہ ہے۔" مونیکا بڑبڑائی اس کی آنکھوں میں بے اعتباری صاف پڑھی جا سکتی تھی۔

" ہماری کشتی تو پہلے ہی تباہ ہو چکی تھی اس لئے واپسی کا سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا تھا۔ اب اس کے علاوہ چارہ ہی کیا تھا کہ ادھر اُدھر بھٹکتے پھریں۔"

" تم نے ان کا مقابلہ نہیں کیا تھا" صفدر نے پوچھا۔

" اس کا تصور بھی وحشت ناک تھا۔ آٹھ آدمیوں کی بساط ہی کیا۔ وہ ہمیں چاروں طرف سے گھیر کر مار ڈالتے۔ تمہیں اس جنگل کا اندازہ نہیں ہے۔ کچھ آگے بڑھو گے تب معلوم ہو گا۔ پانچ جنگلی تم سبھوں کے لئے کافی ہوں گے۔ حالانکہ تمہارے پاس ٹامی گنیں بھی ہیں۔

تمہیں پتہ ہی نہ چلے گا کہ وہ کب آئے اور کدھر سے آئے۔ بید کے زہریلے تیر تمہارے چہروں پر پڑیں گے اور تم گرتے ہی ٹھنڈے ہو جاؤ گے۔"

" بید کے زہریلے تیر۔" صفدر نے حیرت سے دہرایا۔

" ہاں بید کی نوکدار چھڑیاں کمانوں میں رکھ کر کھینچتے ہیں۔ بس جسم کے کسی حصے پر ان سے معمولی سی خراش بھی آجائے تو آدمی کو ختم ہی سمجھو۔ پتہ نہیں کس سریع الاثر زہر میں ان کی نوکیں ڈبوئی جاتی ہیں۔"

" انہی جنگلیوں کی مذہبی پیشوا کوئی سفید فام عورت ہے؟" مونیکا نے پوچھا

" نہیں! وہ دوسرا قبیلہ ہے ہم جنگل میں بھٹکتے پھر رہے تھے کہ اچانک ہم پر حملہ کر کے ہمیں پکڑ لیا گیا۔ ہر آدمی سے تین چمٹ گئے تھے۔ حملہ اتنی آہستگی سے ہوا تھا کہ ہم قبل از وقت ہوشیار نہ ہوئے تھے۔ حملہ آور جنگلی ہی تھے پہلے تو ہم یہی سمجھے کہ وہ وہی آدم خور ہوں گے جنہوں نے سفید فام عورت کی فرمائش کی تھی۔ لیکن ...."

" اوہ یہ شور کیسا؟" دفعتاً مونیکا ہاتھ اٹھا کر بولی اور اجنبی بھی خاموش ہو کر سننے لگا۔

دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں صفدر بھی سن رہا تھا وہ جھپٹ کر خیمے سے باہر نکلا۔

مورن دوڑتا ہوا اسی طرف آرہا تھا ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی درندے نے پیچھا کیا ہو۔

" ہم تباہ ہو گئے .... تباہ ہو گئے۔" صفدر کو دیکھ کر اس نے چیخنا شروع کر دیا .... مونیکا اور دوسرے لوگ بھی خیمے سے باہر آگئے تھے۔

" کشتی تباہ ہو گئی۔" وہ قریب پہنچ کر چیخا۔

پھر یک بیک سبھی کی زبانوں سے کچھ نہ کچھ ضرور نکلا تھا۔

مورن ہانپتا ہوا کہہ رہا تھا۔" مار ڈالو .... اس سور کو مار ڈالو۔ یہ کسی قسم کی سازش ہے .... پتہ نہیں وہ کون ہے .... کہاں گیا ہے؟"

" ہوش میں آؤ۔ کشتی کیسے تباہ ہو گئی۔" مونیکا نے سخت لہجے میں کہا

" کشتی ادھر ہی آرہی تھی کہ ایک چمکدار گولا سطح پر ابھرا اور اس سے ٹکرا گیا کشتی کے پرخچے اڑ گئے میں کہتا ہوں اسے مار ڈالو۔"

صفدر اس اطلاع پر بوکھلا گیا پھر ٹھیک اسی وقت ایک فائر ہوا اور اجنبی گر کر تڑپنے لگا۔ وہ خیمے

کے در کے قریب ہی کھڑا تھا۔

صفدر نے مورن کے مخصوص ساتھیوں میں سے ایک کے ہاتھ میں ریوالور دیکھا مگر اب اسے ہوش کہاں تھا کہ باز پرس کرتا۔ وہ تو بے تحاشا ساحل کی طرف دوڑا جا رہا تھا اور اس کے پیچھے جوزف بھی بھاگ رہا تھا۔

پھر اسے خیال آیا کہ کہیں یہ مورن کی چال نہ رہی ہو اس نے پہلے بھی تو کوشش کی تھی کہ اجنبی کو مار ڈالے۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔ سبھی بھاگے چلے آ رہے تھے۔ صفدر رک گیا۔

قریب پہنچ کر مورن نے ایک جانب ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا" وہاں!۔"

" کیا ثبوت ہے تمہارے پاس؟" صفدر نے تیز لہجے میں پوچھا۔

" کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں؟"

" اوہ ختم کرو۔" مونیکا ہاتھ اٹھا کر بولی" کشتی پر کون تھا۔"

" میں نے نہیں دیکھا۔ بس کشتی کے ٹکڑے اُڑتے دیکھے تھے۔"

" اب کیا ہوگا.... لاکٹ بھی گیا۔"

" لیکن لاکٹ والی تو موجود ہے.... تلاش کرو ان آدم خوروں کو!" صفدر نے زہریلے لہجے میں کہا۔

" کیا مطلب؟" مورن اسے گھورتا ہوا بولا

" او باس!" مورن کے خاص آدمی نے کہا۔"اس وحشی اجنبی نے ایسے آدم خوروں کی کہانی سنائی تھی جو سفید فام عورتوں کا گوشت بڑی رغبت سے کھاتے ہیں۔"

ڈیزی بھی وہیں موجود تھی لیکن اسے دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اس کے جسم سے سارا خون نچوڑ لیا گیا ہو۔

مورن صفدر کو گھورتا رہا پھر دانت پیس کر بولا۔" تم لوگ پتہ نہیں کیا چاہتے ہو۔"

" مورن خود کو قابو رکھو۔" مونیکا نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

" مگر بتاؤ اب کیا ہوگا۔ ہم واپس بھی تو نہیں جا سکتے اور یہ سب کچھ تمہارے ساتھی کی بدولت ہوا۔"

" میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ وہ اس راستے کی تلاش میں تھا جہاں سے سفر شروع کرنا ہے۔"

"اور سفر شروع ہو گیا۔" مورن نے ہذیانی قسم کی ہنسی کے ساتھ کہا۔

"مجھے یقین نہیں ہے کہ کشتی تباہ ہو گئی ہو۔" صفدر بولا۔

"تم پاگل ہو گئے ہو..... میں جھوٹ کیوں بولوں گا۔"

"تم باہر کیوں چلے آئے تھے؟"

"اس کی بکواس نہیں سننا چاہتا تھا۔"

"حالانکہ اب اسی کی ایک بکواس دُہرا رہے ہو۔ آخر اس کا مقصد کیا تھا؟"

"میں تمہاری کسی بات کا جواب نہیں دینا چاہتا۔ مونیکا اب تم صرف اسی شرط پر زندہ رہ سکتی ہو کہ ان دونوں آدمیوں کو مار ڈالوں۔"

ٹھیک اسی وقت جوزف کی پتلون کی جیب سے ایک فائر ہوا اور مورن پیٹ پر ہاتھ رکھے ہوئے ڈھیر ہو گیا۔

دوسرے ہی لمحے میں ریوالور جیب سے باہر بھی نکل آیا اور اب وہ مورن کے ان دونوں مخصوص ساتھیوں کو کور کر رہا تھا جو کسی طرح بھی اس کا ساتھ دے سکتے تھے۔

کوئی کچھ نہ بولا وہ سب دم بخود تھے دفعتاً ہام چیخا۔ "مورن جھوٹا تھا۔ وہ رہی کشتی۔"

بائیں جانب سے بہت فاصلے پر دھواں سا دکھائی دے رہا تھا پھر کچھ دیر بعد چمنی کا اوپری حصہ نظر آیا۔ مورن ٹھنڈا ہو چکا تھا۔

"ہم بے قصور ہیں مادام۔" مورن کے ساتھیوں میں سے ایک نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"آخر اس کا مقصد کیا تھا؟" مونیکا بڑبڑائی۔

"مقصد پھر دیکھنا۔" جوزف غرایا" پہلے یہ بتاؤ کہ ان دونوں کا کیا کروں۔"

وہ دونوں پھر گڑگڑانے لگے۔ جوزف اب بھی ان کی جانب ریوالور اٹھائے ہوئے تھا۔ اور ان کے ہاتھ اوپر تھے۔

"فی الحال ان کے ہاتھ باندھ دو۔"

"ہم وعدہ کرتے ہیں مادام..... دیکھئے ہم نے تو کچھ نہیں کیا۔"

"تم نے اجنبی پر گولی چلائی تھی؟"

" ہم سمجھے تھے کہ کشتی سچ مچ تباہ ہو گئی۔ ہم پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ ہم نہیں جانتے کہ مورن نے یہ جھوٹ کیوں بولا تھا۔ "

" مورن ہمیں زندہ دیکھنا چاہتا تھا۔ اس نے چاہا تھا کہ تم سبھوں کو میرے ساتھی پر غصہ آئے کہ وہ کشتی لے گیا تھا اور ہم پر ٹوٹ پڑو۔ اس نے غالباً یہی اندازہ لگایا تھا کہ کشتی کی تباہی کے متعلق معلوم کر کے تم لوگ پاگل ہو جاؤ گے اور اس پاگل پن کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ہم مونیکا سمیت زندہ دفن کر دیئے جائیں گے۔ اس کے بعد ہی وہ ہام کو بھی ختم کر دیتا اور جب ہمارا ساتھی واپس آتا تو اس کا بھی یہی حشر ہوتا۔ مورن کیسے دیکھ سکتا کہ لاکٹ کسی دوسرے کے قبضہ میں رہے اور یہ بے چاری ڈیزی تو آدم خوروں کے لئے لائی ہی گئی تھی۔ "

" خدا کے لئے واپس چلو۔ یہ کیا دیوانگی ہے۔ " ڈیزی بلبلا اٹھی۔

کوئی کچھ نہ بولا مورن کے دونوں ساتھیوں کے ہاتھ باندھے جا رہے تھے۔

اب کشتی پوری طرح سامنے آ گئی تھی۔ مگر فاصلہ زیادہ تھا توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ بیس منٹ سے پہلے وہاں پہنچ سکے۔

" پہلے ہی مرحلے پر کتنی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ " ہام بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

" کیا تمہیں پہلے سے اندازہ نہیں تھا۔ " مونیکا نے خشک لہجے میں پوچھا تھا

" تھا تو مگر اس کا اندیشہ نہیں تھا کہ ہم آپس ہی میں کٹنے مرنے لگیں گے۔ "

" انسانیت سے گرنے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ " صفدر بولا۔ " تم لوگ آدم خوروں سے بھی بدتر ہو۔ "

" میرے فرشتوں کو بھی حقیقت کا علم نہیں تھا ورنہ میں کبھی اس پر تیار نہ ہوتا کہ لڑکی کو بھی ساتھ لایا جائے۔ کسی نہ کسی طرح لاکٹ وہیں حاصل کر لیا جاتا۔ اب تو میری بھی یہی تجویز ہے کہ ہم واپس چلیں۔ "

" یہ ناممکن ہے۔ " مونیکا نے سخت لہجے میں کہا۔

" اوہ تم ایک عورت ہو کر ایسا کہہ رہی ہو۔ " ڈیزی گھگھیائی " کیا تم بھی مجھے آدم خوروں کے حوالے کر دو گی۔ "

" میری زندگی میں یہ ناممکن ہے۔ ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔ "

" تمہیں آدم خوروں سے خوف نہیں معلوم ہوتا؟"

" میری زندگی ہی آدم خوروں میں گذری ہے۔" مونیکا نے لاپروائی سے کہا۔

وہ سب کشتی کی طرف دیکھ رہے تھے دفعتاً انہوں نے اسٹروکر کی آواز سنی

" چلو.... جلدی کرو.... وہ خطرے میں ہے.... دوڑو۔"

" یہ کیا مصیبت ہے۔" مونیکا دانت پیس کر بولی" سمجھ میں نہیں آتا یہ کیا ہو رہا ہے۔"

کشتی ساحل سے آلگی تھی انہوں نے اسٹروکر کو دیکھا جو دونوں ہاتھ اُٹھا کر چیخ رہا تھا۔" آؤ چلو.... وہ خطرے میں ہے۔" جوزف پہلے ہی دوڑ کر کشتی کے قریب پہنچ گیا تھا۔

" کیا بات ہے؟ جلدی بتاؤ۔" وہ کشتی پر چھلانگ لگاتا ہوا بولا۔

" وہ راستہ تلاش کرتا ہوا اوپر گیا تھا۔ میں کشتی ہی میں تھا کچھ دیر بعد میں نے ٹامی گن کے فائروں کی آوازیں سنی.... سینکڑوں آدمیوں کی چیخیں۔"

"کتنی دور گئے تھے......؟"

" تین یا چار میل۔"

بقیہ لوگ بھی قریب آگئے تھے اسٹروکر انہیں بتا رہا تھا کہ عمران نے وہ جگہ دریافت کرلی تھی جہاں سے سفر شروع کرنا تھا۔ اس نے لاکٹ کے کاغذات کا بھی حوالہ دیا۔

" اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟" مونیکا نے صفدر سے پوچھا

" بڑی دیر کر رہے ہو تم لوگ۔" صفدر نے کہا۔" ہمیں وہاں جلدی پہنچنا چاہئے۔ ہام تم یہیں ٹھہرو۔ میں تمہارے تین آدمی لے جارہا ہوں۔ خیموں کی حفاظت کرنا بھی ضروری ہے۔"

" میں بھی ساتھ چلوں گی۔" مونیکا بولی۔

" یہ ناممکن ہے لیڈی مونیکا۔ اب تو کسی پر اعتماد کیا ہی نہیں جاسکتا۔ کیا پتہ ہم بقیہ لوگ یہیں رہ جائیں۔ نہیں کشتی اسی شرط پر جائے گی کہ تم یہیں ٹھہرو۔"

" ٹھیک ہے۔" صفدر نے بھی ہام کی تائید کی۔" تم یہیں ٹھہرو۔ حالات ایسے پیش آئے ہیں کہ ہام کا غیر مطمئن ہونا بے جا نہیں۔"

مونیکا خاموش رہی بہر حال اس نے اس تجویز سے اختلاف نہیں کیا۔ خیمے سے وہ ٹامی گن بھی آگئی جسے کچھ دیر پہلے جوزف استعمال کر چکا ہے۔ صفدر نے ہام کے ساتھیوں میں سے تین

آدمی منتخب کئے اور کشتی پھر اسی جانب چل پڑی جدھر سے آئی تھی۔



وہ چاروں بڑی احتیاط سے اوپر پہنچے جوزف خصوصیت سے کسی شکاری کتے کی طرح چوکنا تھا۔ ٹامی گن اسی کے پاس تھی۔

"یہاں تو سناٹا ہے مسٹر صفدر۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

صفدر بھی چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔

" وہ کہہ رہا تھا کہ اس نے فائروں کی آوازیں سنی تھیں۔ چیخیں سنی تھیں۔ لیکن مجھے تو یہاں کوئی غیر معمولی بات نظر نہیں آرہی۔" جوزف بولا۔

" غیر معمولی سے کیا مراد ہے؟"

" اوہ یہ جنگل ہیں مسٹر صفدر۔ یہاں جو کچھ بھی ہوتا ہے اپنے نشان چھوڑ جاتا ہے۔ میں کیسے سمجھاؤں۔ یہ باتیں سمجھ سکتا ہوں سمجھا نہیں سکتا۔ میرا دعویٰ ہے کہ پچھلے تین دن سے یہاں کچھ بھی نہیں ہوا۔"

" اوہو! تو کیا پھر کوئی دھوکہ۔"

" ٹھہرو۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور نتھنے سکوڑ کر دو تین گہری گہری سانسیں لیں پھر بولا "فائرنگ بلاشبہ ہوئی ہے۔"

" تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔" صفدر جھلا گیا" کبھی کہتے ہو کہ کچھ بھی نہیں ہوا اور کبھی فائروں کی بات کرتے ہو۔"

" میرا خیال ہے کہ اب تم دونوں لڑنا شروع کر دو گے۔" ایک جھاڑی سے آواز آئی اور وہ اچھل پڑے۔ آواز عمران کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔ جھاڑیاں ہٹا کر وہ ان کے سامنے آگیا۔

" کیا ہوا۔ کیا بات تھی باس؟" جوزف کہتا ہوا اس کی طرف جھپٹا۔

" تمہارے لئے شراب کا چشمہ تلاش کر رہا تھا اچانک اسی وقت خیال آیا کہ اگر یہاں ایک کافی ہاؤز کھول دیا جائے تو کیسا چلے گا۔"

" عمران صاحب حالات ابتر ہو چکے ہیں اس لئے ہوش کی باتیں کیجئے۔" صفدر بولا

"اوہ!وہ ہاں! تین چار تھے میں نے انہیں مار کر پانی میں پھینک دیا تھا۔"

"کون تھے؟"

"لاحول ولا قوۃ۔ بڑے بد اخلاق تھے کہ اپنا نام پتہ بتائے بغیر ہی مر گئے۔" عمران نے بُرا سامنہ بنا کر کہا پھر ہام کے ساتھیوں سے بولا۔" تم لوگ جاؤ اور انہیں یہیں لے آؤ۔ ہمارا سفر یہیں سے شروع ہو گا۔ سب ٹھیک ہے۔"

وہ کھڑے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتے رہے۔

"کیا تم نے سنا نہیں.... جاؤ!اور تم دونوں یہیں ٹھہرو۔"

صفدر کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے لیکن وہ کچھ بولا نہیں۔ ہام کے ساتھی نشیب میں اتر گئے۔

"مورن کا رویہ کیسا رہا؟" عمران نے پوچھا۔

"میں نے اسے مار ڈالا" جوزف بولا اور عمران اسے گھورنے لگا۔ شائد جوزف اسے مورن کی کہانی سنانے کے لئے پہلے ہی سے بے چین تھا۔ ان دونوں نے جلدی جلدی اسے سارے حالات سے آگاہ کیا۔ عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا" یہ تو چند گھنٹوں کی نہیں پورے ایک ماہ کی رپورٹ معلوم ہوتی ہے۔ کاش وہ اجنبی اسی طرح نہ مار ڈالا گیا ہوتا۔"

"اس کی ذمہ داری بھی سراسر آپ ہی پر عائد ہوتی ہے۔" صفدر نے برا سامنہ بنا کر کہا "آخر اس طرح بھاگنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"اس کی کئی وجوہات تھیں۔ میں ان لوگوں کا امتحان کیے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا تھا مجھے معلوم کرنا تھا کہ کون کس حد تک مونیکا کا ساتھ دے سکتا ہے۔ دوسری وجہ! چونکہ انہیں یہی باور کرانا تھا کہ سفر لاکٹ میں پائے جانے والے نقشے کے مطابق ہی کیا جا رہا ہے۔ اس لئے یہ ضروری سمجھا کہ کم از کم وہ جگہ تو پہلے ہی دریافت کر لی جائے جہاں سے سفر شروع کرنا ہے۔ ان سبھوں کی موجودگی میں وہ کاغذات نہ نکالے جا سکتے جو مونیکا کے ملازم سے حاصل کئے گئے تھے۔"

"ٹھیک ہے میں نے مونیکا کو یہی سمجھانے کی کوشش کی تھی۔ وہ خود بھی پاگل ہو گئی تھی آپ کے اس طرح بھاگ آنے پر.... پھر اگر میں اور جوزف ذرا سا بھی چوکتے تو ہمارا قیمہ بن کر رہ جاتا۔ وہ سب ہی دیوانگی کی سرحدوں کو چھونے لگے۔ ہم دونوں نے فوراً ہی میگزین پر قبضہ کر لیا

تھا۔"

"یہی وجہ ہے کہ ایکس ٹو تمہیں دوسروں پر ترجیح دیتا ہے۔" عمران نے آہستہ سے کہا اور پھر سوچنے لگا۔

"مم.... مگر.... یہاں آپ پر کس نے حملہ کیا تھا؟" صفدر نے پوچھا۔

"دماغ چل گیا تھا میرا۔" عمران احمقانہ انداز میں بولا" پتہ نہیں اس جزیرے کی آب و ہوا کیسی ہے۔ بات بات پر پاگل ہو جانے کو دل چاہتا ہے۔ یہ درخت دیکھ رہے ہو نا.... وہ سامنے .... بس ایسا محسوس ہوا تھا جیسے کمبخت نے مجھے آنکھ بھی ماری ہو اور منہ بھی چڑایا ہو۔ آ گیا غصہ کر ڈالی فائرنگ.... اس کے تنے پر تم گولیوں کے بنائے ہوئے متعدد سوراخ دیکھ سکتے ہو۔"

"لیکن اسٹر وکر نے ہزاروں آدمیوں کی چیخیں بھی سنی تھیں۔

"کیا بتایا اس نے؟ لاکھوں آدمیوں کی چیخیں۔ جب مجھے غصہ آتا ہے تو حلق سے بیک وقت لاکھوں قسم کی آوازیں نکلتی ہیں۔"

"ہوں" صفدر نے ہونٹ بھینچ کر طویل سانس لی اور پھر غصیلی آواز میں پوچھا "اس کا مطلب" ؟

"یہی کہ آنکھ مارنے سے خوامخواہ لڑائی جھگڑا ہو جاتا ہے۔"

"اس درخت پر سے کسی نے آنکھ ماری تھی باس" جوزف نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

"ہائیں! زیادہ پی گئے ہو کیا.... ابے درخت نے آنکھ ماری تھی۔"

جوزف نے دانت نکال دیئے۔ پھر سنجیدگی سے بولا" باس یہ جنگل ہیں یہاں فائرنگ سے بچنے کی کوشش کرو۔ آواز دور دور تک پھیلتی ہے۔ وہ آدمی جو مار ڈالا گیا بتا رہا تھا کہ یہ جزیرہ غیر آباد نہیں ہے۔ آدمخوروں کی بستیاں ہیں۔"

"عورت خوروں کی بستیاں۔" عمران نے تصحیح کی" تم کہاں کے گلفام ہو کہ وہ تمہیں بھون کر کھا جائیں گے۔"

"آخر یہ سب کیا تھا آپ بتاتے کیوں نہیں!" صفدر پھر جھلا گیا یہاں آپ کو محتاط رہنا پڑے گا۔ سنجیدگی اختیار کیجئے۔"

"میں نہیں چاہتا تھا کہ خود ہی ان لوگوں کو راہ مل جانے کی اطلاع دوں اس کے لئے پائلٹ

ہی مناسب رہتا اور سب سے بڑی وجہ یہ کہ میں ہر ایک کو چاق و چوبند دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ اس جزیرے کی آب و ہوا اونگھتے رہنے میں بہت مدد دیتی ہے۔"

" وہ سب ٹھیک ہے باس.... لیکن اسے لکھ لو کہ فائروں کی آوازیں ہمیں کسی بڑی مصیبت میں مبتلا کریں گی۔ ادھر بھی فائرنگ ہو چکی ہے۔"

یک بیک اس نے خاموش ہو کر جھرجھری سی لی اور کسی شکاری کتے کی طرح چاروں طرف دیکھنے لگا۔ صفدر نے اس کی آنکھوں میں کسی قسم کا تغیر محسوس کیا تھا جسے فوری طور پر وہ کوئی معنی نہ پہنا سکا۔

" باس۔" جوزف آہستہ سے بولا " میں آس پاس کسی اور کی بھی موجودگی محسوس کر رہا ہوں"

" ہو سکتا ہے۔" عمران نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

صفدر سوچ رہا تھا کہ شائد اس بار عمران کے ستارے گردش میں آگئے ہیں۔

" وہ دیکھو!" دفعتاً جوزف ایک جانب ہاتھ اٹھا کر چیخا اور صفدر اس سیاہ سی چیز کی ہلکی سی جھلک ہی دیکھ سکا جو بجلی کی سی سرعت سے بائیں جانب والی جھاڑیوں میں غائب ہو گئی تھی۔

عمران نے بڑے سعادتمندانہ انداز میں ٹامی جوزف کو تھما دی اور خود کاندھے سے لٹکے ہوئے چرمی تھیلے سے ایک ماؤتھ آرگن نکال کر بجانا شروع کر دیا۔

صفدر کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ جوزف اب بھی انہیں جھاڑیوں کو گھورے جارہا تھا اور ٹامی گن کو بھی اس پوزیشن میں لے آیا تھا کہ کسی لمحے بھی نشانے پر فائرنگ کر سکے۔

" عمران صاحب! میں پاگل ہو جاؤں گا۔" صفدر غرایا۔ " ختم کیجئے!"

عمران نے ماؤتھ آرگن ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا" زیادہ عقلمند بننے کی کوشش نہ کرو۔ ورنہ غرق ہو جاؤ گے۔"

" ان جھاڑیوں میں کیا ہے؟"

" ایک ایسی سرنگ کا دہانہ جو میلوں تک پھیلی ہوئی ہے اور وہی ہے اصل راستہ۔"

" میں نے ابھی ایک سیاہ سی چیز وہاں دیکھی تھی۔"

" ان سیاہ سی چیزوں کی تعداد ڈیڑھ سو سے کسی طرح کم نہ ہو گی۔"

"کیا مطلب؟"

"ڈیڑھ سو سیاہ فام اور ننگ دھڑنگ جنگلی!"

"اور آپ کھڑے ماؤتھ آرگن بجا رہے ہیں۔"

"طبلہ بجانا چاہئے تھا مجھے تو.... مگر کہاں سے مہیا کروں۔" عمران نے مایوسانہ لہجے میں کہا پھر جلدی سے بولا" خبردار جوزف فائر نہ کرنا۔"

"وہ نہیں کرے گا تو میں شروع کر دوں گا۔" صفدر کی جھلاہٹ بڑھ گئی۔

"فضول ہے۔اس درخت کے تنے پر دیکھو۔"

"کیا دیکھوں۔ہاں گولیوں کے نشانات دیکھ رہا ہوں.... پھر....؟"

"ساری گولیاں اسی پر پڑی تھیں ان کا بال بھی بیکا نہیں ہوا۔؟"

"کیا مطلب؟"

"ان کا لیڈر ایک سفید فام آدمی ہے لیکن اس نے بھی لنگوٹی ہی لگا رکھی ہے اس نے مجھ سے کہا تھا کہ تم ظلمات کے دیوتا کے پجاریوں کا خون نہیں بہا سکو گے۔ یقین نہ آئے تو فائر کر کے دیکھو وہ ان لوگوں سے دور کھڑا تھا۔ میں نے ٹامی گن سیدھی کی۔ اس انداز میں فائرنگ شروع کی کہ ایک ہی چکر سبھوں کے لئے کافی ہو۔ لیکن ان میں سے ایک بھی نہ گرا اور ساری گولیاں گویا ان سے کترا کر اس درخت پر پڑی تھیں۔"

"آپ نے کوئی طلسم ہوشربائی خواب تو نہیں دیکھا ہے۔"صفدر ہنس پڑا۔

"اچھی بات ہے جوزف فائرنگ شروع کر دو اس جھاڑی پر۔" عمران نے کہا

جوزف پہلے تو ہچکچایا پھر سنبھل کر گولیاں برسانے لگا۔

"دیکھو!" عمران نے درخت کی طرف اشارہ کیا۔" وہ دیکھو۔"

درخت کا تنا چھلنی ہوا جا رہا تھا۔

"ختم کرو!" عمران ہاتھ اٹھا کر بلند آواز میں بولا۔" تمہیں دیوتا کی بڑائی کا اعتراف کرنا ہی پڑے گا۔"

جوزف فائرنگ بند کر کے بُری طرح کانپنے لگا تھا دفعتاً جھاڑیوں سے آواز آئی" یہ بھی ممکن ہے کہ گولیاں پلٹ کر خود تمہارے ہی سینوں پر پڑیں۔"

یہ جملہ بڑی شستہ انگریزی میں ادا کیا گیا تھا اور لہجہ بھی انگریزوں ہی کا سا تھا۔

" نہیں نہیں" عمران جلدی سے بولا۔" ایسا ہر گز نہ ہونا چاہئے میں تو ان دونوں کو یقین دلانا چاہتا تھا۔ میرے ساتھی بھی بہت جلد یہاں پہنچ جائیں گے۔"

صفدر دم بخود کھڑا رہا۔ اور جوزف کا تو دم ہی نکلا جارہا تھا۔

"مم .... میں نے تو ... خبیث روحوں کی پرچھائیاں پہلے ہی دیکھ لی تھیں۔" وہ کانپتا ہوا بولا۔

کچھ دیر بعد صفدر نے پوچھا" لیکن آپ نے ان لوگوں کو کیوں بلوایا ہے؟"

"اکیلے ڈوبنا پسند نہیں ہے.... مرو تو سب کے ساتھ مرو۔"

" یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟"

"کسی ایسے کالے آدمی کا گوشت جو بہت زیادہ پیتا ہو۔"

"مم مار ڈالا.. بب باس۔" جوزف کی آواز حلق میں پھنسنے لگی۔" تم نے انہیں بتایا تو نہیں....؟"

" مردوں کی طرح سیدھے نہ کھڑے ہوئے تو ضرور بتادوں گا۔"

" یا خدا.... یا خدا.... ہولی فادر...."

" اگر کوئی گیت یاد ہو تو شروع کردو.... میں ماؤتھ آرگن بجاؤں گا۔"

" عمران صاحب خدا کے لئے سنجیدگی.... کچھ سوچئے۔"

" ماؤتھ آرگن سوچنے پر کوئی پابندی نہیں لگائے گا.... سوچتے رہو۔"

" کسی طرح خود بھی نکل جاتا تھا۔ آخر ان بیچاروں کو کیوں پھنسوا رہے ہیں۔"

عمران ماؤتھ آرگن بجاتا رہا۔

" ٹھہریئے ذرا ایک منٹ.... ایک بات سن لیجئے۔" صفدر نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

" سناؤ یار...." عمران جھلا گیا۔

" یہ لوگ جھاڑیوں سے باہر کیوں نہیں آتے؟"

" ہمارے دوسرے ساتھیوں کے منتظر ہیں۔"

" آپ نے بتادیا ہے؟"

" جھوٹ بولنا گناہ ہے۔ ممی اور ڈیڈی بچپن ہی سے سمجھاتے آئے ہیں۔"

" خدا غارت کرے۔" صفدر دانت پیس کر رہ گیا۔

" جھوٹ بولو گے تو ضرور غارت ہو جاؤ گے۔" عمران نے سر ہلا کر کہا اور پھر ماؤتھ آرگن ہونٹوں کی طرف لیجانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ جوزف نے ٹامی گن اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔" لور کھو باس! میرا آخری وقت قریب آ پہنچا ہے۔ میں جانتا تھا کہ ایک نہ ایک دن اس عورت کی بد دعا ضرور پوری ہو گی جو چاندنی راتوں میں بے چینی سے میرا انتظار کیا کرتی تھی!"

" خدا تیری کھوپڑی پر چپتیں نازل کرے جوزف۔ تجھے بھی کہاں عورت یاد آئی ہے۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا اور صفدر کو اشارہ کیا کہ ٹامی گن اس سے لے لے۔

پھر تقریباً دو گھنٹے تک صفدر وہیں بیٹھا بور ہوتا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے گولیوں کا رُخ کیسے بدل گیا تھا اور اب کیا ہو گا؟ کیا وہ سب قیدی بنا لیے جائیں گے! یا مار ڈالے جائیں گے؟ عمران کی کسی اسکیم کے متعلق قبل از وقت اندازہ لگا لینا مشکل کام تھا۔

" شائد وہ لوگ آ گئے۔" عمران بڑبڑایا۔" خاموش بیٹھے رہو خود ہی اوپر آ جائیں گے۔"

صفدر کچھ نہ بولا۔

پھر تھوڑی دیر بعد مونیکا تیر ہی کی طرح عمران کی طرف آئی تھی۔

" یہ کیا کرتے پھر رہے ہو تم؟" اس نے پوچھا

" میں ایک بہت بڑی مصیبت میں مبتلا ہو گیا ہوں۔" عمران نے گلوگیر آواز میں کہا

" وہاں سے اس طرح بھاگے کیوں تھے؟"

" صفدر تمہیں اس کے متعلق شاید پہلے ہی بتا چکا ہے.... مگر یہ نئی مصیبت!"

" کیا بات ہے؟"

عمران اس کی بات کا کوئی جواب دیئے بغیر سارے ساتھیوں کو مخاطب کر کے بولا" بھائیو! میں ایک بہت بڑی مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ میری مدد کرو۔"

" کیا بات ہے؟" ہام نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

" میں سامنے والی جھاڑیوں پر فائرنگ کرتا ہوں تو گولیاں اس درخت پر پڑتی ہیں۔"

" دماغ تو خراب نہیں ہو گیا۔" ہام نے آنکھیں نکالیں۔ وہ عمران کے متعلق کوئی اچھی

علاقے نہیں رکھتا تھا اور مونیکا سے بھی اس کا اظہار کر چکا تھا۔

" اپنے سارے ساتھیوں سے کہو کہ بیک وقت ان جھاڑیوں پر فائرنگ کریں۔ "

" آخر تم کچھ بتاتے کیوں نہیں؟" مونیکا جھنجھلا گئی۔

" اس ٹامی گن پر کسی خبیث روح کا سایہ ہو گیا ہے۔" اس نے صفدر کے ہاتھوں میں دبی ہوئی ٹامی گن کی طرف اشارہ کیا۔ پھر صفدر ہی سے بولا" دکھادو بھئی انہیں بھی دکھادو۔ مگر تم لوگ اس درخت پر بھی نظر رکھنا۔"

صفدر جو مرجانے کی حد تک اکتا گیا تھا ٹامی گن اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا " خود ہی دکھایئے۔" !

بہر حال عمران ہی نے فائرنگ کی۔ مگر نتیجہ پہلے سے مختلف نہیں تھا وہ سب بری طرح بوکھلا گئے۔

''یہ کیا مصیبت ہے۔'' مونیکا عمران کے قریب کھسکتی ہوئی منمنائی۔

" ان جھاڑیوں کے پیچھے تقریباً ڈیڑھ سو جنگلی موجود ہیں لیکن ہم ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ "

" نہیں!"

" دیکھ لینا۔ ان لوگوں سے کہو کہ ان کے پاس جتنا بھی اسلحہ ہے ایک جگہ ڈھیر کر دیں اور خالی ہاتھ کھڑے ہو جائیں۔"

" یہ تو موت ہی کو دعوت دینا ہو گا۔"

" تم ان پر فائرنگ کر کے ہی کیا کر لوگی۔ بہتر یہی ہے کہ انہیں فی الحال اعتماد میں لینے کی کوشش کی جائے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ گولیوں کا رخ کیوں بدل جاتا ہے؟"

یک بیک جھاڑیوں سے شور بلند ہوا اور لا تعداد سیاہ فام آدمی ان کی طرف بڑھنے لگے۔

ڈیزی بُری طرح چیخ رہی تھی صفدر نے جھپٹ کر اسے سہارا دیا ورنہ وہ گر ہی جاتی۔ آدمخوروں کی کہانی نے اسے پہلے ہی سے خوفزدہ کر رکھا تھا۔

عمران پھر ماؤتھ آرگن بجانے لگا تھا۔

" ارے۔ ارے تمہارا دماغ خراب ہوا ہے کیا؟" مونیکا عمران کو جھنجھوڑنے لگی۔

کچھ لوگوں نے بد حواسی کے عالم میں فائر بھی کیے لیکن وہ سیاہ فام اور نیم برہنہ وحشی بھیانک

انداز میں ہنستے اور نصف دائرے کی شکل میں آگے ہی بڑھتے رہے پھر تو سچ مچ ہاتھوں سے رائفلیں گویا شروع ہو گئیں۔ جوزف سینے پر ہاتھوں سے کراس بنائے دعائیں پڑھ رہا تھا آگے بڑھنے والے بڑھتے ہی رہے ان میں سے کوئی زخمی تک نہ ہو سکا تھا۔

"یہ کس مصیبت میں پھنسا دیا اس پاگل نے؟" ہام دانت پیس کر دہاڑا۔ "بند کرو یہ گانا بجانا۔"

لیکن عمران پر ذرہ برابر بھی اثر نہ ہوا۔ ماؤتھ آرگن کی آواز ویرانے میں گونجتی رہی اور جنگلیوں نے ان کے گرد اپنا دائرہ مکمل کر لیا۔

ان کے ہاتھوں میں سروں سے اونچے نیزے تھے۔ شکلیں مہیب تھیں جنہیں کھریا اور گیرو سے بنائی ہوئی لکیروں نے اور وحشت ناک بنا دیا تھا۔ یک بیک انہوں نے دائرے ہی کی شکل میں آہستہ آہستہ ٹھمکنا شروع کر دیا۔

" ہاہا.... ناچو گے۔" عمران نے قہقہہ لگایا۔ "ناچو۔ اگر میری ایجاد کردہ دھنوں پر ناچ سکو۔" وہ پھر ماؤتھ آرگن بجانے لگا۔

جنگلی آہستہ آہستہ ٹھمکتے رہے اور ان کا دائرہ گردش کرتا رہا۔ دفعتاً انہوں نے گانا بھی شروع کر دیا اور قدم پہلے کی نسبت تیزی سے اٹھنے لگے۔

" یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟" مونیکا عمران کے کان کے قریب منہ لے جا کر چیخی۔

" نہیں ناچ سکتے۔" عمران نے مایوسانہ لہجے میں کہا" میری دھن پر نہیں ناچ سکتے اپنی ہی دھن میں مست ہیں۔ آؤ ہم تم رمبا شروع کر دیں۔"

" تم ان لوگوں سے کسی طرح بھی کم نہیں ہو۔" مونیکا دانت پیس کر بولی۔" جنگلی وحشی اگر کچھ نہیں کر سکتے تو خاموش رہو۔"

دفعتاً جوزف بھی کھسک کر عمران کے قریب آ گیا اب اس کی آنکھوں میں خون کی بجائے حیرت کے آثار تھے۔ عمران اسے سوالیہ انداز میں گھورنے لگا۔ جنگلیوں کے گیت کی لے بلند ہی ہوتی جا رہی تھی اور دائرے کی گردش بھی پہلے سے تیز ہو گئی تھی۔

جوزف اس کے کان کے قریب منہ لا کر بولا" میں اس گیت کو سمجھ سکتا ہوں باس۔ یہ زبان نائجیریا کے نشیبی حصے میں بولی جاتی ہے مگر یہ گیت عجیب ہے اس سے دشمنی کی بو نہیں آتی۔ یہ گیت پسندیدہ مہمانوں کے لئے مخصوص ہے۔"

"اوہ تب تو یہ یقیناً وہی آدم خور ہیں۔" مونیکا نے کہا۔

"آہا!" عمران خوش ہو کر بولا "اگر یہ بات ہے تو میں ان سے عورت پکانے کی ترکیب ضرور سیکھوں گا۔"

"بس اب ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکلے ورنہ گولی مار دوں گی۔"

"ڈرو نہیں!" اچانک جھاڑیوں سے آواز آئی۔ "اپنی رائفلیں زمین پر ڈال دو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ ویسے تم یہ تو دیکھ ہی چکے ہو کہ تمہارے آتشی حربے بیکار ہو کر رہ گئے ہیں، تم سب ابھی اور اسی جگہ ختم کئے جا سکتے ہو۔"

"ارے یہ کون ہے؟" مونیکا بوکھلا کر جھاڑیوں کی طرف دیکھنے لگی، یہ تو کوئی انگریز ہی معلوم ہوتا ہے۔"

جنگلیوں کا رقص نقطۂ عروج پر پہنچ کر تھم گیا تھا اور اب وہ پھر پہلے کی طرح خاموش کھڑے تھے ان کی آنکھوں میں اب پھر وہی پہلے کی سی اداسی اور ماحول سے بے تعلقی پائی جاتی تھی یہ کہا ہی نہیں جا سکتا تھا کہ انہوں نے ذرا سی دیر قبل کوئی طوفانی رقص پیش کیا ہو گا۔ بس ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی مشین چلتے چلتے اچانک رک گئی ہو۔ رکی ہوئی مشین کے پرزوں سے یہ تو نہیں ظاہر ہو سکتا کہ وہ ایک ہی سیکنڈ پہلے چل رہی تھی۔

"جوزف اب میں تمہارے لیے ایک جنگلی دھن بجانے جا رہا ہوں۔ تم بھی ناچو۔ ڈرو مت۔ کیا تم نہیں جانتے۔ ہر وقت پچیسیوں خبیث اور پچاسوں چڑیلیں میرے پیچھے لگی رہتی ہیں۔"

"او خدا کے لئے اس قصے کو جلدی ختم کرو۔" مونیکا نے عمران کو جھنجھوڑ کر کہا۔ ماؤتھ آرگن پھر اس کے ہونٹوں سے نکل آیا اور وہ کراہ کر بولا۔ "تم ہی بتاؤ۔ میں کیا کروں.... وہ ناچ گا کر مجھے غصہ دلاتے ہیں، میں بجانے لگتا ہوں۔ پچھلے سال میں ایک قوال کی ضد میں رات بھر حلق پھاڑتا رہا تھا۔ قوالی سمجھتی ہو نا!"

"میں کچھ بھی نہیں سمجھتی۔ آخر یہ لوگ چاہتے کیا ہیں؟"

"یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہمارے میگزین پر قبضہ کر کے ہمیں نہتا کر دیں۔ ارے باپ رے وہ دیکھو!"

عمران ساحل کی طرف مڑا تھا۔ انداز ایسا تھا کہ وہ سب ہی اسی جانب دیکھنے لگے تھے۔ ان کی کشتی بہت دور جا چکی تھی۔

"یہ کمبخت پائلٹ بھی ڈر کر بھاگ نکلا۔" عمران نے آنکھیں نکالیں۔ "اب کیا ہوگا اب واپسی کی امید نہ رکھو۔ وہ اس کی پرواہ کیے بغیر آگے ہی بڑھتا جائے گا کہ اتنا لمبا سفر اس کے اکیلے کے بس کا روگ نہیں!"

"سب تمہاری بدولت ہوا ہے۔" مونیکا چیخی "اگر تم ہام کے آدمیوں کو صورت حال سے آگاہ کر دیتے تو ہم ادھر آنے کی حماقت نہ کرتے۔"

"آپس میں جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" جھاڑیوں سے پھر آواز آئی۔ "تمہیں اپنی سلامتی میں شبہ نہ ہونا چاہئے۔ یہ میرے بلکہ اس پجارن کے الفاظ ہیں جو ہزاروں سال سے زندہ ہے جو کبھی نہیں مرتی صرف چند دنوں کے لئے ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ وہ نور کا مجسمہ ہے؟"

"ہائیں!" عمران دونوں ہاتھ اٹھا کر پُر مسرت لہجے میں چیخا۔ "وہ یہاں ہے.... یہاں اس جزیرے میں.... میرے خدا.... اوہ.... اوہ۔"

"کیوں؟ کیا تم اسے جانتے ہو؟" جھاڑیوں سے آواز آئی۔

"ہائے یہ نہ پوچھو! میں اس کی تلاش میں ساڑھے پچیس بار پیدا ہو چکا ہوں۔ پہلے یونان میں پیدا ہوا تھا.... لیکن وہ اس وقت مصر میں تھی.... جب مصر میں پیدا ہوا.... تو معلوم ہوا کہ اب وہ تبت میں ہے.... تبت میں پیدا ہونے کی ہمت نہیں پڑی تھی.... کیوں کہ چپٹی ناکوں سے مجھے خوف محسوس ہوتا ہے.... بہر حال آخری بار ہنالولو میں پیدا ہو کر سیدھا یہیں چلا آ رہا ہوں.... اگر یہاں بھی نہ ملی تو میں اب پیدا ہونا ہی چھوڑ دوں گا۔"

"تم کیسی الٹی سیدھی باتیں کر رہے ہو۔" اس بار آواز غصیلی تھی.... "اس پارٹی کا راہبر کون ہے سامنے آئے۔"

"میں راہبر ہوں جناب!" ہام نے آگے بڑھ کر کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اپنے آدمیوں سے کہو کہ غیر مسلح ہو جائیں۔"

"بہت بہتر جناب!" ہام نے کہا

"نہیں! یہ نہیں ہو سکتا۔" مونیکا بولی۔

"لیڈی مونیکا! عقل سے کام لو۔ کشتی واپس جا چکی ہے۔ ہم ہر طرح ان کے قبضے میں ہیں۔ اپنی فائرنگ کا انجام بھی دیکھا ہے۔"

ہام کے کہنے پر سب غیر مسلح ہو گئے۔ عمران تو پہلے ہی ٹامی گن پھینک چکا تھا۔ کسی کی جیب میں شکاری چاقو تک نہ رہ گیا۔

"ٹھیک ہے!" جھاڑیوں سے آواز آئی" اب ہر طرح مطمئن ہو جاؤ! چین کی نیندیں تمہیں آج ہی نصیب ہوں گی۔"

"مگر تم مجھ سے خواہ مخواہ ناراض ہو گئے ہو پیارے! عمران نے کہا" حالانکہ میں ہی تم لوگوں کا سب سے بڑا عقیدت مند ثابت ہوں گا۔"

"تم خاموش رہو۔" ہام نے آنکھیں دکھائیں۔

"ارے تم اس لہجے میں باس سے گفتگو نہیں کر سکتے۔ میں تمہاری آنکھیں نکال لوں گا۔" جوزف غرایا۔

"ہشت!" عمران بولا۔" جھگڑا نہ کرو۔ ہام ٹھیک کہہ رہا ہے۔ مجھے خاموش ہی رہنا چاہئے۔"

"سنو! خاموش ہو جاؤ۔" جھاڑیوں سے آواز آئی۔" مقدس پجارن کا حکم ہے کہ ہم تمہیں منزل مقصود تک پہنچا دیں.... تم دفینوں کی تلاش میں آئے ہو نا؟"

کوئی کچھ نہ بولا۔

"فکر نہ کرو۔" پھر آواز آئی۔" ہم تو تارک الدنیا لوگ ہیں ہمیں دفینوں سے کیا سروکار؟ وہ تو ہماری ٹھوکروں سے پیدا ہوتے ہیں۔"

"ذرا ایک ٹھوکر اس جوزف کے بچے کو بھی رسید کرنا۔ تاکہ یہ شراب کے بیرل میں تبدیل ہو جائے۔" عمران نے ہانک لگائی اور جوزف بے ڈھنگے پن سے ہنسنے لگا۔

"آخر تمہاری پجارن کو ہم سے کیا سروکار؟" مونیکا نے پوچھا۔

"اس جزیرے کی ہر چیز سے مقدس پجارن کو سروکار ہے.... اچھا اب سفر کے لئے تیار ہو جاؤ۔"



وہ چلتے رہے حتیٰ کہ سورج مغرب میں جھک گیا۔

راستہ حقیقتاً دشوار گزار تھا۔ صفدر محسوس کر رہا تھا کہ راہبر کے بغیر جنگلوں میں گھسنا دوسرے الفاظ میں موت کو دعوت دینا ہے۔ جنگلیوں نے ان کا سارا سامان سروں اور کاندھوں پر اٹھالیا تھا خود انہیں اس کی تکلیف نہیں برداشت کرنی پڑی تھی۔ لیکن وہ کہاں تھا جس کی آواز جھاڑیوں سے آئی تھی۔ عمران کے بیان کے مطابق وہ کوئی سفید فام تھا۔ لیکن اس قافلے میں وہ شریک نہیں تھا۔

ڈیزی کو ہوش آ گیا تھا اور صفدر کے ساتھ چل رہی تھی۔ چل کیا رہی تھی بس وہی اسے چلا رہا تھا۔ قدم قدم پر وہ لڑکھڑاتی اور صفدر ہی اسے سہارا دیتا۔ اس کے علاوہ کسی اور نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ وہ کس حال میں ہے۔

" سچ بتاؤ! یہ آدم خور تو نہیں ہیں۔" وہ بار بار پوچھتی اور صفدر بظاہر اسے تسلیاں تو دیتا لیکن حقیقتاً وہ خود بھی مطمئن نہیں تھا۔

دفعتاً اس نے عمران کی آواز سنی جو غالباً مونیکا سے کہہ رہا تھا " اب کیا میں خود بھی آدم خوری پر اتر آؤں۔ صبح سے بھوکا ہوں۔"

" اوہ.... اوہ.... کون کیا کہہ رہا ہے؟" ڈیزی خوفزدہ لہجے میں بولی۔

صفدر کیا جواب دیتا۔ اس خوفزدہ لڑکی کو مطمئن کر دینا آسان کام نہیں تھا۔

قافلہ چلتا رہا۔ ہام کے ساتھیوں میں سے کئی تھکن کی وجہ سے لڑکھڑا رہے تھے۔ یا ہو سکتا ہے وہ بھی خائف رہے ہوں۔

" اب مجھ میں چلنے کی سکت نہیں رہ گئی۔ میں کیا کروں؟" ڈیزی ہانپتی ہوئی بولی۔

" پھر بتاؤ میں کیا کروں۔ کیا اسے پسند کرو گی کہ میں تمہیں اپنی پیٹھ پر اٹھا کر لے چلوں۔"

" نہیں نہیں ٹھیک ہے۔ گھسٹتی رہوں گی کسی نہ کسی طرح۔ اف فوہ اب کتنا اندھیرا ہو گیا ہے۔ کیسا گھنا جنگل ہے۔ سورج کی ایک کرن کا بھی گزر نہیں یا پھر رات ہو گئی ہے۔"

" میرا خیال ہے کہ ابھی سورج غروب نہیں ہوا۔ مگر اب یہ سفر کیسے جاری رہ سکے گا۔

اندھیرا تو بڑھتا ہی جارہا ہے۔"

اچانک کسی نے چیخ کر کچھ کہا اور بار بار ایک ہی لفظ دہراتا رہا۔ وہ غالباً کوئی جنگلی ہی تھا۔

" باس!" جوزف عمران سے بولا۔" وہ رکنے کے لئے کہہ رہے ہیں۔" پھر بلند آواز میں بولا" ٹھہر جاؤ رک جاؤ سب" ! یہ الفاظ اس نے انگریزی میں ادا کیے تھے۔

قافلہ رک گیا لیکن اتنا اندھیرا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو بہ آسانی پہچان نہیں سکتے تھے۔ دفعتاً جنگلیوں نے چیخنا شروع کر دیا اور ہام کے بعض ساتھیوں کے حلق سے ڈری ڈری سی آوازیں نکلنے لگیں۔

" اوہ! خاموش خاموش۔ ڈرو نہیں۔" جوزف بلند آواز میں بولا۔" وہ اپنے دیوتا سے روشنی مانگ رہے ہیں۔ سورج مانگ رہے ہیں۔"

" میرے لئے چیونگم کے پیکٹ بھی مانگ لیں تو بہتر ہے۔" عمران نے کہا

" اوہ خدا کے لئے چپ رہو۔ تمہاری آواز مجھے زہر لگتی ہے۔" مونیکا نے کہا

ڈیزی صفدر سے کہہ رہی تھی۔" تمہارا ساتھی عجیب ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اسے مستقبل کی فکر ہی نہ ہو۔ یا تو یہ پاگل ہے یا بھوت تمہارا کیا خیال ہے۔"

" کچھ بھی نہیں وہ ایسا ہی آدمی ہے۔"

" اب یہی دیکھو کہ ہم مرے جارہے ہیں اور اسے صرف چیونگم کی فکر ہے۔ کالا آدمی اسے باس کہتا ہے کیا وہ اس کا ملازم ہے؟"

" ڈیزی، ڈیزی! تم کہاں ہو؟" دفعتاً مونیکا کی آواز آئی۔

" میرے ساتھ!" صفدر نے جواب دیا

" ٹھیک ہے۔ اس کا خیال رکھنا.... بے چاری لڑکی!"

" وہ مونیکا سے بھی نہیں ڈرتا۔" ڈیزی بولی

" مونیکا؟" صفدر ہنس پڑا۔" وہ بھی کوئی ڈرنے کی چیز ہے؟"

" مورن اور ہام اس کے سامنے ہکلانے لگتے ہیں۔"

" ہوگا۔ لیکن میرا ساتھی دوسری قسم کے لوگوں میں سے ہے اسے متاثر ہونا نہیں آتا۔ اس متعلق زیادہ نہ سوچو۔ ورنہ تمہارا دماغ خراب ہو جائے گا۔"

" میں بھی یہی محسوس کرتی ہوں۔ مگر وہ ایک مستقل خلش کی طرح میرے ذہن پر حاوی ہو گیا ہے۔"

" بُری علامت ہے۔" صفدر نے ٹھنڈی سانس لی۔

اچانک جنگلیوں کا شور اتنا بڑھ گیا کہ قریب کھڑے ہوئے دو آدمی بھی ایک دوسرے کی آواز سننے میں دشواری محسوس کرنے لگے۔ اور پھر ان کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ سچ مچ ایسا ہی محسوس ہوا جیسے سورج کا ایک ٹکڑا گھنیری شاخوں میں آپھنسا ہو۔ اتنی تیز روشنی تھی کہ زمین پر گری ہوئی سوئی بھی دور سے دیکھی جا سکتی تھی۔

جنگلیوں نے خوشی کے تین نعرے لگائے اور جوزف بری طرح کانپنے لگا۔ دوسروں کی حالت بھی اس سے مختلف نہیں تھی۔ لیکن آواز صرف اسی کے حلق سے نکل رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "بب باس! ہم یقیناً کسی جادوگر کے چکر میں پھنس گئے ہیں۔ موت ہی ہمیں لائی ہے اس جزیرے میں۔"

عمران کسی شریر بچے کے سے انداز میں پلکیں جھپکا رہا تھا اس کے چہرے سے ذرّہ برابر بھی تشویش نہیں ظاہر ہو رہی تھی۔

صفدر بھی کھسک کر اس کے قریب ہی آ گیا تھا۔ ڈیزی بھی بڑھ آئی۔

" واقعی ہم کسی مصیبت کا شکار ہونے والے ہیں۔" صفدر نے کہا

" ہو چکے ہیں مائی ڈیئر مسٹر صفدر" عمران بولا "مگر یہ مسٹر کی ٹر اور صفدر کا در مجھے ہم قافیہ معلوم ہوتے ہیں.... کیا خیال ہے تمہارا.... اگر میں صرف ٹردر کہوں تو کیا حرج ہے؟"

"جب کچھ سمجھ میں نہیں آتا تو لوگ اسی طرح پاگل ہو جاتے ہیں۔" صفدر جھلا گیا

" ہا.... آم.... دیکھو ٹردر ایک طرف ہو جاتے پر دوسری طرف باقی بچا مس صف۔ صف میں ی اور ہ کا اضافہ کئے دیتا ہوں۔ چلو بن گیا مس صفیہ۔ تو تم اس وقت بالکل مس صفیہ ہی کے انداز سے گفتگو کر رہے ہو.... اوئی اللہ ہم تو کسی بڑی مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہیں.... ہائے دولہا بھائی اب کیا ہو گا۔"

صفدر بھنا کر خاموش ہو گیا۔

قافلہ پھر چل پڑا تھا۔ صفدر اس بار عمران کے ساتھ ہی چلتا رہا۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا" ہم

یہاں کیوں آئے تھے؟"

" بکواس مت کرو۔ اس پر بحث کرنے کا موقع نہیں ہے۔"

" یہ روشن دائرہ ہمارے ساتھ ہی حرکت کر رہا ہے۔" مونیکا بولی۔" مگر نہ تو شاخوں میں الجھتا ہے اور نہ اس کی رفتار میں کمی آتی ہے۔ آخر ہے کیا بلا؟"

" بناسپتی سورج.... ایسا ہی سورج اب سے پچاس سال پہلے میرے دادا نے بھی بنایا تھا۔" عمران نے جواب دیا۔

" میں نے تم سے نہیں پوچھا۔"

" میں نے اپنے فرشتوں کو بتایا ہے۔"

" مجھ سے سنو۔ میں جانتا ہوں۔" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا" یہ لوگ میتسو کے پجاری معلوم ہوتے ہیں جو ریزو یعنی سورج دیوتا کا بیٹا ہے۔"

" اور کچے شلجم چبانے میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔" عمران نے ٹکرا لگایا۔

"تم پھر بولے۔"

"اچھا شب تاریک کے بچے تم ہی بولے جاؤ۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

" میں مم.... میں کیا بولوں باس.... یہ پوچھ رہی تھیں۔"

اب وہ نشیب میں اتر رہے تھے۔ ایسی ہی ڈھلان تھی کہ اگر روشنی نہ ہوتی تو کئی اپنے ہاتھ پیر توڑ بیٹھتے۔

" اب تو میں گری.... میں گر رہی ہوں.... مسٹر صف...."

ڈیزی جھومتی ہوئی صفدر پر آگری اور اس نے بمشکل تمام خود کو سنبھالا۔ ورنہ جھٹکا تو ایسا ہی تھا کہ دونوں لڑھکتے ہوئے نیچے چلے جاتے۔

اندازہ کرنا دشوار تھا کہ ڈھلان کا اختتام کہاں ہوا ہو گا کیونکہ ساری راہ جھاڑیوں سے ڈھکی ہوئی تھی ہر دو چار قدم کے بعد راستہ بنانے کے لئے جھاڑیاں ہٹانی پڑتی تھیں لیکن وہ پگڈنڈی انسانی قدموں ہی کی بنائی ہوئی تھی اور اسے استعمال کرنے والوں نے مصلحتاً اس پر جھاڑیاں جھکی رہنے دی تھیں۔ جہاں سے انہوں نے سفر شروع کیا تھا وہاں بھی کم از کم وہ تو راستہ تلاش کرنے میں ناکام ہی رہتے حالانکہ وہاں وہ پگڈنڈی نہیں بلکہ ایک کشادہ سڑک معلوم ہوتی تھی۔ مگر کسے اندازہ ہوتا کہ ان جھاڑیوں کے پیچھے کیا ہے؟۔

وہ بڑی احتیاط سے نیچے اترتے رہے۔ یہاں بھی راستہ اتنا کشادہ ضرور تھا کہ دو آدمی برابر چل سکیں۔ ڈیزی صفدر کے شانے پر جھول گئی تھی۔

" میں معافی چاہتی ہوں۔ اب میرے پیروں میں قوت نہیں رہ گئی۔" وہ گھٹی گھٹی سی آواز میں کہہ رہی تھی۔ "تمہارے علاوہ مجھے اور سب درندے معلوم ہوتے ہیں۔"

صفدر کو اخلاقاً اس کا بوجھ بھی برداشت کرنا پڑا۔ ورنہ حقیقت تو یہ تھی کہ ہمدردی کا شائبہ بھی اس کے ذہن کے کسی گوشے میں موجود نہیں تھا۔

یک بیک عمران کے ماؤتھ آرگن کی آواز فضا میں گونجنے لگی اور جوزف نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا" کیا کرتے ہو باس! کہیں سانپ نہ نکلنے لگیں۔"

" میرا بس چلے تو تمہیں قتل ہی کر دوں۔" مونیکا کی آواز آئی۔

روشنی کا دائرہ یکساں رفتار سے اب بھی ان کے سروں پر پرواز کر رہا تھا۔ لیکن اس جانب نظر اٹھانا بھی دشوار تھا۔ ڈھلوان شروع ہونے سے پہلے ایک بار صفدر سے ایسی حماقت سرزد ہوئی تھی۔ لیکن نتیجے کے طور پر دیر تک اس کی آنکھوں کے سامنے بڑے بڑے گنجان دائرے رقص کرتے رہے تھے اور اس وقت ڈیزی ہی نے اسے سہارا دیا تھا۔ ورنہ وہ ایک قدم بھی نہ چل سکتا۔ سورج پر تو ایک بار اڑتی نظر ڈالنا ممکن تھا لیکن اس روشن دائرے پر خدا کی پناہ! صفدر کو ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے آنکھیں حلقوں سے نکل کر پھٹ جائیں گی۔

دفعتاً آگے چلنے والے جنگلی رک گئے ان میں سے ایک چیخ چیخ کر کچھ کہہ رہا تھا۔

" او باس.... " جوزف بولا۔" وہ مجھے بلا رہا ہے۔"

" جاؤ! اے ہاں دیکھو! ذرا معلوم کرنا کہ ان لوگوں کو نشے پانی سے بھی کچھ دلچسپی ہے یا نہیں؟"

جوزف انہیں وہیں چھوڑ کر آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس کے علاوہ جو جہاں رکا تھا وہیں کھڑا رہا۔

" مجھ پر غشی سی طاری ہو رہی ہے۔" ڈیزی نے بھرائی ہوئی سی آواز میں کہا اور صفدر نے جوزف کو آواز دی۔" جوزف! ان سے کہو اب ہم نہیں چل سکیں گے۔"

" اوہ شکریہ!" ڈیزی بولی۔" تم میں اتنی ہمت تو ہے کہ اس اسپرٹ میں گفتگو کر سکو اور سب تو مر کر ہی رہ گئے ہیں۔"

صفدر کچھ نہ بولا۔ وہ سبھی ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ کہہ رہے تھے۔ عمران کا ماؤتھ آرگن بھی خاموش ہو گیا تھا۔ کچھ دیر بعد جوزف واپس آ گیا۔

" میں کہتا ہوں باس! اگر میں ساتھ نہ ہوتا تو تم لوگ کیا کرتے۔ " اس نے کہا۔

" تمہاری یاد میں روتے روتے بے ہوش ہو جاتے۔ "

" نہیں باس! وہ پُر اسرار قوت جانتی تھی کہ میں ساتھ ہوں۔ "

" کیا بکواس ہے.... جلد کہہ چکو۔ "

" آگے راستہ نہیں ہے اور وہ ایک غار میں اترنے کو کہہ رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ دیوتا کا سورج اس جگہ سے آگے نہ بڑھ سکے گا۔ اگر تمہارے پاس روشنی کے لئے کچھ ہو تو نکالو۔ اور ہاں! اب اس وقت آگے نہیں جائیں گے۔ کتنی سردی ہے۔ باس یہاں! ابھی تک احساس نہیں ہوا تھا۔ اب رکے ہیں تو.... "

" میں نے کیا کہا تھا تم سے؟ " عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"اوہ۔ ہاں! وہ نشہ نہیں استعمال کرتے میں نے پوچھا تھا۔ اس نے کہا کہ اگر وہ نشہ استعمال کریں گے تو ان پر دیوتا کا قہر نازل ہو گا۔ "

" پتہ نہیں کیسا نا معقول دیوتا ہے۔ " عمران بُرا سامنہ بنا کر بولا۔

ہام نے پیٹرومیکس اور کیروسین لیمپ نکلوائے۔ ویسے ان کے پاس کاربائیڈ لیمپس بھی تھے اور وافر مقدار میں کاربائیڈ بھی۔ لیکن وہ اسے آئندہ کے لئے محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔

کچھ دیر بعد وہ سب غار میں اترتے چلے گئے لیکن عمران سب سے پیچھے رہ جانے کے لئے ایک جگہ رک گیا تھا۔ روشنی کا دائرہ اب متحرک نہیں تھا لیکن روشنی بدستور پھیلی ہوئی تھی۔

عمران غار کے دہانے پر کھسک آیا۔ یہاں اب اس کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں تھا۔ غالباً وہ اس روشن دائرے کے متعلق کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا۔

پھر اسے غار ہی میں اترنا پڑا کیونکہ وہ اس روشنی سے بچنا بھی چاہتا تھا۔

یک بیک وہ روشن دائرہ کسی الیکٹرک لیمپ کی ہی طرح بجھ گیا اور عمران نے ایک طویل سانس لی۔ پھر اسے خیال آیا کہ اس سے ایک زبردست حماقت سرزد ہوئی ہے۔ کیونکہ نہ تو اب قافلے والوں کے قدموں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں اور نہ پیٹرومیکس لیمپ کی روشنی ہی نظر

آ رہی تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک وہیں بے حس و حرکت کھڑا رہا پھر مڑ کر ٹٹولتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ اچانک اسے یاد آیا کہ کاندھے سے لٹکے ہوئے چرمی تھیلے میں ایک الیکٹرک ٹارچ بھی تو تھی۔

وہ راستے بھر اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتا آیا تھا لیکن اس کا ذہن بری طرح الجھا رہا تھا۔ کیا یہ حقیقتاً بوغا ہی کا جزیرہ تھا یا غلط فہمی کی بناء پر وہ کسی دوسری راہ پر آ لگا تھا!

ٹارچ روشن کر کے وہ آگے بڑھتا رہا اس کے قدموں کی آواز غار میں گونج رہی تھی وہ غار تو گویا شیطان کی آنت ہی بن کر رہ گیا تھا۔ کہیں سرنگ کی شکل اختیار کرتا اور کہیں اتنا کشادہ نظر آتا کہ عمران کو رک کر چاروں طرف روشنی ڈالنی پڑتی۔ اس کے ساتھی کہاں تھے؟ تقریباً دس منٹ تک چلتے رہنے کے باوجود بھی ان کا سراغ نہ مل سکا اور پھر اسے سوچنا پڑا کہ کہیں وہ غلط راستے پر نہ آ پڑا ہو۔

غار کی ساخت ایسی ہی تھی کہ اس کی کچھ شاخیں بھی ہو سکتیں تھیں مگر سوال تو یہ تھا کہ وہ آگے ہی بڑھتا رہے یا پھر دہانے کی طرف واپس جا کر از سر نو تلاش کا آغاز کرے۔

ابھی وہ کسی فیصلے پر نہیں پہنچ سکا تھا کہ یک بیک ایک گوشے میں ہلکی سی روشنی دکھائی دی اور غیر ارادی طور پر اس کے قدم اسی جانب اٹھ گئے۔

روشنی ایک بڑے سے پتھر کی اوٹ سے پھوٹ رہی تھی قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ اس کا مخرج ایک اتنا بڑا سوراخ تھا جس سے سینے کے بل کھسکتا ہوا وہ بآسانی گزر سکتا۔ تھوڑی دیر تک اسی پتھر پر ہاتھ ٹیکے جھکا رہا۔ پھر سوراخ کی طرف بڑھا۔ لیکن جیسے ہی دوسری طرف جھانکنے کے لئے اپنا چہرہ اس کے قریب لے گیا کسی نے پیچھے سے گردن دبوچ لی۔ اس نے مصلحتاً ہاتھ پیر ڈھیلے چھوڑ دیئے۔ ایسا بن گیا جیسے گردن پر وہ ہاتھ قضا ہی کا ہاتھ ثابت ہوا ہو۔ پھر کچھ کر گزرنے کا وقت تو وہی تھا۔ جب ایک جھٹکے کے ساتھ اسے پیچھے کی جانب کھینچا گیا تھا۔ ٹارچ والا بھرپور ہاتھ حملہ آور کے منہ پر پڑا۔ عمران برق کی سی سرعت سے پلٹا تھا اور اس کی گردن حملہ آور کی گرفت سے نکل گئی تھی۔

پھر اس نے اسے سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا۔ ذرا ہی سی دیر میں وہ نیچے تھا اور عمران اس طرح چھاتی پر سوار اس کا گلا گھونٹ رہا تھا جیسے سانس لینے کی بھی مہلت نہ دینے کا ارادہ رکھتا ہو!



صفدر کو یاد نہیں تھا کہ غار کے دہانے اور اس مقام کا درمیانی فاصلہ کس طرح طے ہوا تھا کیونکہ غار کے باہر ہی ڈیزی پر غشی طاری ہوگئی تھی اور اسے ہاتھوں پر اٹھانا پڑا تھا۔ پھر اسی حالت میں متواتر چلتے رہنا آسان کام تو نہیں تھا شاید وہ یہ بھی نہ بتا سکتا کہ اب جس جگہ سامان اتارا جا رہا تھا وہاں تک پہنچنے میں کتنا وقت صرف ہوا تھا۔ اس نے تو بس ڈیزی کو ایک طرف ڈال دیا تھا اور خود اکڑوں بیٹھ کر کسی فربہ مینڈک کی طرح ہانپنے لگا تھا۔

"خدا کی پناہ" ہام نے مونیکا سے کہا" یہ غار ہے یا کوئی کھوکھلا پہاڑ۔ تقریباً چار فرلانگ کا فاصلہ ضرور طے کیا ہوگا۔ لیکن کہیں آسمان کی ہلکی سی جھلک بھی نہیں دکھائی دی۔"

مونیکا کچھ نہ بولی۔ وہ ان جنگلیوں کو دیکھ رہی تھی جو اب شاید الاؤ روشن کرنے کی فکر میں تھے۔ ان میں سے کچھ کہیں سے خشک لکڑیاں لا لا کر ایک جگہ ڈھیر کرتے رہے مونیکا کبھی لکڑیوں کے ڈھیر کی جانب دیکھتی تھی اور کبھی بے ہوش ڈیزی کی طرف۔ پھر اس نے مضطربانہ انداز میں جوزف کا بازو پکڑتے ہوئے کہا" کہیں یہ آدم خور ہی نہ ہوں.... معلوم کرو.... معلوم کرو...."

" نہیں یہ آدم خور نہیں ہیں۔" جوزف نے جھٹکے کے ساتھ اپنا بازو چھڑاتے ہوئے کہا اور پھر چند لمحے اسے گھورتے رہنے کے بعد بولا۔" مجھ سے دور ہی سے بات کیا کرو.... ہاں۔"

" کیا مطلب؟" مونیکا کی بھنویں سکڑ گئیں۔

" ہاتھ نہ لگایا کرو مجھے۔"

" دماغ تو نہیں خراب ہو گیا؟"

لیکن جوزف جواب دیئے بغیر جنگلیوں کی طرف بڑھ گیا۔ مونیکا اسے خون خوار نظروں سے گھور رہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی بھوکی شیرنی کی طرح جھپٹ پڑے گی۔

کچھ دیر بعد صفدر کی حالت سنبھل گئی۔ لیکن ڈیزی اب بھی بیہوش پڑی تھی ہام کے ساتھی کھانے پینے کا سامان نکال رہے تھے۔ ہام نے انہیں متنبہ کیا کہ شراب زیادہ مقدار میں نہ پئیں۔

جنگلی اب ان کی طرف سے لاپرواہ نظر آ رہے تھے۔ الاؤ روشن ہو گیا تھا۔

یک بیک صفدر کو عمران کا خیال آیا اور وہ تیزی سے مجمع کا جائزہ لینے لگا۔ بھلا اتنی دیر وہ خاموش کیسے بیٹھتا۔ اس نے سوچا پھر وہ کہاں گئے؟

دس منٹ کے اندر اندر ہی اس نے وہ ساری جگہیں دیکھ ڈالیں۔ جہاں جہاں اس کی پارٹی کے آدمی یا جنگلی موجود تھے لیکن عمران نہ ملا۔ پھر مونیکا آٹکرائی شاید وہ بھی عمران ہی کی تلاش میں تھی۔ صفدر نے اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار دیکھے۔

" وہ کہاں ہے؟" مونیکا نے مضطربانہ انداز میں پوچھا

" میں خود بھی اسی کی تلاش میں ہوں۔" صفدر نے جواب دیا۔

" اوہ میرے خدا" !وہ اپنی گردن مسلتی ہوئی بولی۔" سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کن لوگوں کے چنگل میں آپھنسے ہیں۔ کیا تم بتا سکو گے کہ ہم یہاں کس راستے سے آئے تھے۔"

" میں نے اس پر غور نہیں کیا۔"

" میرا دعویٰ ہے کہ تم راستہ نہیں تلاش کر سکو گے۔ میں نے ابھی کوشش کی تھی مگر ناکام رہی!"

" ہم بوغا کی تلاش میں نکلے تھے نا؟"

" مگر کیا یہ بوغا کے آدمی ہیں؟" مونیکا نے حیرت سے کہا۔

" کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ کیونکہ میں تو اسے ایک اسمگلر کی حیثیت سے جانتا تھا۔ پھر تمہارے کاغذات نے اسے کسی جزیرے کا حکمران ثابت کیا۔ اور اب ہم ایسے لوگوں سے دوچار ہیں جن کا نامی گنیں بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ جن کا دیوتا اندھیری رات میں سورج پیدا کر سکتا ہے۔"

" آخر وہ کیا بلا تھی.... وہ روشنی...."

" اس پر تو وہی روشنی ڈال سکے گا جو خود بھی بعض شیطانی قوتوں کا مالک ہو۔"

" کون؟"

" میں عمران کے متعلق کہہ رہا ہوں مگر وہ ہے کہاں۔ ہام سے پوچھو شائد اس نے دیکھا ہو۔ کیونکہ وہ میرے اندازے کے مطابق سب سے پیچھے تھا۔ اوہ یہ جوزف کہاں گیا؟"

صفدر جوزف کو آوازیں دینے لگا اور مونیکا ہام کی طرف بڑھ گئی جو ایک آئل اسٹو پر غالباً کافی کے لئے پانی رکھے اس کے قریب ہی بیٹھا اونگھ رہا تھا۔

جوزف جنگلیوں کی بھیڑ ہی سے برآمد ہوا تھا۔

" بڑے ٹھس لوگ ہیں مسٹر صفدر! کسی معاملے میں بھی زبان نہیں کھولتے۔" اس نے قریب آکر کہا۔

" تمہارے باس کہاں ہیں؟"

" باس!.... اوہ باس.... یہی تو میں کہہ رہا تھا کہ سناٹا کیوں ہے!"

وہ پنجوں کے بل اٹھ کر چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

" وہ یہاں نہیں ہیں۔ میں دیر سے تلاش کر رہا ہوں۔" صفدر نے کہا

" اوہ نہیں!" جوزف نے متحیرانہ انداز میں آنکھیں نکالیں پھر جلدی سے بولا" میں دیکھتا ہوں۔"

" ٹھہرو!" میرا خیال ہے کہ تم غار کے دہانے تک واپس نہیں جاسکو گے۔"

" کیوں؟"

" ہمیں تو راستہ نہیں مل سکا۔"

" یہ بہت برا ہے مسٹر صفدر! اور یہ کمبخت کسی ایسی بات کا جواب ہی نہیں دیتے جس کا تعلق ہماری یا ان کی ذات سے ہو۔"

" انہوں نے ہمارا اسلحہ کہاں رکھا ہے؟ ہمیں ایک بار پھر کوشش کرنی چاہئے۔"

" نہیں مسٹر صفدر میں اس کا مشورہ نہیں دوں گا ہم کئی بار دیکھ چکے ہیں۔ کوئی پُر اسرار قوت ان کے ساتھ ہے۔"

مونیکا ہام سے گفتگو کرنے کے بعد تیزی سے ان کی طرف آئی تھی۔

" ہام نے اسے ڈھلان پر رکتے دیکھا تھا" وہ ہانپتی ہوئی بولی" اور اس کا خیال ہے کہ وہ غار میں داخل ہی نہیں ہوا تھا۔"

" خیال ہے یا یقین ہے؟"

" اوہ کچھ کردہ باتوں سے کیا فائدہ؟ یہ حقیقت ہے کہ وہ یہاں نہیں ہے۔"

صفدر نے ابھی تک اسے اتنی زیادہ پریشان نہیں دیکھا تھا۔

" جانے دو۔ تم اس سے تنگ بھی تو آگئی تھیں۔ راستے بھر برا بھلا کہتی آئی تھیں۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ چلو اسے تلاش کریں۔"

یک بیک کسی گوشے سے عجیب سی آواز آئی۔ وہ آواز کی جانب متوجہ ہوگئے بائیں طرف ایک بڑی چٹان پر تیز قسم کی روشنی نظر آئی۔ انہیں یقین تھا کہ آواز بھی اسی چٹان سے آئی تھی۔

پھر چاروں طرف سکوت طاری ہوگیا۔ کیونکہ روشنی آہستہ آہستہ پھیلتی جارہی تھی اور پیڑومیکس لیمپ تو گویا اس کے آگے رونے لگے تھے۔

دفعتاً جنگلیوں نے ایک دل ہلا دینے والا نعرہ لگایا اور پھر سناٹا چھا گیا۔ ہام اور اس کے ساتھی آہستہ آہستہ کھسک کر ایک جگہ اکٹھا ہوگئے تھے۔ مونیکا صفدر اور جوزف نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی۔

پھر چٹان کے پیچھے سے ایک ایسا مجسمہ ابھرا جو سر سے پیر تک سفید کپڑے میں لپٹا ہوا تھا۔ صرف آنکھوں کی جگہ واضح تھی ورنہ انگلیاں تک ڈھکی ہوئی تھیں! جنگلیوں نے پھر ایک نعرہ لگایا اور منہ کے بل زمین پر گر گئے۔

جوزف کانپ رہا تھا صفدر اس کفن پوش مجسمے کو گھور تا رہا جو اب پھر آہستہ آہستہ چٹان کے عقب میں نیچے کھسکتا جارہا تھا۔ اسی کے ساتھ گویا روشنی بھی سمٹ رہی تھی اور پھر وہ اس چٹان ہی تک محدود ہو کر گئی۔

مجسمہ غائب ہو چکا تھا۔ لیکن چٹان بدستور روشن رہی۔ اس وقت بھی یہ روشنی پیٹرومیکس لیمپ کی روشنی سے مختلف ہی معلوم ہو رہی تھی۔

"مم.... مسٹر صفدر!" جوزف ہکلایا۔

اور ٹھیک اسی وقت جنگلیوں نے پھر نعرہ لگایا اور زمین پر اٹھ گئے۔

"یہ کیا بلا تھی؟" مونیکا آہستہ سے بڑبڑائی صفدر کچھ نہ بولا۔ اسے تو ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے خواب دیکھ رہا تھا۔ ایسا بے سروپا خواب جو عموماً معدے کی خرابی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ دفعتاً وہ چٹان کی طرف بڑھا اور مونیکا اسے روکنے لگی۔

دوسری طرف کئی جنگلی نیزے تان کر جھپٹے اور جوزف چیخنے لگا۔ "ٹھہرو ٹھہر جاؤ مسٹر صفدر! یہ کیا کر رہے ہو۔ اتنے آدمیوں کی زندگیاں خطرے میں نہ ڈالو!"

صفدر کو رک ہی جانا پڑا۔ جنگلی بھی قریب پہنچ چکے تھے وہ نیزے تانے ہوئے چٹان کے

سامنے جم گئے اور ان میں سے ایک نے نیزہ ہلا کر جوزف سے کچھ کہا تھا۔

" پلٹ آؤ مسٹر صفدر! خدا کے لئے.... تم سمجھدار ہو۔" جوزف نے کہا۔

صفدر نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے ہوئے مڑا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان حالات سے کس طرح گلو خلاصی ہو گی۔ ٹھیک اسی وقت اس نے ڈیزی کی چیخ سنی۔ اسے ہوش آ گیا تھا اور وہ ہاتھوں سے منہ چھپائے دوزانوں بیٹھی بری طرح کانپ رہی تھی۔

صفدر تو وہاں سے ہٹ گیا تھا لیکن جنگلی اب بھی چٹان کے قریب ہی موجود تھے۔

جوزف نے آگے بڑھ کر کہا" یہ کیا کر رہے تھے۔ خواہ مخواہ کسی نئی مصیبت میں پھنس جائیں گے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ جب تک چٹان پر روشنی موجود ہے کوئی ادھر نہیں جا سکتا!"

" جہنم میں گئی روشنی اور تم سب بھی...." صفدر غرایا اور ڈیزی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔



" چھوڑ.... دو.... خدا کے لئے چھوڑ دو۔" عمران کا شکار گڑگڑایا۔" تم کوئی مہذب آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

زبان انگریزی تھی لیکن لہجے کے متعلق عمران صحیح اندازہ نہ لگا سکا۔ گردن پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔

" تم کون ہو؟" اس نے پوچھا

" ایک مصیبت زدہ.... تمہیں مجھ سے ہمدردی ہونی چاہئے۔"

" کچھ دیر پہلے تمہیں بھی مجھ سے ہمدردی ہونی چاہئے تھی۔" عمران نے کہا

" میں اندازہ نہیں کر پایا تھا کہ تم کون ہو۔"

" آہا! اب پہچانا کہ میں تو تمہارا وہی پڑوسی انکل ٹام ہوں۔"

" نہیں! مطلب یہ کہ میں تمہیں کوئی جنگلی سمجھا تھا۔"

" ہائیں جنگلی۔ ذرا پھر تو سمجھنا۔ بھرتہ بنا کر رکھ دوں گا.... ہاں!"

" تم شاید نئے پھنسے ہو۔" مغلوب ہانپتا ہوا بولا۔" اسی لئے تمہاری آواز میں اتنی زندگی ہے"۔

عمران نے جیبیں ٹٹولیں اور جب اطمینان ہو گیا کہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جو اچانک

حملے کے لئے کار آمد ثابت ہو سکے تو وہ اسے چھوڑ کر اٹھ گیا۔

"کھڑے ہو جاؤ! اور مجھے بتاؤ کہ اس طرف کیا ہے؟"

مغلوب اٹھ بیٹھا لیکن کھڑا نہیں ہوا شاید وہ اپنی چڑھتی ہوئی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔ عمران نے ٹارچ کی روشنی میں اس کا جائزہ لیا۔ وہ یقیناً کوئی یورپین ہی تھا۔ بال بے تحاشا بڑھے ہوئے تھے اور جسم پر چیتھڑے جھول رہے تھے۔

"میں وہاں رہتا ہوں۔" اس نے کچھ دیر بعد سوراخ کی جانب ہاتھ اٹھا کر کہا

"تنہا یا اور کوئی بھی ساتھ ہے؟"

"کوئی بھی نہیں۔ مگر تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ کیا تم بھی کبھی دیوانگی کا شکار رہ چکے ہو مگر یہ سوال تو قطعی غیر ضروری ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو یہاں کیوں نظر آتے۔"

"آہا! تو یہ اس جزیرے کا پاگل خانہ ہے۔"

"ساری دنیا پاگل خانہ ہے جوان آدمی۔" مغلوب نے کھوکھلی سی آواز میں کہا۔

"اب سمجھا تم شاید کوئی فلسفی ہو؟"

"کاش فلسفی ہی ہوتا۔ فلسفیوں کو خزانے کی تلاش نہیں ہوتی۔"

"تو تم خزانے کی تلاش میں آئے تھے؟" عمران نے پوچھا۔

"میں نے اسی رجحان کو دیوانگی کہا تھا آخر مجھے کس چیز کی کمی تھی۔ اطمینان اور سکون کی زندگی بسر کرتا تھا۔ بیٹھے بٹھائے خزانے کا خبط سوار ہوا اور آج تم مجھے اس حال میں دیکھ رہے ہو"۔

"ٹھہرو! ذرا یہ بتاؤ کہ یہ غار اندازاً کتنا لمبا چوڑا ہوگا۔"

"غار!" مغلوب یک بیک ہنس پڑا۔ "تم اسے غار کہہ رہے ہو یہ تو ایک شیطانی بھول بھلیاں ہیں۔ میں دو ماہ سے یہاں ہوں لیکن اس جگہ نہیں پہنچ سکا جہاں اس کا اختتام ہوا ہو۔"

"یہاں تم زندہ کس طرح ہو۔ کیا کھاتے ہو۔ کیا پیتے ہو؟"

"مجھے وہ جگہ معلوم ہے جہاں خشک لکڑیوں کا ڈھیر ہے اور وہیں وہ چیز بھی مل جاتی ہے جس سے بہ آسانی معدے کی آگ بجھائی جا سکتی ہے۔ جنگلیوں کی غذا.... دو ماہ سے میں نے وہ آگ نہیں بجھنے دی جس کی روشنی تم اس سوراخ میں دیکھ رہے ہو۔ دو ماہ سے میں نے سورج نہیں

دیکھا"۔

" بدنصیب ہو۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا" میں نے تو کچھ دیر پہلے اندھیرے میں سورج دیکھا تھا۔"

" ہاہا!" شکستہ حال آدمی وحشیانہ انداز میں ہنسنے لگا۔" پھر بولا۔" تو تم پوری طرح پھنس چکے ہو۔"

" میں نہیں سمجھا تم کیا کہہ رہے ہو؟"

" خبیثوں کے جنگل میں آپھنسے ہو اور خود ہی کچھ دنوں بعد میری ہی طرح خبیث ہو کر رہ جاؤ گے۔"

" ارے تو اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

" اب تو ہنسی ہی آتی ہے اس حال پر.... تمہارے پاس سگریٹ تو نہ ہو گی میں تمہیں ایک سگریٹ کے لئے قتل بھی کر سکتا ہوں.... اوہ تھیلے میں ایک آدھ بوتل بھی ہو گی.... کیوں؟"

" نہیں! مجھے تمباکو اور شراب دونوں ہی پسند نہیں ہیں۔"

" تب تم بھی یا تو خبیث ہو یا فرشتے۔"

" تم یہاں کیسے پہنچے تھے؟" عمران نے پوچھا

تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہا پھر بولا" وہیں چلو۔ یہاں ان خبیثوں سے مڈبھیڑ بھی ہو سکتی ہے۔"

" تو وہ نہیں جانتے کہ تم یہاں رہتے ہو؟"

" انہیں معلوم ہوتا تو اب تک میں نہ جانے کہاں پہنچتا۔"

" مگر یہ روشنی۔ کیا یہ انہیں اس طرف متوجہ نہیں کر سکتی؟"

" میں اس وقت اسے ڈھانکنا بھول گیا تھا۔"

" اچھی بات ہے پہلے تم چلو! میں نے تم پر اعتماد کر لیا ہے۔"

" کرنا ہی پڑے گا۔ کیونکہ میں بھی تمہاری ہی طرح خدا پرست ہوں.... دھوئیں کے دیوتا کا پجاری نہیں۔"

عمران سوچ رہا تھا کہ یہ بھی کہیں انہیں آٹھ آدمیوں میں سے نہ ہو جن کا ایک ساتھی

مورن کے آدمیوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ اس نے بھی صفدر کے بیان کے مطابق ایسے ہی کسی دیوتا کی کہانی سنائی تھی۔

دوسرا آدمی سوراخ میں رینگ گیا پھر عمران نے بھی اس کی تقلید کی۔

اسے تو غار در غار ہی کہنا چاہئے۔ اس نے اندر پہنچ کر سوچا۔ ایک جانب سلگتی ہوئی لکڑیاں چیخ رہی تھیں اور یہاں کی محدود فضا کے لئے ان کی روشنی ناکافی نہیں تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو بخوبی دیکھ سکتے تھے۔

شکستہ حال آدمی عمران کو اس طرح گھور رہا تھا جیسے وہ کسی دوسری دنیا کی مخلوق ہو۔

" بیٹھ جاؤ۔" اس نے تھوڑی دیر بعد کہا" میں تمہارے چرمی تھیلے کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا ہوں کیا اس میں کھانے کی بھی کوئی چیز نہیں؟"

" ٹوتھ برش اور شیونگ اسٹک۔" عمران نے سعادت مندانہ انداز میں کہا۔ ویسے جان بہار صابن خوش ذائقہ بھی ہوتا ہے ہمارے یہاں کی فلمی اداکارائیں اپنے حسن کی تازگی بر قرار رکھنے کے لئے یہی صابن کھاتی ہیں۔ کہو تو پیش کروں۔"

اجنبی ہنسنے لگا۔ پھر سنجیدگی سے بولا" آج کتنے دنوں بعد مجھے ہنسی آئی ہے ہم آٹھ تھے لیکن پتہ نہیں بقیہ سات زندہ بھی ہوں یا.... " وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا پھر بولا" ہم پہلے تو آدم خوروں کے جال میں جا پھنسے تھے۔ وہاں سے چھٹکارا ملا تو یہ مقبرہ نصیب ہوا۔"

" آدم خوروں سے کیسے نجات ملی تھی؟"

" بڑی مضحکہ خیز بات تھی انہوں نے کہا تھا کہ اپنی ہی جیسی کوئی سفید فام عورت ساتھ لاؤ گے تو آگے جانے دیں گے۔ ہمیں وہاں سے بھاگنا پڑا تھا۔ وہ تعاقب کرتے رہے تھے۔ درمیان میں ایک ندی آپڑی اور ہم آگے بڑھنے سے معذور ہوگئے اس وقت تک ہم نے ایک فائر بھی نہیں کیا تھا لیکن اس موقعہ پر اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ رہ گیا تھا ہم فائرنگ کے لئے تیار تھے مگر اچانک وہ لوگ بھاگ ہی نکلے۔ نہیں کہا جاسکتا کہ اس طرح بھاگ جانے کی کیا وجہ تھی۔ پھر ہم نے فائر نہیں کیے تھے۔ ایسے جنگل میں جو دیکھا بھالا نہ ہو فائرنگ کے سلسلے میں محتاط ہی رہنا چاہئے۔ پتہ نہیں کب کوئی دوسری بلا نازل ہو جائے مگر ہم پر تو دوسری بلا فائر کیے بغیر ہی نازل ہوئی تھی۔"

"کون سی بلا؟"

"یہی لوگ جنہوں نے میرے لیے یہ مقبرہ مہیا کیا ہے۔" اجنبی نے طویل سانس لے کر کہا" اچانک سینکڑوں جنگلیوں نے ہمیں گھیر لیا تھا ہم اتنے خوفزدہ ہو گئے تھے کہ غیر ارادی طور پر فائرنگ شروع کر دی تھی۔ لیکن کیا تم یقین کرو گے کہ ان میں سے کوئی زخمی تک نہیں ہوا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ ہماری ساری گولیاں ان سے کترا کر ایک درخت کے تنے پر پڑ رہی تھیں۔ پھر ہم پکڑ لئے گئے تھے۔ ہماری رائفلیں چھن گئی تھیں اور ہمیں یہاں تک آنے پر مجبور کیا گیا تھا چلتے چلتے رات ہو گئی تھی اور ایک پراسرار دائرہ جو سورج کی طرح روشن تھا۔ ہمارے ساتھ فضا میں پرواز کرتا رہا۔ دن کا اجالا بھی کوئی وقعت نہیں رکھتا اس روشنی کے مقابلے میں۔ اتنی خیرگی مجھے آج بھی یاد ہے۔ خدا کی پناہ! سورج کی طرف دیکھنا تو آسان ہے مگر اس دائرے کی طرف....اوہ ....اوہ....۔"

وہ پھر خاموش ہو گیا۔ عمران الجھن میں مبتلا تھا اس کی خواہش تھی کہ جلد از جلد اس کہانی کا خاتمہ ہو جائے تاکہ وہ معاملے کی بات کر سکے۔

"بہر حال ہم نے وہ رات یہیں بسر کی تھی۔" اس نے تھوڑی دیر بعد کہا" اور دوسرے دن پھر سفر شروع ہو گیا تھا۔ ہم ایک بستی میں پہنچے تھے جہاں بے شمار جھونپڑیاں تھیں لیکن کیا ان جھونپڑیوں میں کسی سفید فام عورت کا پایا جانا تمہارے لئے حیرت انگیز نہ ہو گا؟"

"میرے لئے کچھ بھی حیرت انگیز نہیں ہے۔" عمران نے سر ہلا کر کہا" اگر میں اس سفید فام عورت میں بے شمار جھونپڑیاں دیکھوں تب بھی میرے کان پر جوں نہیں رینگ سکتی۔"

"بہت چہک رہے ہو۔" اجنبی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا" لیکن کل تک تم کسی لاش ہی کی طرح بے حس ہو جاؤ گے۔"

"پرواہ نہ کرو بیان جاری رکھو۔"

"میں کچھ نہیں بتاؤں گا.... جہنم میں جاؤ۔"

"تم غلط سمجھے مجھے تمہارے بیان پر یقین ہے۔ میں نے تو صرف یہ کہا تھا کہ مجھے وہاں کسی سفید فام عورت کی موجودگی پر حیرت نہ ہو گی۔ حیرت کے لئے وہ روشن دائرہ اور بیکار ہو جانے والی گولیاں ہی کیا کم ہیں۔ مگر ٹھہرو۔ کیا وہاں کسی نے تمہیں انگریزی ہی میں مخاطب کیا تھا۔

"اوہاں! یہ بتانا تو بھول ہی گیا۔ کسی نے خیال دلایا تھا کہ ہم اپنی ضائع ہونے والی گولیوں پر نظر رکھیں۔ بولنے والا دکھائی نہیں دیا تھا۔ ہاں تو میں اس عورت کی بات کر رہا تھا۔ وہ مقدس پجارن کہلاتی ہے۔ اس کا چہرہ نقاب میں چھپا رہتا ہے۔ لیکن میرا دعویٰ ہے کہ تم صرف اس کی آواز ہی سن کر پاگل ہو جاؤ گے۔"

"اس اطلاع کا شکریہ۔ اب میں اس کا سامنا ہونے سے پہلے ہی کان اکھڑوا دوں گا۔"

"پھر تم نے میرا مذاق اڑایا۔" اجنبی نے آنکھیں نکالیں۔

"کچھ بھی ہو میں تمہیں یہاں سسک سسک کر مرنے کے لئے نہیں چھوڑوں گا۔" عمران نے کہا۔

"کتنے آدمی ہیں تمہارے ساتھ؟"

"اٹھارہ"

"اوہ! کچھ بھی نہیں۔ اتنے آدمی کیا کر لیں گے۔ اور پھر...." وہ کچھ سوچنے لگا۔ اور عمران نے پوچھا۔" تمہاری کشتی تو ساحل ہی پر موجود ہو گی۔"

"کاش ایسا ہوتا۔" اجنبی نے ٹھنڈی سانس لی۔" وہ تو پہلے ہی تباہ ہو گئی تھی یہ واقعہ بھی کم حیرت انگیز نہیں ہے۔ پانی کی سطح پر ایک چمکدار گولہ ابھر کر کشتی سے ٹکرایا تھا۔ اور کشتی کے پرخچے اڑ گئے تھے۔"

عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا" کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آدم خوروں نے تمہیں اس جگہ پہنچانے کے لئے ہی دوڑایا ہو۔ اگر یہ بات نہیں تھی تو پھر خود ہی کیوں غائب ہو گئے تھے"۔

"میں نے بھی اکثر اس پر غور کیا ہے اور اسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔"

"خیر تو پھر تم اس بستی سے دوبارہ یہاں تک کیسے پہنچے تھے؟"

"میں اور میرا ساتھی نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ایک جگہ ہم دونوں بھی بچھڑ گئے۔ پتہ نہیں اس کا کیا اثر حشر ہوا ہو۔ ہم دونوں نے اپنی رائفلیں بھی کسی نہ کسی طرح حاصل کر لی تھیں۔ کچھ دن جنگل میں بھٹکتے رہنے کے بعد بالآخر مجھے اس عظیم غار کا دہانہ مل گیا تھا۔ یادداشت کے سہارے میں نے سفر جاری رکھا جو آج بھی جاری ہے لیکن غار کا دوسرا دہانہ آج

تک نہ مل سکا۔"

" اچھا مجھے وہ جگہ دکھاؤ جہاں سے خشک لکڑیاں اور غذا حاصل کرتے ہو۔"

" اوہ.... غذا.... وہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔ ایسی حیرت انگیز غذا بھی آج تک تمہاری نظروں سے نہ گذری ہوگی.... یہ دیکھو!"

وہ اٹھ کر ایک گوشے میں چلا گیا واپسی پر اس کے ہاتھ میں شکر قند سے ملتی جلتی کوئی چیز تھی۔ یہ دیکھو اسے آگ میں بھونتے ہیں۔ پھر اس کا چھلکا اتارنے پر اندر سے جو چیز نکلتی ہے وہ عمدہ قسم کے ابلے ہوئے چاولوں سے بہت مشابہ ہوتی ہے لذیز ہو یا نہ ہو پیٹ تو بھر ہی جاتا ہے اور جسمانی توانائی برقرار رہتی ہے۔ کیا تم بھوکے ہو؟"

" اس حد تک نہیں کہ شکر قند جیسی کوئی چیز نگل سکوں۔"

" پتھر چبانے پڑیں گے۔" اسے پھر غصہ آگیا۔ "سارا کس بل نکل جائے گا۔"

" اٹھو اور مجھے بتاؤ کہ خشک لکڑیاں کہاں سے حاصل کرتے ہو۔ میرا خیال ہے کہ میرے ساتھی وہیں ہوں گے۔"

" اب دوسری بار کیوں مصیبت میں پڑو گے۔"

" اوہ! میں ان کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا.... پارٹی میں دو عورتیں...."

" عورتیں.... ہی ہی ہی...." وہ عجیب سے انداز میں ہنسا اور اٹھتا ہوا بولا" چلو؟"

کشادہ غار میں پہنچ کر اجنبی نے کہا" ٹارچ مت روشن کرنا مجھے راستے کا اندازہ ہے۔ اب میں دوبارہ ان لوگوں کا سامنا نہیں کرنا چاہتا۔

" عمران نے اس کا شانہ پکڑ لیا اور وہ چلتے رہے تقریباً دو یا تین منٹ بعد عمران نے محسوس کیا کہ وہ ایک پتلی سی دراڑ میں داخل ہو رہے ہیں یہ اتنی ہی تنگ تھی کہ دو آدمی برابر سے نہیں چل سکتے تھے یہاں گھٹن بھی محسوس ہونے لگی تھی شاید سو قدم کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ پھر کھلی جگہ میں آگئے۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اجنبی کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی اور اس کے ساتھ ہی عمران زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ پھر سنبھلنے کا موقع کسے ملتا۔ حملہ آور کئی تھے اور پھر اندھیرا۔ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دیتا تھا ذرا ہی سی دیر میں وہ بے بس ہو کر رہ گیا۔

یک بیک اندھیرے میں چمکدار ستارے بھی اڑنے لگے کیونکہ سر پر پڑنے والی ضربیں ایسی

ہی شدید تھیں۔

" ارے ارے! ناریل نہیں کھوپڑی ہے بھائی۔" عمران کی زبان سے اتنا ہی نکل سکا تھا کے بعد تو اس کا ذہن بھی تاریکیوں ہی میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔



دوسرے دن وہ سورج نہ دیکھ سکے کیونکہ مطلع ابر آلود تھا۔ غار کے دہانے سے نکلتے ہی انہیں احساس ہوا تھا کہ اب وہ جنگلوں میں نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی راہ دشوار گذار جھاڑیوں ہی سے گذری تھی۔ پچھلی رات بھی وہ سو نہیں سکے تھے لہذا اس وقت قدم اٹھانا بھی دشوار معلوم ہو رہا تھا۔

ڈیزی کی حالت تو شروع ہی سے غیر ہو رہی تھی لیکن اب تو مونیکا کے چہرے پر بھی پہلی ہی نظر میں مُردنی سی محسوس کی جاسکتی تھی۔

صفدر عمران کے متعلق الجھن میں مبتلا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی کوئی حماقت بالآخر لے ہی ڈوبی ہو۔ جوزف صبح سے اس کے ہی بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔

ہام مونیکا کے ساتھ ہی رہنے کی کوشش کرتا ہوا نظر آتا تھا۔ بقیہ لوگ ایسے بے تعلقانہ انداز میں چل رہے تھے جیسے اس سفر کا اختتام پھانسی کے تختے پر ہی ہونیوالا ہو۔

" لیڈی مونیکا؟" ہام کہہ رہا تھا" پہلے ہم سب مر جائیں گے تب کہیں تم تک کسی کا ہاتھ پہنچے گا۔"

" ہوں!"

" تمہیں پریشان نہ ہونا چاہئے۔"

" ہام کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں موت سے ڈرتی ہوں!"

" پھر کیا بات ہے میں تمہارے چہرے پر تازگی کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھنا چاہتا۔"

" میں اپنے لئے نہیں اس کے لئے پریشان ہوں"

" اوہ! ملازمین اسی لیے ہوتے ہیں کہ آقا کے کام آجائیں۔" ہام نے کہا۔

" ملازمین!" مونیکا نے حیرت سے کہا" تم غلط سمجھے وہ میرا ملازم نہیں دوست ہے ایسا دوست جو کئی بار میرے لئے اپنی زندگی خطرے میں ڈال چکا ہے۔"

" میں سمجھا۔ شاید اس ملازم میں سرخاب کے پر لگے ہوئے تھے۔" ہام نے طنزیہ لہجے میں

کہا۔

"اتنی بے دردی سے اس کا تذکرہ نہ کرو" مونیکا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا" کیا تمہیں یاد نہیں کہ اس نے تمہاری بھی جان بچائی تھی۔"

"وہ تو لیڈی مونیکا کی ذہانت تھی۔"

"ہرگز نہیں میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ تمہارے اور مورن کے درمیان کیا ہے۔ میں تو شروع سے آخیر تک یہی سمجھتی رہی تھی کہ تم حقیقتاً کسی فلم کی شوٹنگ ہی کے سلسلہ میں یہاں آئے ہو۔"

"مگر تم اس طرح آئی ہی کیوں تھیں؟"

"ہمیں دفینوں کی تلاش میں یہاں آنا تھا۔ لیکن کشتی کا انتظام ممکن نہیں تھا ظاہر ہے کہ اس سلسلے میں مجھے گاسکر کے پاس بھی جانا پڑا ہوگا۔ یہ بات مجھے اسی سے معلوم ہوئی تھی کہ تم کسی فلم کی شوٹنگ کے لئے ظلمات کے کسی جزیرے کا سفر کرنے والے ہو۔ اور تمہیں باربرداروں کی ضرورت ہے۔"

"کیا؟" ہام کے لہجے میں حیرت تھی" بھلا گاسکر کیا جانے کہ میں کہاں کا ارادہ رکھتا ہوں میں نے اسے نہیں بتایا تھا۔"

"میں نہیں جانتی کہ اسے کیسے معلوم ہوا تھا۔ ہو سکتا ہے مورن ہی نے بتایا ہو۔"

"ممکن ہے۔ وہ تو شروع ہی سے مجھے دھوکا دیتا رہا تھا۔"

پھر دونوں ہی خاموش ہو گئے۔ دوسری طرف ڈیزی بھی عمران ہی کا تذکرہ کر رہی تھی۔

دوپہر کو وہ پھر ایک جگہ رُکے۔ اس بار قیام کھلے ہی میں ہوا تھا اور جنگلی ان کے گرد حلقہ بناتے رہے تھے۔ میگزین اب بھی ان کے قبضے میں تھا اور وہ بڑی ہوشیاری سے اس کی نگرانی کر رہے تھے۔

ان لوگوں کے پاس ابھی خشک روٹیوں کی وافر مقدار موجود تھی اور سالٹ میٹ بھی تھا۔ کافی کے لئے اسٹوروشن کیے گئے جوزف کو کھانے کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ تو ایک بڑے سے جگ میں رم انڈیل کر ایک طرف جا بیٹھا تھا۔ مونیکا ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگائے بیٹھی ویران آنکھوں سے خلا میں گھور رہی تھی۔ ڈیزی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے قریب آئی۔ چند لمحے

کھڑی رہی پھر بیٹھتی ہوئی بولی۔

" تمہیں پژمردہ دیکھ کر میرا دل بھی ڈوبنے لگا ہے۔"

" اوں" مونیکا اس طرح چونکی تھی جیسے وہاں کسی اور کی موجودگی کا احساس ہی نہ رہا ہو۔ چند لمحے خالی الذہنی کے انداز میں اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی پھر ایک طویل سانس لے کر بولی۔" مجھ سے غلطی ہوئی تھی۔ مجھے تمہارے مشورے پر عمل کرنا چاہئے تھا۔"

" گذری باتوں کا تذکرہ ہی فضول ہے۔" ڈیزی نے کہا" دیکھو میں پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ وہ لاکٹ میرے علاوہ اور کسی کو راس نہیں آسکتا۔"

" ہاں.... آں.... لاکٹ اسی کے پاس تھا۔"

" میں بھی اس کے لئے بہت مغموم ہوں۔"

" کیوں؟" مونیکا پھر چونک کر اسے گھورنے لگی۔

" وہ کتنا عجیب تھا۔ جب تک ہمارے ساتھ رہا ہمیں مضمحل نہیں ہونے دیا۔ کچھ نہیں تو اس پر غصہ ہی آتا تھا اور تھوڑی دیر کے لئے ڈراؤنے اور غیر یقینی مستقبل کا خیال ذہن سے محو ہو جاتا تھا اس وقت بھی وہ ہمیں پژمردہ نہ ہونے دیتا۔"

" تم تو اس انداز میں گفتگو کر رہی ہو جیسے وہ مر ہی گیا ہو۔" مونیکا نے آنکھیں نکالیں۔

" نن۔ نہیں اوہ... غلط نہ سمجھو مطلب یہ کہ میں بھی اس کے لئے پریشان ہوں۔"

" وہ کبھی نہیں مر سکتا سمجھیں" مونیکا چیخ کر بولی اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں اور ہونٹ اس طرح کانپ رہے تھے جیسے شدید غصے نے اعصاب پر بُرا اثر ڈالا ہو۔

" اوہ میں نے یہ کب کہا۔" ڈیزی کہتی ہوئی اٹھی اور خوفزدہ انداز میں پیچھے ہٹنے لگی۔

" نہیں تم سب یہی سمجھتے ہو۔" مونیکا اسی انداز میں چیخی۔" مگر میں کہتی ہوں۔ وہ کبھی نہیں مر سکتا۔ کبھی نہیں۔ وہ معمولی آدمی نہیں ہے۔"

پھر وہ خاموش ہو گئی اور پہلے ہی کی طرح درخت کے تنے سے ٹک کر آنکھیں بند کر لیں۔

"کیا بات تھی؟" صفدر نے ڈیزی سے پوچھا جو اب اسی کے قریب کھڑی کانپ رہی تھی۔

" سب پر وحشت سوار ہے۔" اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔" سب جنگلی ہو گئے اب یہ خواہ مخواہ کھانے کو دوڑی تھی۔"

"میں نے تمہیں پہلے ہی سمجھایا تھا کہ اس سے زیادہ گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ عام عورتوں سے بہت مختلف ہے۔ آخر بات کیا تھی؟"

"کچھ نہیں۔ میں نے تمہارے ساتھی کا تذکرہ کیا تھا۔ بس بگڑ گئی۔ جو کچھ کہا تھا سُنا ہی ہے تم نے۔ خدا کی قسم میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ مر ہی گیا ہوگا۔ عجیب عورت ہے۔"

صفدر نے ایک طویل سانس لی اور کچھ سوچنے لگا۔ ڈیزی پھر بولی" اسی لئے میں چاہتی تھی کہ لاکٹ میرے ہی پاس رہے۔ دوسروں پر وہ ضرور تباہی لائے گا۔"

"ہاں۔ آں! دیکھو تم بہت تھک گئی ہو میرا خیال ہے کہ یہ لوگ کچھ دیر آرام کریں گے تم بھی سو جاؤ۔"

دفعتاً جوزف نے رونا شروع کر دیا۔ وہ پورا جگ ختم کر چکا تھا۔ غالباً یہ شب بیداری اور تھکن ہی تھی جس کی وجہ سے اسے اچھا خاصا نشہ ہو گیا تھا ورنہ بلا نوشی کو نشے سے کیا سروکار۔ رونے کا انداز اتنا بھونڈا تھا کہ جنگلی بھی ہنس پڑے تھے۔

"اب اسے کیا ہو گیا؟" ہام نے مضحکانہ انداز میں صفدر سے پوچھا۔

"پوچھو! شاید تمہاری بات کا جواب دے ہی نکلے۔" صفدر نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

"میں ہر ایک کی بات کا جواب دے سکتا ہوں۔" جوزف بھوں بھوں روتا ہوا بولا۔ "پوچھو! کیا پوچھنا ہے؟"

کچھ پوچھنے کی بجائے سبھی ہنس پڑے۔ حتیٰ کہ مونیکا کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ نظر آئی تھی۔

"مجھے رونے دو" جوزف ہچکیاں لیتا ہوا کہہ رہا تھا۔ میں شاید یتیم ہو گیا ہوں۔ وہ میرا باپ تھا.... وہ میرا باپ تھا۔"

"کیوں بکواس کر رہا ہے" مونیکا وحشیانہ انداز میں چیخی اور جھک کر ایک بڑا سا پتھر اٹھانے لگی۔

صفدر جھپٹ کر ان کے درمیان آتا ہوا بولا۔" کیا کر رہی ہو۔ وہ نشے میں ہے۔"

وہ سیدھی کھڑی ہو کر دونوں ہاتھ ہلاتی ہوئی چیخی" تو پھر میں بھی پاگل ہو گئی ہوں۔ ہر اس

آدمی کا سر کچل دوں گی جو اس کے متعلق بری بات سوچے گا۔ سمجھے تم سب سن لو۔"

"ہاں۔ ہاں ٹھیک ہے کوئی نہیں سوچ سکتا۔" صفدر اس کا بازو پکڑ کر دوسری طرف لے جاتا ہوا بولا" میں اس سے اچھی طرح واقف ہوں۔ وہ اسی فکر میں ہو گا کہ ہمیں اس مصیبت سے نجات دلائے۔ ساتھ رہ کر کچھ نہ کر سکتا۔"

مونیکا ٹھنڈی پڑ گئی۔ صفدر کافی دیر تک اسے سمجھاتا رہا۔ اس دوران میں جوزف بھی خاموش ہو گیا تھا۔ مگر یہ خاموشی صرف رونے ہی کی حد تک تھی۔ زبان تو اب بھی چل رہی تھی۔ وہ ڈیزی سے عمران کی باتیں کر رہا تھا۔

دن ڈھلے سفر دوبارہ شروع ہوا۔ جوزف صفدر کے ساتھ ہی چل رہا تھا اور اب اس کی ذہنی حالت اعتدال ہی پر تھی۔

دفعتاً صفدر نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔" جوزف تمہیں جنگلوں کا تجربہ ہے۔ مجھے بتاؤ کہ یہ کیسے جنگل ہیں۔ اتنا سفر طے کر چکے لیکن ابھی تک کسی درندے کی آواز سنی اور نہ کسی سے مڈ بھیڑ ہی ہوئی۔"

"تم نے بڑی اچھی بات سوچی مسٹر صفدر! ہاں یہ بڑی عجیب چیز ہے میں بھی اس کے بارے میں سوچتا رہا ہوں۔ میں نے ان سے پوچھا بھی تھا کہنے لگے یہ سب اسی دیوتا کی مہربانی ہے۔ جو خود بھی دھواں ہے اور دھوئیں ہی میں رہتا ہے اس نے سارے درندوں کو ختم کر دیا۔ اب وہ بے دھڑک جنگل کے تاریک ترین حصوں میں گھس سکتے ہیں اور مسٹر صفدر!" اس کی آواز سرگوشیوں میں تبدیل ہو گئی۔" میں ان جنگلیوں کو بھی شبہے کی نظر سے دیکھتا ہوں۔"

"کس سلسلے میں؟" صفدر نے پوچھا

"یہ نائیجیریا ہی کے جنگلوں کے لوگ معلوم ہوتے ہیں۔"

"ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر کے یہاں آبسے ہیں" صفدر نے مضحکانہ انداز میں پوچھا۔

"یہ بھی درست ہے کہ ایسا ناممکن ہے" جوزف سر ہلا کر بولا" عقل کام نہیں کرتی کبھی میں بھی دیوتاؤں کا پجاری رہ چکا ہوں۔ لیکن مجھے آج تک کوئی دیوتا نظر نہیں آیا۔ لیکن یہ اپنے دیوتا کو دیکھتے بھی ہیں پچھلی رات والا کفن پوش تو تمہیں یاد ہی ہو گا۔"

"ہاں! کیا وہی تھا ان کا دیوتا؟"

"نہیں اسے تو وہ دیوتا کا سپہ سالار کہتے ہیں۔"

"خدا کی پناہ! یہ دیوتا ہے یا چنگیز خان!"

"باس نے بڑی زبردست غلطی کی ہے ہم بھوتوں کے جزیرے میں آ پھنسے ہیں مسٹر!"

"ہشت!" صفدر نے بُرا سا منہ بنایا۔

اچھا تو بتاؤ۔ وہ سورج کیسا تھا جس نے اندھیرے میں ہماری رہنمائی کی تھی۔ ٹامی گن تو اسی طرح بہک گئی تھی جیسے بیسیوں بوتلیں چڑھالی ہوں۔ آخر ہماری گولیاں انہیں چھوڑ کر اس تنے پر کیوں پڑتی رہی تھیں؟"

صفدر کچھ نہ بولا۔ بولتا بھی کیا وہ خود بھی ابھی تک ان چیزوں کے متعلق کوئی واضح رائے نہیں قائم کر سکا تھا اور پھر وہ پچھلی رات والا کفن پوش۔

قافلہ بڑھتا رہا۔ اب وہ پھر نشیب میں اتر رہے تھے لیکن ڈھلان ایسی نہیں تھی کہ چلنے میں دشواری ہوتی۔ میلوں تک ہرا بھرا میدان پھیلا ہوا تھا۔ بھورے رنگ کی چٹانوں کا دُور تک پتہ نہیں تھا۔ بعض جگہ گھریلو چوپایوں کے ریوڑ بھی چرتے ہوئے دکھائی دیتے۔ پھر سورج غروب ہونے سے پہلے ہی میدان طے ہو گیا اب پھر انہیں دشوار گزار جنگل کا سامنا تھا۔

"کیا مصیبت ہے" ہام بڑبڑایا "کبھی ختم بھی ہوگا یہ سفر؟"

کوئی کچھ نہ بولا۔ صفدر جوزف سے کہہ رہا تھا "گایوں کے ریوڑ تو کئی جگہ دکھائی دیتے تھے لیکن کوئی بستی نہ ملی۔"

"خدا رحم کرے۔" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "میرا خیال غلط نہیں ہے ہم بھوتوں کے جنگل میں آ پھنسے ہیں۔ کبھی گھٹتے ہوئے چاند والی راتوں میں تمہارے پیروں تلے کوئی انڈا آ کر تو نہیں ٹوٹا تھا؟"

"کیا بکواس ہے.... کیا مطلب؟"

"آہ! مجھے آج بھی یاد ہے مسٹر صفدر میں بچہ ہی تھا اس زمانے میں" جوزف گلوگیر آواز میں بولا۔ "ایک رات میرے پیروں تلے انڈا ٹوٹ گیا تھا اور میری ماں نے اپنا سر پیٹنا شروع کر دیا تھا۔ دھاڑیں مار مار کر روئی تھی اور کہا تھا کہ میں کبھی نہ کبھی بھوتوں کے چنگل میں ضرور پھنسوں گا"۔

" کاش تمہارے باس نے یہ گفتگو سنی ہوتی۔"

" ہائے باس!" جوزف نے سسکیاں سی لیں اور ٹھیک اسی وقت جنگلیوں نے چیخ چیخ کر کچھ کہنا شروع کردیا۔ وہ جنگل میں داخل ہو چکے تھے۔ جوزف تھوڑی دیر تک سنتا رہا پھر خود ہی بلند آواز میں کچھ بولا۔ اس کے بعد سناٹا چھا گیا۔

" وہ کہہ رہے ہیں اپنے سر جھکالو۔" جوزف نے انگریزی میں کہا اور اسکی آواز اتنی بلند تھی کہ انگریزی سمجھنے والے نزدیک و دور یکساں طور پر سن سکیں۔

" اپنے سر جھکالو! کیوں کہ تم مقدس پجارن کی حدود میں داخل ہو رہے ہو!"

اور ہام دبی زبان سے گالیاں بک رہا تھا۔



عمران کو ہوش آگیا تھا لیکن وہ آنکھیں بند کیے ہی پڑا رہا۔ آنکھیں کھولنے سے پہلے اپنے سارے حواس مجتمع کر لینا چاہتا تھا۔ پتہ نہیں کس سچویشن کا سامنا ہو لہذا ذہن کو کم از کم اس قابل تو ہونا چاہئے کہ آنکھیں کھلتے ہی حالات کا مقابلہ کیا جا سکے۔

کچھ دیر بعد اس نے خواہ مخواہ کراہ کر کروٹ لی اور آنکھیں کھول دیں چاروں طرف ہلکی روشنی نظر آئی۔ وہ غار ہی کے کسی حصے میں تھا۔ لیکن یہ روشنی.... یہ روشنی.... چراغ پر نظر پڑتے ہی وہ بوکھلا کر اُٹھ بیٹھا!

ایک انسانی کھوپڑی تھی جس کی آنکھوں کے حلقے آگ کی لپٹیں اگل رہے تھے اسی لئے چاروں طرف بکھری ہوئی روشنی میں ہلکی سی تھرتھراہٹ پائی جاتی تھی۔

دوسرے ہی لمحے میں عمران نے محسوس کیا کہ اس کا چرمی تھیلا غائب ہے۔

یہ بہت برا ہوا۔ اس نے سوچا۔ مونیکا کے کاغذات بھی اسی تھیلے میں تھے۔

پھر اس نے اپنی جیب ٹٹولی اور کسی قدر مطمئن نظر آنے لگا۔

اجنبی بھی قریب ہی اوندھا پڑا ہوا تھا۔ عمران دونوں ہاتھوں سے اپنا سر ٹٹولنے لگا کئی جگہ ورم محسوس ہوا لیکن کھوپڑی بہر حال محفوظ تھی۔ یہ بھی اتفاق ہی تھا ورنہ اسے اچھی طرح یاد تھا کہ ضربیں کھوپڑی پھاڑ ہی دینے والی تھیں۔

وہ کھسکتا ہوا اجنبی کے قریب پہنچا اور جھک کر دیکھنے لگا کہ وہ کس حال میں ہے۔

"اوہ! شاید ہمارا آخری وقت قریب ہے۔" اجنبی آہستہ سے بولا اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔

" ذرا اُٹھ کر بیٹھ جاؤ پیارے! تاکہ میں تمہیں جی بھر کر دیکھ لوں۔" عمران کی آواز درد ناک تھی۔

" وہ کھوپڑی دیکھ رہے ہو؟" اجنبی نے پوچھا

" میری کھوپڑی اس سے زیادہ روشن ہے یقین نہ آئے تو خود ٹٹول کر دیکھ لو۔" آہا! دیکھو کہیں تمہاری کھوپڑی باغ و بہار بن کر نہ رہ گئی ہو۔"

" میرے سر میں کئی زخم ہیں۔"

" بہر حال دو کھوپڑیاں مل کر بہت کچھ کر سکتی ہیں۔"

اجنبی کراہ کر اُٹھ بیٹھا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عمران کو دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا "کیا اس کھوپڑی کو یہاں سے ہٹایا نہیں جا سکتا۔ مجھے وحشت ہو رہی ہے!"

" پہنچ سے باہر ہے کافی بلندی پر رکھی ہوئی ہے۔ اس کی پرواہ نہ کرو۔ یہ دیکھو کہ اس حصے میں پہلے کبھی آچکے ہو یا نہیں؟"

وہ چاروں طرف دیکھنے لگا۔ جگہ زیادہ کشادہ نہیں تھی اسے بھی" غار در غار" ہی کہا جا سکتا تھا لیکن نکاسی کا راستہ کہیں بھی نہ دکھائی دیا۔

" پتہ نہیں تمہارا کیا حشر ہو۔" اجنبی بھرائی ہوئی آواز میں بولا" مجھے تو خیر مرنا ہی تھا ویسے بھی زندگی سے تنگ آچکا ہوں۔"

" میں نے پوچھا تھا اس حصے میں پہلے بھی کبھی آئے ہو؟"

" نہیں!" اجنبی نے کہا اور کھوپڑی کو گھورنے لگا۔

عمران اٹھ کر گرد و پیش کا جائزہ لینے لگا تھا۔ دفعتاً بائیں جانب روشنی کی ایک پتلی سی لکیر نظر آئی جو غار میں پھیلی ہوئی روشنی سے مختلف تھی۔

قریب پہنچنے پر وہ ایک پتلی سی دراڑ ثابت ہوئی روشنی دوسری طرف سے پھوٹ رہی تھی۔ لیکن یہ دراڑ بس اتنی ہی کشادہ تھی کہ اس سے دوسری جانب بہ آسانی دیکھا جا سکتا تھا۔ اجنبی بھی اٹھ کر اس کے قریب آگیا۔

" ادھر کیا ہے؟ اس نے پوچھا

"روشنی کے علاوہ اور کچھ نہیں نظر آتا۔" عمران نے جواب دیا۔

پھر وہ غالباً کسی قسم کی آواز ہی سن کر تیزی سے مڑا تھا۔

"اوہ!" اس نے الوؤں کی طرح دیدے نچائے سامنے ہی ایک کفن پوش کھڑا انہیں گھور رہا تھا اور اس کی پشت پر غار میں ایک اتنی کشادہ دراڑ نظر آرہی تھی جس سے دو آدمی ایک ساتھ بہ آسانی گذر سکتے۔ اسے یقین تھا کہ اس نے ہوش آنے پر اس قسم کی کوئی دراڑ نہیں دیکھی تھی۔

اجنبی بھی اس نئے آنے والے کو آنکھیں پھاڑے گھور رہا تھا اس کی وضع قطع عجیب تھی سر سے پیر تک ایسے لباس میں ملبوس تھا جس سے صرف آنکھیں ہی دکھائی دے رہی تھیں۔ داہنے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا گرز نما عصا تھا جس کے سرے پر ننھی ننھی نوکیلی برنجیاں سی ابھری ہوئی تھیں۔

"تمہیں وہ کاغذات کہاں سے ملے تھے؟" اس نے انہیں انگریزی میں مخاطب کیا۔

"بتاؤ!" عمران نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اچھا تو تم وہی ہو۔" عمران کا ساتھی سر ہلا کر بولا" جس نے ہمیں جھاڑیوں سے مخاطب کیا تھا۔ تم انگریزی بول سکتے ہو مجھے کسی ایسے ہی بھوت کی تلاش تھی تم ہمیں یہاں کیوں لائے ہو؟"

"نجات کا راستہ یہی ہے میرے سوال کا جواب دو۔"

"جواب!" عمران کا ساتھی دانت پیس کر بولا" تم نے ہمارے پاس کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ لیکن یہ ہاتھ اب بھی میرے قابو میں ہیں۔"

یک بیک وہ کفن پوش کی طرف بڑھا اور کفن پوش نے گرز نما عصا اس طرح اس کی جانب اٹھایا جیسے اسی سے اس کو پیچھے دھکیل دے گا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں سرے سے ابھری ہوئی برنجیوں سے چنگاریوں کی پھوار سی نکل کر اس پر پڑی اور وہ چیختا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

اس کے کوٹ میں آگ لگ گئی تھی اور وہ اسے اتار پھینکنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ارے ٹھہرو ٹھہرو!" عمران آگے بڑھتا ہوا بولا" ذرا مجھے سگریٹ تو سلگا لینے دو۔"

اس نے جیب سے ایک سگریٹ کیس نکالا تھا اور اسے کھول کر سگریٹ نکال رہا تھا۔

"پاگل ہو گئے ہو؟" ساتھی اپنے کپڑے نوچتا ہوا چیخا" بچاؤ..... مجھے بچاؤ! یہ کوٹ اتار دو!"

دفعتاً کفن پوش کے حلق سے ہلکی سی کراہ نکلی اور وہ دراڑ میں الٹ گیا پھر چند لمحے ہاتھ پیر پٹختا رہا اور اس کے بعد ساکت ہو گیا۔ عمران کا ساتھی کوٹ اتار کر پھینک چکا تھا۔ لیکن پھر وہ اپنی تکلیف بھی بھول گیا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں۔ کیونکہ اس نے عمران کو کفن پوش کی ٹانگیں پکڑ کر غار میں کھینچتے دیکھا۔

کفن پوش کی پیشانی سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا اور عمران اس کوشش میں تھا کہ اس کا سفید لباس خون آلودہ نہ ہونے پائے۔ بمشکل تمام وہ اس میں کامیاب ہو سکا۔

" یہ..... یہ..... کیسے ہوا؟" اس کا ساتھی ہکلایا۔

" نجات کا راستہ یہی ہے۔" عمران نے خوش ہو کر کہا" لیکن یہ میرے سوال کا جواب دینے کے قابل نہیں رہ گیا۔"

سگریٹ اب بھی اس کے ہونٹوں میں دبی ہوئی تھی۔

" کیا تم نے فائر کیا تھا۔ مگر میں نے فائر کی آواز نہیں سنی تھی اور نہ تمہارے ہاتھ میں ریوالور ہی دیکھا تھا۔"

" پرواہ مت کرو نشیلی آنکھیں بڑے بڑوں کا کام تمام کر دیتی ہیں۔"

یار تم عجیب آدمی ہو۔ آخر کیسے مار ڈالا اسے..... اف فوہ..... یہ گرز نما چیز

" خبردار اسے ہاتھ نہ لگانا"

" کیوں؟"

" اسے مجھ پر چھوڑ دو! ہو سکتا ہے کہ پھر کوئی مصیبت نازل ہو جائے!"



بستی میں یہ ان کا تیسرا دن تھا لیکن ابھی تک یہ نہیں معلوم ہو سکا تھا کہ یہاں لائے جانے کا مقصد کیا ہے۔

بستی بے شمار چھوٹی بڑی جھونپڑیوں پر مشتمل تھی ہر جھونپڑی کے سامنے دو تین گائیں ضرور نظر آئیں۔ اکثر جگہ بہت پرانی وضع کے چوبی ہل بھی دکھائی دیتے جن کا مطلب یہی تھا کہ باشندے کھیتی باڑی بھی کرتے ہیں لہذا اس کی طرف سے اطمینان ہو گیا تھا کہ وہ آدم خور ہرگز نہ ہوں گے۔ مرد عموماً ننگے بدن دکھائی دیتے لیکن عورتیں پورے جسم ڈھانپتی تھیں۔ صفدر محسوس

کر رہا تھا کہ ان کے رکھ رکھاؤ میں بھی آدمیت پائی جاتی ہے۔

انہیں اب تک کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی تھی البتہ جوزف کا معاملہ دوسرا تھا اس نے تو یہاں قدم رکھتے ہی جنگلیوں کی شان میں قصیدے پڑھنے شروع کر دیئے تھے کیونکہ انہوں نے شراب کے ذخیرے پر قبضہ کر کے اسے ضائع کر دیا تھا اور کہا تھا کہ مقدس پجارن کی حدود میں نشہ آور چیزیں ممنوع ہیں۔

بہر حال جوزف کی حالت ابتر تھی وہ کسی لاش ہی کی طرح بیکار ہو کر رہ گیا تھا۔ مونیکا کے چہرے پر جھلاہٹ کے آثار مستقل ہو کر رہ گئے تھے۔ ڈیزی گو اب پہلے کی طرح خوفزدہ نہیں تھی لیکن اس کی آنکھوں میں ہر وقت ویرانی سی نظر آتی۔

ہام صبح سے شام تک بات بات پر گالیاں ہی بکتا رہتا۔ جھونپڑی کے باہر پہرہ دینے والے جنگلی اگر انگریزی سمجھتے ہوتے تو کب کا اسے نیزوں سے چھلنی کر ڈالا ہوتا۔

آج صبح ہی سے اس کے اور مونیکا کے درمیان جھڑپیں ہوتی رہی تھیں۔ کئی بار تو ایسا بھی ہوا تھا کہ مونیکا اسے مارنے دوڑی تھی لیکن صفدر درمیان میں آ گیا تھا۔

بقیہ لوگ تو قطعی بے تعلق تھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے تقدیر پر شاکر ہو گئے ہوں انہیں کسی سے بھی گلہ نہ ہو۔ خود ہی ذمہ دار ہوں مصائب کے۔

ہام کو دیکھتے وقت نہ تو ان کی آنکھوں میں نفرت ہوتی اور نہ غصہ حتیٰ کہ مونیکا کے طعنے بھی گراں نہیں گزرتے تھے۔ وہ انہیں بزدل اور بے حس کہتی لیکن وہ اس پر بھی جوش میں نہ آتے۔

مونیکا کا خیال تھا کہ انہیں لڑ مرنا چاہئے۔ انجام خواہ کچھ ہو۔ وہ یہ بھی بھلا بیٹھی تھی کہ اس سفر کا مقصد کیا تھا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ مقصد کی طرف صفدر کا بھی دھیان نہیں جاتا تھا۔ حالات ہی ایسے تھے۔ وہ ایک بہت بڑے سمگلر کی تلاش میں نکلا تھا۔ لیکن بھلا اس کا ان جادوگروں سے کیا تعلق۔ پتہ نہیں یہ لوگ کون تھے اور کیا چاہتے تھے۔

عمران کے متعلق وہ مونیکا کو تو تسلیاں دیتا رہتا تھا لیکن خود اسے یقین نہیں تھا کہ وہ زندہ ہی ہو گا۔ پھر مستقبل کے متعلق کچھ سوچنا ہی بیکار تھا۔

اگر ہام اور مونیکا کی جھڑپیں وقتاً فوقتاً چونکاتی نہ رہتیں تو وہ اتنا بھی نہ سوچ سکتا۔ جب بے بسی

کا عالم ہو تو ذہن او نگھتے ہی رہنے میں زیادہ لذت محسوس کرتا ہے۔

اس وقت بھی دونوں لڑ پڑے تھے۔ ہام کہہ رہا تھا کہ یہ جنگلی آدمخور ہی ہیں۔ کسی خاص تقریب کے موقع پر ان دونوں کے کباب بنائیں گے۔ فی الحال تو مکئی کی روٹی کھلا کھلا کر انہیں فربہ کر رہے ہیں۔

" تم ذلیل ہو بکواس بند کرو" ۔مونیکا دہاڑی۔" اگر وہ آدمخور ہیں تب بھی مجھے پرواہ نہیں لیکن میں تمہارا جسم نیزوں سے چھلنی ہوتا دیکھنا چاہتی ہوں۔"

ہام نے اس پر قہقہہ لگا کر اسے اور زیادہ تاؤ دلایا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ ہام کا یہ اذیت پسندانہ رجحان موجودہ بے بسی ہی کی پیداوار ہو۔

" اسے منع کرو۔" مونیکا نے صفدر سے کہا" ورنہ میں اس کا گلا گھونٹ دوں گی۔"

" تم خواہ مخواہ کیوں چڑتی ہو..... بکنے دو!"

" یہ احسان فراموش اور ذلیل ہے۔"

" مجھ پر کسی کا کوئی احسان نہیں" ہام غصیلے لہجے میں بولا۔

" بتاؤں۔" مونیکا نے آنکھیں نکالیں۔

" بھئی اس سے کیا فائدہ؟ تم لوگ خاموش کیوں نہیں رہتے۔" صفدر نے بیچ بچاؤ کرانا چاہا۔

ٹھیک اسی وقت باہر سے ڈھول اور تاشوں کی آوازیں آئیں۔اور جھونپڑوں کے پہرے داروں نے نعرے لگانے شروع کردیئے۔

صفدر جھپٹ کر جھونپڑے کے دروازے کے قریب آگیا۔ سورج غروب ہو رہا تھا۔افق میں رنگین لہریئے پھوٹنے لگے تھے پیش منظر میں جنگلیوں کا ایک گروہ دکھائی دیا۔ جو ناچتا گاتا ہوا اسی طرف آرہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ لوگ قریب پہنچے۔ جھونپڑی کے گرد پھیل گئے اور ان کا رقص پہلے ہی کی طرح جاری رہا۔ البتہ وہ اب گا نہیں رہے تھے۔

دفعتاً پہرے داروں میں سے ایک نے انہیں مخاطب کر کے کچھ کہنا شروع کیا۔ جوزف زمین پر پڑا کروٹیں بدل رہا تھا اس کے چہرے پر کرب کے آثار تھے۔

" سنو! یہ کیا کہہ رہے ہیں؟" صفدر نے اس پر جھکتے ہوئے کہا

"جہنم میں جائیں۔ کہہ رہے ہوں گے کچھ.... میں مر رہا ہوں۔۔'

تمہاری تکلیف کسی حد تک رفع ہو سکتی ہے۔"

"کیسے؟" جوزف ایک جھٹکے کے ساتھ اٹھ بیٹھا۔

"میں جھوٹ نہیں بولتا۔ مگر پہلے تم اس کی بات سن کر مجھے بتاؤ کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔"

جوزف چند لمحے پلکیں جھپکتا رہا پھر کھسکتا ہوا دروازے کے قریب آیا۔ تھوڑی دیر ان لوگوں سے گفتگو کرتا رہا۔ پھر صفدر سے بولا۔" وہ لوگ پارٹی لیڈر کو عبادت خانے میں لے جانا چاہتے ہیں۔"

"کیوں؟"

"مقدس پجارن کا حکم"

"مم.... مگر.... لیڈر" صفدر نے مایوسانہ انداز میں چاروں طرف دیکھا۔ وہ بھی جوزف کے قریب آ گئے تھے۔ صفدر کی نظریں ہام کے چہرے پر رُک گئیں۔

"نہیں میری طرف نہ دیکھو" ہام نے ہاتھ ہلا کر زہریلے لہجے میں کہا" مجھ میں لیڈری کی صلاحیت نہیں ہے۔"

"تم نے اس کی طرف کیوں دیکھا تھا؟" مونیکا صفدر پر چڑھ دوڑی" تم بھی چوڑیاں پہن کر بیٹھو میں خود جاؤں گی۔"

"میں نے مناسب نہیں سمجھا تھا کہ ہام جیسے تجربہ کار آدمی پر سبقت لے جاؤں.... ورنہ!"

"تم ہی جاؤ۔" کیونکہ تم ایک بہت بڑے دانش مند آدمی کے ساتھی ہو۔"

"ضرور جاؤ۔" ہام بڑا سا منہ بنا کر بولا" تم بھی بڑے دانش مند بن جاؤ۔"

مونیکا پھر ہام کی طرف پلٹی ہی تھی کہ صفدر نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا میری استدعا ہے کہ خود کو قابو میں رکھو۔ اسے بکنے دو۔ ہمیں احتیاط سے کام لینا ہے۔"

"تاکہ احتیاط سے قبر میں پہنچ جائیں۔" ہام نے پاگلوں کے سے انداز میں قہقہہ لگایا۔

"تم نے مجھ سے کیا کہا تھا مسٹر صفدر۔" جوزف نے آگے پیچھے جھولتے ہوئے ہانک لگائی۔

"ہاں ٹھہرو میرے تھیلے میں رکٹی فائیڈ اسپرٹ کی ایک بوتل موجود ہے۔"

" آہا چلے گی۔" جوزف یک بیک اچھل پڑا۔" لاؤ نکالو جلدی کرو۔ یہ باسٹرڈ جھوٹے ہیں کہ یہاں نشہ آور چیزیں رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ میں نے انہیں تاڑی پیتے دیکھا ہے۔ تاڑ کے درخت پر ہانڈیاں لٹکتی دیکھی ہیں۔ یہ سب فراڈ ہیں ان سے کہو کہ میرے لئے تاڑی ہی مہیا کر دیا کریں۔"

کچھ دیر بعد صفدر ان کے ساتھ جانے کے لئے باہر نکلنے لگا۔ لیکن دفعتاً ڈیزی راستہ روک کر بولی۔" تم نہ جاؤ مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے۔"

" اے لڑکی! ہٹو سامنے سے۔" مونیکا کسی کٹکھنی کتیا کی طرح غرائی۔

ڈیزی سہم کر ایک طرف ہٹ گئی اور صفدر نے مونیکا سے کہا" میں کہتا ہوں دماغ ٹھنڈا رکھو۔ تمہیں اس بے چاری کا خیال رکھنا چاہئے۔"

" جاؤ سب ٹھیک ہے۔" مونیکا نے کھردرے لہجے میں کہا

ڈیزی صفدر کے علاوہ اور کسی سے بات نہیں کرتی تھی۔ زیادہ تر یہی کوشش کرتی کہ اس کے قریب ہی رہے۔ وہ کہتی تھی کہ اس پوری بھیڑ میں اس کے علاوہ اور کسی میں بھی اسے انسانیت نہیں نظر آتی۔

صفدر باہر نکلا اور جوزف نے چیخ کر کچھ کہا اور ناچنے گانے والوں کی ٹولیاں اس کے گرد اکٹھی ہونے لگیں۔ پھر کچھ دیر بعد وہ ایک جانب چل پڑے صفدر بیچ میں تھا اور وہ دو دو کی قطار میں اس کے دونوں جانب چل رہے تھے۔

سورج غروب ہو چکا تھا۔ افق پر رنگین لہریئے پہلے کی بہ نسبت زیادہ گہرے ہو گئے تھے۔ بسیرا لینے والے پرندوں کے شور سے فضا گونج رہی تھی عجیب سا پراسرار ماحول تھا۔ بستی سے گزر کر اب وہ ایک پتھریلے راستے پر چل رہے تھے یہاں جھاڑیاں نہیں تھیں لیکن اس کے باوجود بھی وہ دشوار گزار تھا اندھیرے میں تو ادھر سے گزرنا خودکشی ہی کے مترادف ہوتا۔

جنگلی صفدر کو درمیان میں لئے ہوئے ایک ہی قطار میں آ گئے تھے۔ ابھی اتنا اندھیرا نہیں پھیلا تھا کہ وہ گڑھے اور کھائیاں نظر نہ آتیں جن سے قدم قدم پر سامنا ہو رہا تھا۔

یک بیک صفدر کو ایک بڑی سریلی سی آواز سنائی دی لیکن دور کی آواز تھی۔ نغمگی سے بھرپور نسوانی آواز اور اتار چڑھاؤ سے وہ کوئی گیت ہی معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے جیسے وہ آگے بڑھتے

گئے آواز قریب ہوتی گئی۔

پھر ایک مسطح جگہ پر پہنچ کر جنگلیوں نے اس کے گرد حلقہ بنالیا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر صفدر کو ایک بڑی سی عمارت کے آثار نظر آئے۔ اتنی دھندلاہٹ تو پھیل ہی گئی تھی کہ تھوڑے فاصلے سے بھی عمارت کا تفصیلی جائزہ لینا مشکل ہوتا آواز اسی عمارت سے اب بھی آ رہی تھی۔ وہ یقیناً کوئی گیت ہی تھا لیکن الفاظ صفدر کے لئے غیر مانوس تھے.... آواز.... آواز.... کیسی آواز تھی.... صفدر کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا وجود آواز کے ہر اتار کے ساتھ فضا میں تحلیل ہوتا جا رہا ہو۔ کتنی گھلاوٹ تھی۔ کتنار سیلا پن تھا۔

افق کے رنگین لہریئے سیاہی میں گھلتے جا رہے تھے۔ دفعتاً گیت تھم گیا۔ جنگلی بھی رک گئے اور ایسا معلوم ہوا جیسے زمین ہی گردش کرتے کرتے اچانک ساکن ہو گئی ہو۔

چند لمحے صرف جھینگروں کی جھائیں جھائیں فضا میں گونجتی رہی پھر ایک نسوانی آواز ابھری "خوش آمدید۔ اے راستی سے بھٹکے ہوئے انسان.... اس معبد کے درودیوار سے تجھے دوستی کی بو آئے گی۔ آ... کہ تیرے گرد اندھیرے جال بن رہے ہیں آ... کہ تاریکیاں تجھے ہڑپ کرنے کے لئے بڑھ رہی ہیں آ... کہ یہاں روشنی تیری منتظر ہے۔"

صفدر آگے بڑھا لیکن جنگلیوں نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی البتہ انہوں نے اسے راستہ دینے کے لئے حلقہ توڑ دیا تھا۔ صفدر پوری قوت سے قدم رکھتا ہوا عمارت کی طرف بڑھا جیسے ہی قریب پہنچا ایک دروازے میں روشنی کا جھماکہ سا ہوا۔ اور وہ جھجک کر ایک قدم پیچھے ہٹ آیا اس سے یہ فعل قطعی غیر ارادی طور پر سرزد ہوا تھا اسے خوف کا نتیجہ نہیں کہا جا سکتا۔

یہ ایک کھلا ہوا در تھا اس میں دروازے کے پاٹ نہیں تھے۔ مگر روشنی اب بھی موجود تھی صفدر آگے بڑھا۔ اسے توقع تھی کہ اندر کوئی ایسا آدمی ضرور موجود ہو گا جو اس کی راہنمائی کر سکے لیکن وہاں تو سناٹا تھا۔ قریب و دور ایک متنفس بھی نظر نہ آیا۔

درودیوار سے خوشبوؤں کی لپٹیں سی نکلتی محسوس ہو رہی تھیں دفعتاً پھر وہی گیت شروع ہو گیا جسے وہ دور سے ہی سنتا آیا تھا مگر.... اوہ.... یہ گیت تو خوشبوؤں ہی کی طرح درودیوار سے پھوٹ رہا تھا۔ صفدر کے قدم لڑکھڑانے لگے۔ وہ خائف نہیں تھا اسے از خود رفتگی ہی کہنا چاہئے۔ خوشبوؤں کی لپٹیں اور گیت کی لے اسے ان دیکھے جہانوں کی جھلکیاں دکھا رہی تھیں اسے ایسا

محسوس ہو رہا تھا جیسے خود روئی کے گالے کی طرح فضا میں اڑتا پھر رہا ہو۔ گیت کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ ہلکورے لیتا ہوا بکراں پنہائیوں میں تحلیل ہوتا جا رہا ہو۔ اس کے حواس پر صرف تین چیزیں مسلط تھیں۔ مدھم سی ٹھنڈی روشنی۔ نغمگی.... اور خوشبو.... ان کے علاوہ اور کسی چیز کا احساس نہیں تھا۔

اس کے قدم اٹھتے رہے۔ بس وہ کسی ایسے اندھے کی طرح چلا جا رہا تھا جس کے ہاتھ میں لاٹھی بھی نہ ہو۔

دفعتاً ایک کریہہ سی جھنکار نے اسے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ جہاں تھا وہیں قدم رک گئے ہوش آیا.... روشنی اب بھی پھیلی ہوئی تھی.... خوشبوئیں اب بھی چکراتی پھر رہی تھیں..... لیکن گیت شاید سکوت کے ویرانوں میں جا سویا تھا۔

اس نے جھرجھری سی لی اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ آگے راستہ مسدود تھا۔ سامنے ہی ایک اونچا سا اسٹیج نظر آیا۔ وسط میں فرش سے دھوئیں کی ایک پتلی سی لکیر پھوٹ کر فضا میں بل کھاتی ہوئی تحلیل ہوتی جا رہی تھی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے آس پاس کوئی نظر بھی نہ آیا۔ وہ عورت کہاں تھی جس نے اسے "خوش آمدید" کہا تھا۔ کتنی شستہ انگریزی میں اسے مخاطب کیا تھا۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے تین فٹ کے دائرے میں دھواں چکرانے لگا۔ فرش سے چھت تک لیکن کیا مجال کہ دھوئیں کی ایک باریک سی لکیر بھی اس محدود دائرے سے باہر نکلی ہو۔ کچھ دیر بعد صفدر نے محسوس کیا کہ دائرے کے وسط میں ایک تصویر سی ابھر رہی ہے۔ آہستہ آہستہ اس کے خدوخال واضح ہوتے گئے اور پھر دفعتاً لڑکھڑاتا ہوا کئی قدم پیچھے ہٹ گیا اس کی آنکھیں دھوکا نہیں دے سکتی تھیں۔ اور اسے اپنی یادداشت پر پورا بھروسہ تھا۔ یہ سو فیصدی بوغا تھا لیکن دھوئیں کے مجسمے کے روپ میں فرط حیرت سے اس کی آنکھیں ابل پڑیں کیونکہ یہ مجسمہ حرکت بھی کر سکتا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تھا۔ ہونٹ ہلے تھے اور پھر صفدر نے بوغا کی آواز بھی صاف پہچانی تھی وہ کہہ رہا تھا۔

"دفینوں کی تلاش میں آئے ہو.... مگر کس کام کے وہ دفینے جو تمہارا پیٹ بھی نہ بھر سکیں تمہاری کشتی تباہ ہو چکی ہے۔ اس لئے واپسی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ جاؤ... سونے اور چاندی

کے ڈلے کھود نکالو اور انہیں اس طرح چبا کر نگلو کہ وہ ہضم ہو کر جزو بدن ہو جائیں۔ کر سکو گے ایسا؟ نہیں تو پھر ایڑیاں رگڑ کر مرنا پڑے گا۔ یہاں تم ایک من سونے کے عوض ایک مٹھی ٹکی یا ایک پیالہ دودھ بھی نہ حاصل کر سکو گے۔"

صفدر کے ہونٹ تنفر آمیز انداز میں سکڑ گئے اور اس نے غصیلے لہجے میں کہا" کیا تم میری آواز سن سکو گے؟"

" کیوں نہیں۔ کیوں نہیں؟"

" ہمیں یہاں اس طرح کیوں لایا گیا ہے؟"

" تاکہ تمہیں نجات کے راستے پر لگایا جا سکے کہ اصل چیز محنت ہے دولت نہیں۔ محنت ہی یہاں تمہارا پیٹ بھر سکے گی۔ تمہارے لئے آسائشیں مہیا کر سکے گی۔ سونے چاندی کے ٹکڑوں کے بدلے تمہیں یہاں اناج نہیں مل سکے گا۔ مگر ٹھہرو تم بہت دلیر معلوم ہوتے ہو کہ تمہیں کسی قسم کا سوال کرنے کا ہوش بھی رہا ورنہ یہاں تو لوگ عموماً غش کھا کر گر جاتے ہیں۔

صفدر نے سوچا کہ شاید وہ ابھی پہچانا نہیں جا سکا۔ اس لئے بہتر ہے کہ زیادہ باتیں نہ کی جائیں۔

" میں کمزور اعصاب کا آدمی نہیں ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

" جو کچھ بھی ہو بہت خوب ہو۔ فائدے ہی فائدے میں رہو گے اچھا جاؤ بائیں جانب جو دروازہ ہے۔ اس سے گزر کر وہیں ٹھہرو تمہاری مصیبتوں کے دن ختم ہو گئے۔"

لیکن صفدر جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ آہستہ آہستہ مجسمے کے خد و خال دھندلے پڑنے لگے اور ذرا ہی سی دیر میں وہاں صرف دھواں ہی چکرا تا رہ گیا پھر دھوئیں کا حجم بھی کم ہونے لگا اور بالآخر وہی پتلی سی لکیر باقی رہ گئی۔

اب پھر پہلا ہی سا سکوت طاری تھا۔

وہ چند لمحے وہیں کھڑا رہا پھر بائیں جانب والے دروازے کا رخ کیا۔

جیسے ہی وہ دروازے سے گزرا۔ کھٹاکے کی آواز آئی۔ وہ چونک کر مڑا مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ اوپر سے پتھریلی ایک سل پھسلتی ہوئی نیچے آئی تھی اور دروازہ بھی دیوار بن کر رہ گیا تھا۔

لیکن اس سے پہلے ہی صفدر کو اس کمرے میں ایک ایسا منظر دکھائی دیا تھا۔ جس نے دروازے

سے الجھنے کا موقع ہی نہ دیا۔ اس کے سارے ساتھی وہاں موجود تھے۔ لیکن کوئی بھی ہوش میں نہیں معلوم ہوتا تھا۔ سبھی بے سدھ پڑے ہوئے تھے۔ پہلی نظر میں تو ایسا ہی لگا تھا جیسے وہ مر چکے ہوں کچھ ہی دیر پہلے اس نے انہیں بستی کے ایک جھونپڑے میں چھوڑا تھا۔ آخر وہ وہاں کیسے آپہنچے۔ ہو سکتا ہے کہ انہیں لانے کے لئے کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا گیا ہو۔

یہاں اتنی تیز روشنی نہیں تھی کہ ہر گوشے میں اجالا ہوتا۔ یک بیک ایک تاریک گوشے سے ایک عورت آگے بڑھی، وہ قدیم وضع کے سفید لبادے میں ملبوس تھی اور چہرہ بھی سفید ہی نقاب میں پوشیدہ تھا۔ البتہ سنہرے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ اس کے داہنے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا گرز نما عصا تھا جس کے سرے پر نوکیلی برنجیاں سی ابھری ہوئی تھیں۔

"خوش آمدید" اس کی مترنم آواز کمرے میں گونجی اور پھر صفدر نے محسوس کیا کہ جیسے وہ کسی بات پر بوکھلا گئی ہو۔ اسی طرح لڑکھڑا کر پیچھے ہٹی تھی جیسے کوئی غیر متوقع چیز سامنے آگئی ہو۔ نقاب سے اس کی آنکھیں گویا ابلی پڑ رہی تھیں۔ پھر وہ ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو گئی۔ جو فرش پر بیہوش پڑے ہوئے تھے۔ دوسرے ہی لمحے میں صفدر نے اسے جھک جھک کر ہر ایک کا چہرہ دیکھتے پایا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے کسی خاص آدمی کی تلاش ہو۔

کچھ دیر بعد وہ سیدھی کھڑی ہو کر صفدر کی طرف مڑی اور اسے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ طویل راہداری سے گزر کر وہ پھر ایک بڑے کمرے میں پہنچے عورت اس سے تھوڑے فاصلے پر رک گئی۔ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے۔

وہ اپنا عصا اٹھا کر بولی" تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

" ابھی تمہارا دیوتا خود ہی بتا چکا ہے کہ ہم دفینوں کی تلاش میں آئے ہیں۔" صفدر مسکرایا۔

" میں نہیں تسلیم کر سکتی۔"

" تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ تمہارا دیوتا احمق ہے بے پر کی اڑاتا ہے۔"

" دیوتا نے غلط نہیں کہا تھا۔ تم اسی بہانے سے آئے ہو لیکن میری روحانی قوت اسے تسلیم نہیں کر سکتی کہ تم کسی دفینے کے لئے یہاں کا سفر اختیار کرو گے۔"

" نہ تسلیم کرے۔ اب تو آ ہی پھنسے ہیں۔"

" واپسی ناممکن ہو گی۔"

" مجھے علم ہے۔ میں جانتا ہوں۔ ہماری کشتی یا تو واپس گئی ہو گی یا تباہ کر دی گئی ہو گی۔ میں بھی اب کچھ سمجھ رہا ہوں۔ مقدس پجارن! لیکن تمہارا دیوتا میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

" کیا سمجھ رہے ہو؟"

" کچھ بھی نہیں۔" صفدر نے لاپروائی سے کہا" اب تمہارا دوسرا اقدم کیا ہو گا؟"

" تمہارا لیڈر کہاں ہے؟"

" میں ہی لیڈر ہوں۔"

اسے بھی تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔"

" تمہاری مرضی!"

" ہوش میں آؤ۔ میں تمہیں اسی جگہ فنا کر دینے کی بھی قوت رکھتی ہوں۔"

" اپنی روحانی قوت سے کہو کہ مجھے پہچاننے کی کوشش کرے۔ وہ تمہیں بتائے گی کہ میری نظروں میں نہ موت کی کوئی اہمیت ہے اور نہ زندگی کی۔"

" اچھی بات ہے... تو سنبھلو!" اس نے اپنا عصا اٹھایا ہی تھا کہ پشت سے آواز آئی " ٹھہرو"!!

عصا نیچے جھک گیا۔ صفدر بھی آواز کی جانب مڑا۔

اسے ایک دروازے میں وہی کفن پوش نظر آیا جسے وہ کچھ دن پہلے غار میں دیکھ چکا تھا۔ اس کے ہاتھ میں بھی ویسا ہی عصا دکھائی دیا جیسا پجارن کے پاس تھا۔

''تم نے بغیر اجازت یہاں داخل ہونے کی جرات کیسے کی؟'' پجارن قہر آلود لہجہ میں بولی۔

''تم ...... میں ...... دیوتا کا پیشکار ...... نہیں ...... تھانیدار ......اوہ ...... کیا کہتے ہیں۔ سپہ سالار ہوں ......!'' کفن پوش نے جواب دیا۔

''پاگل ہوا ہے......دفع ہو جا یہاں سے......!'' وہ چیخی ''تو نے آج پھر پی لی ہے شاید...... اس کی سزا ملے گی تجھے۔''

" مجھے حق حاصل ہے کہ میں ہر ایک کو غلط اقدام سے باز رکھوں۔ تمہارا خیال غلط ہے کہ میں نشے میں ہوں۔ تم اسے فنا کرنے جا رہی تھیں۔ حالانکہ یہ دیوتا کی پالیسی کے خلاف ہے۔"

" تو مجھ سے بحث کر رہا ہے۔"

" دیوتا نے مجھے متبنیٰ کر لیا ہے۔ اس لئے میں چاند ستاروں سے بھی بحث کر سکتا ہوں تمہاری کیا حقیقت ہے.... اس وقت میری روحانی قوت خالص مکھن سے بھی زیادہ زوردار ثابت ہو سکتی ہے۔ پیاری تھریسیا بمبل بی آف بوہیمیا...."

عورت بے ساختہ اچھل پڑی اور صفدر پر تو گویا بم گر پڑا تھا کیونکہ اس نے عمران کی آواز صاف پہچانی تھی۔ اس سے پہلے وہ آواز بنا کر بولتا رہا تھا۔

شاید ایک منٹ تک کسی کی زبان سے کچھ نہیں نکلا تھا۔ پھر نقاب پوش عورت بھرائی ہوئی آواز میں بولی تھی۔ " جاؤ چلے جاؤ یہاں سے تم شاید پاگل ہو گئے ہو۔"

" پیدائشی پاگل سمجھ لو۔ یہ آج کی بات نہیں ہے۔"

" تم کیا چاہتے ہو؟"

" بوغا کی لاش.... یا اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کا تعلق تم لوگوں سے ہو گا۔"

" وہ بہت بڑا آدمی ہے۔ جاؤ یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ میں تمہیں مار ڈالوں گی۔"

" تمہارے ہاتھوں تو میں اتنی بار مرا ہوں کہ اب خود کو بھوت کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔"

" دیوانے سچ مچ تمہاری موت آئی ہے۔ اسے تمہاری اس حرکت کی اطلاع ہو چکی ہو گی۔ تم نے جس آدمی سے یہ سب کچھ حاصل کیا ہے۔ اس نے تمہارے قابو میں آنے سے قبل اسی عصا کے ذریعے اشارہ ضرور دیا ہو گا۔"

" پرواہ مت کرو۔ اب اس سفر کی تیاری کرنی ہے تمہیں جس کے لئے یہ سب کچھ ہوا ہے میں جانتا ہوں کہ دیوتا کا سپہ سالار اس سفر میں تمہارے ساتھ ہی ہوتا ہے۔"

" اوہ تو تم مجھے.... مجبور کرو گے؟"

" پھر کیا تم اس سفر سے باز رہو گی؟"

" نہیں یہ لوگ تو یقینی طور پر جائیں گے لیکن تم دونوں...." وہ چند لمحے کچھ سوچتی رہی۔ پھر جھلائے ہوئے لہجے میں بولی۔ " نہیں میں اس بار تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

" کنفیوشس نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ کسی عورت کے ہاتھوں مرنے سے سرخاب کے پر

لگ جاتے ہیں۔"

"بکو مت! چلو اسی کمرے میں جہاں تمہارے دوسرے ساتھی بھی ہیں۔"

"تھریسیا! ہوش میں آؤ تم اس وقت میری قید میں ہو۔ فرار کے سارے راستے مسدود کر چکا ہوں۔"

"احمق نہ بنو۔ تم یہاں کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے۔ میں پھر کہتی ہوں کہ بوغا کو تمہاری اس حرکت کا علم ہو گیا ہو گا۔ ابھی اس نے صفدر سے گفتگو کی تھی میں اس کی آواز سن رہی تھی۔ اس نے یہ نہیں ظاہر ہونے دیا کہ وہ صفدر کو پہچانتا ہے۔ حالانکہ شاید ہزاروں میں بھی پہچان لے۔ تم دونوں اس کے لئے ایک مستقل الجھن بن کر رہ گئے ہو۔ لاتوشے میں اس نے تم سے ایک کام لینا چاہا تھا لیکن ناکامی کے بعد جھلا گیا ہے۔"

"مگر اس نے مجھے کیسے پہچانا ہو گا.... وہ کہاں ہے؟"

"آج کل جزیرے ہی میں ہے لیکن کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ملے گا۔"

"تم بھی نہیں جانتیں؟" عمران نے پوچھا

"ہرگز نہیں!"

"یہ تمہاری توہین ہے تھریسیا! میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ بوغا تم سے زیادہ اونچا مقام رکھتا ہو گا۔"

"شکریہ!" تھریسیا ہنس پڑی۔ "لیکن تم میری انا کو ابھار کر مجھے بوغا کے خلاف نہیں اکسا سکو گے۔" وہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہی تھی۔

"ٹھہرو! اپنی جگہ سے جنبش نہ کرنا" عمران نے گرز نما عصا اٹھا کر کہا لیکن تھریسیا ایک ہی جست میں پچھلی دیوار سے جا ٹکرائی اور صفدر کو ایسا ہی محسوس ہوا جیسے زمین اپنے محور سے ہٹ گئی ہو۔ وہ منہ کے بل زمین پر گرا تھا۔

سمجھ ہی میں نہ آسکا کہ ہوا کیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ صرف ذہنی جھٹکا رہا ہو جو اسے اس طرح فرش پر لے آیا تھا۔ بس اس نے بجلی کڑکنے کی سی آواز سنی تھی اور اس کی آنکھوں میں ستارے ناچ گئے تھے۔ قدم لڑکھڑائے تھے اور وہ ڈھیر ہو گیا تھا۔

دفعتاً اس نے عمران کی بھرائی ہوئی سی آواز سنی، سر آئزک نیوٹن کی ایسی کی تیسی پھر تھریسیا

کا قہقہہ سنائی دیا اور اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن گھٹنوں کے بل بیٹھا ہی رہ گیا۔ عمران کو جو بھی اس حالت میں دیکھتا اسے سکتہ ہی ہو جاتا۔ وہ فضا میں معلق بے بسی سے ہاتھ پیر مار رہا تھا اور اس کے سر پر چھت میں ایک روشن دائرہ تیزی سے گردش کر رہا تھا اس کی روشنی کمرے میں پہلے سے پائی جانے والی روشنی سے بالکل مختلف تھی اور اس کا فوکس بھی محدود تھا۔

" سر آئزک نیوٹن کو گالیاں دے رہے ہو تم ؟" تھریسیا نے پھر قہقہہ لگایا

" کیوں نہ دوں کشش ثقل کا مسئلہ ہی خبط ہو کر رہ گیا ہے اور مجھے نہیں یاد آتا کہ اس سلسلے میں کنفیوشس نے کیا کہا تھا۔"

" کنفیوشس نے یہی کہا ہو گا کہ ہر معاملے میں کود پڑنا افیون کھا کر سو رہنے سے بھی بد تر ہے۔ بس اب اسی طرح لٹکے رہو۔" تھریسیا نے کہا اور پھر صفدر کو گھورتی ہوئی بولی" اگر تم آگے بڑھے تو خاک کا ڈھیر ہو کر رہ جاؤ گے۔"

وہ کچھ نہ بولا۔ یوں بھی وہ غیر محتاط اقدامات کا قائل نہیں تھا۔ چپ چاپ اسی طرح بیٹھا رہا۔

" اب اس چیز کی کیا وقعت رہ گئی ہے جس کے بل بوتے پر تم مجھے اپنا قیدی سمجھ رہے تھے"۔ تھریسیا پھر عمران سے مخاطب ہوئی۔

" ہاں یہ بیکار ہو گیا ہے۔" عمران نے گرز نما عصا کو جنبش دینے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔

" صرف بیکار ہی نہیں ہو گیا بلکہ اسی کی وجہ سے تم اس مصیبت میں مبتلا ہوئے ہو۔"

" آہا! اب یاد آیا کہ کنفیوشس نے کیا کہا تھا۔" عمران نے خوش ہو کر کہا۔

" کیا کہا تھا" تھریسیا نے مضحکانہ لہجے میں پوچھا

" یہی کہ اگر بیوی بد زبان ہو تو چھوڑ دو۔ گھوڑا بے لگام ہو تو چھوڑ دو!"

یہ کہہ کر اس نے عصا ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ پھر خود تو دھم سے فرش پر آگرا اور عصا چھت والے روشن دائرے سے جا چپکا۔

" سمجھ دار ہو لیکن یہ بھی ضرور جانتے ہو گے کہ میرے قریب آنے کا کیا انجام ہو گا۔"

''شاعری کرنے لگوں گا۔'' عمران نے احمقانہ انداز میں جواب دیا۔

" اب بتاؤ! ان تینوں آدمیوں کا کیا حشر ہوا؟"

"ایک تو اب حشر ہی کا منتظر رہے گا اور بقیہ دونوں وہیں قید ہیں۔"

"تمہارا کیا حشر ہونا چاہئے؟"

"بس ایک بار مسکرا کر دیکھ لو۔ بیڑا پار ہو جائے گا۔ پھر کنفیوشش کچھ بھی کہا کرے مجھے پرواہ نہیں ہوگی۔"

"بکواس بند کرو۔" یک بیک تھریسیا غضب ناک ہوگئی۔" اس بار میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"مگر ابھی تو یہاں سے بھاگ جانے کا مشورہ دے رہی تھیں۔"

"کسی طرح عصا تم سے حاصل کرنا تھا سمجھے! کسی غلط فہمی میں نہ مبتلا ہو جانا۔ تم جیسے نہ جانے کتنے خاک میں مل چکے ہیں۔"

"اسے سمجھاؤ! کہ میں نے اس کے فراق میں کتنی راتیں سو کر گزاری ہیں۔" عمران نے صفدر سے کہا" اسے یقین دلاؤ کہ کتنی بار ہفتوں کا کھانا ایک ہی نشست میں کھا گیا ہوں"

"خاموش رہو اور چپ چاپ دوسری طرف مڑ جاؤ! تم بھی اٹھو" اس نے صفدر کی طرف دیکھ کر کہا۔

صفدر چپ چاپ اٹھ گیا وہ اس گرز نما عصا کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا تھا لیکن اس نے یہ ضرور محسوس کیا تھا کہ عصا ہاتھ سے نکل جانے کے بعد سے عمران کے رویہ میں نمایاں تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ اب وہ نہ تو پہلے کی طرح چہک رہا تھا اور نہ یہی معلوم ہوتا تھا کہ اب بھی تھریسیا کو قہقہوں میں اڑاتا رہے گا۔ وہ بھی خاموشی سے دوسری جانب مڑ گیا تھا۔

"اسی کمرے کی جانب چل پڑو جہاں تمہارے دوسرے ساتھی بھی ہیں۔" تھریسیا کا لہجہ بے حد تلخ تھا۔

"چلو بھائی!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔" کنفیوشس نے اس موقع کے لئے بھی کچھ نہ کچھ ضرور کہا ہوگا۔ لیکن میری یادداشت پھر میرا ساتھ چھوڑ رہی ہے۔"

وہ چلتے رہے۔ صفدر تھریسیا کے قدموں کی آواز بھی سن رہا تھا لیکن اس نے یا عمران نے مڑ کر نہیں دیکھا۔ صفدر کو اندازہ ہو گیا تھا کہ بوغا یہاں موجود نہیں ہے۔ مگر وہ خواہ کہیں بھی ہو انہیں اس کے سامنے ضرور پیش کیا جائے گا لہذا فی الحال اس کا امکان نہیں تھا کہ وہ اس سے پہلے

ہی مار ڈالے جائیں۔

یک بیک اس نے کسی قسم کی بو محسوس کر کے نتھنے سکوڑے۔ عمران بھی ایک جھٹکے کے ساتھ رک گیا تھا۔ صفدر نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے ہی تھے کہ سر چکرا گیا پھر اسے ہوش نہیں کہ اس کے بعد کیا ہوا تھا اور عمران نے کتنی دیر تک اپنے نتھنے چٹکی سے دبائے رکھے تھے۔



دوسری بار ہوش آنے پر اس نے سب سے پہلے مونیکا کی آواز سنی تھی۔ غالباً وہ کسی پر برس رہی تھی اس نے اٹھنا چاہا۔ لیکن جنبش بھی نہ کر سکا۔ سارے جسم میں چبھن سی محسوس ہو رہی تھی ذہن ابھی پوری طرح صاف نہیں ہوا تھا لیکن اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ فضا میں تیر رہا ہو۔ آنکھوں کے سامنے دھند سی چھائی ہوئی تھی!

پھر آہستہ آہستہ اسے علم ہو سکا کہ اس کا سارا جسم رسیوں سے جکڑا ہوا ہے اور کروٹ بھی نہیں لے سکتا۔ سر پر بادلوں سے ڈھکا ہوا آسمان تھا اور وہ چت لیٹا ہوا اس طرح آنکھیں پھاڑ رہا تھا جیسے بادلوں کے پار دیکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

بہت سے قدموں کی آوازیں کانوں میں گونج رہی تھیں۔ وہ سوچنے لگا کہ آخر اسے کیوں اس طرح لے جایا جا رہا تھا۔ اس کے دوسرے ساتھی تو شاید اپنے پیروں سے ہی چل رہے تھے تو پھر عمران کی حالت بھی اس سے مختلف نہ ہو گی وہ بھی اس طرح اسٹریچر میں جکڑ دیا گیا ہو گا اور دوسروں ہی کے کاندھوں پر اس کا بھی سفر جاری ہو گا۔ پھر اس نے جوزف کی آواز سنی جو شاید جنگلیوں سے گفتگو کر رہا تھا۔

صفدر صرف گردن گھما سکتا تھا۔ اس کے ہاتھ بھی آزاد نہیں تھے یک بیک اس نے تھریسیا کی آواز سن کر گردن گھمائی وہ اسی لباس میں تھی جس میں پچھلی رات نظر آئی تھی۔ عصا ہاتھ میں تھا اور وہ کسی قدیم ملکہ ہی کی طرح سفر کر رہی تھی۔ ایک زرنگار کرسی تھی جس کے پایوں سے دو لمبے لمبے بانس باندھے گئے تھے اور اس طرح اسے آٹھ جنگلی اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے چل رہے تھے۔

"کیا تم جاگ رہے ہو؟" تھریسیا نے صفدر سے پوچھا۔

"مجھے یہی سمجھنے دو کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں۔"

" ایسا خواب جو ابدی نیند پر ختم ہوگا۔"

" مگر مجھے اس طرح کیوں لیجایا جارہا ہے؟"

" یہ مخصوص رعایت ہے.... دوسرے پیدل ہی گھسٹ رہے ہیں۔"

یک بیک مونیکا بھی گرجنے لگی" تم یقیناً یورپین ہو لیکن ان جنگلیوں سے زیادہ وحشی معلوم ہوتی ہو۔ کیا تمہیں اس بے چاری لڑکی پر رحم نہیں آتا جس کے لئے دو قدم چلنا بھی مشکل ہے"۔

اب صفدر کو ڈیزی کا خیال آیا یقیناً اس کی حالت ابتر ہوگی۔

" تم میں کئی رحم دل بھی ہوں گے" تھریسیا نے تلخ لہجے میں جواب دیا" ان سے کہو کہ وہ اسے اپنے کاندھوں پر اٹھالیں۔

" ان دونوں کو رسیوں سے کیوں جکڑ رکھا ہے کیا وہ بھاگ جائیں گے؟"

" خاموش رہو۔ اب مجھے مخاطب نہ کرنا۔ میں ہر کس و ناکس سے گفتگو نہیں کرتی۔" تھریسیا نے کہا۔

مونیکا بڑبڑاتی رہی لیکن اب تھریسیا بھی صفدر کی طرف متوجہ ہوگئی تھی۔

"آخر یہ عورتیں کیوں آئی تھیں؟" اس نے ہنس کر پوچھا۔

"کیا عورتوں کو دفینوں سے دلچسپی نہیں ہوتی؟"

"میرا خیال ہے کہ تم دونوں مزدوروں کی حیثیت سے اس پارٹی کے ساتھ آئے ہو گے۔"

"خیال غلط نہیں ہے لیکن تمہارے انداز گفتگو سے یہی محسوس ہوتا ہے جیسے تم اس قسم کی پارٹیوں کی منتظر بیٹھی رہتی ہو۔"

تھریسیا ہلکا سا قہقہہ لگا کر بولی" تمہارا خیال بھی غلط نہیں ہے ہم اس طرح کی پارٹیاں بلواتے رہتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"ہمارے ایجنٹ آس پاس کے ممالک میں دفینوں کا پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ لہذا اس قسم کی پارٹیاں اکثر آتی رہتی ہیں۔"

"تو کیا دفینے محض بکواس ہیں؟"

"اب تو بکواس ہی ہیں! کیونکہ ہم بہت پہلے ان پر قبضہ کر چکے ہیں۔"

"مگر تم ان لوگوں کا کیا کرو گی؟"

"یہ ایک نئی قوم بنیں گے.... زیرو لینڈ کے شہری کہلائیں گے۔"

"آہا تو کیا.... یہی جزائر.... زیرو لینڈ کہلاتے ہیں؟"

"نہیں! یہ زیرو لینڈ کا صرف ایک معمولی سا حصہ ہے زیرو لینڈ کا دارالحکومت کہاں ہے۔ شاید تمہارے فرشتے بھی وہاں تک نہ پہنچ سکیں۔"

"مگر بوغا تم لوگوں سے کیسے جاملا۔ وہ تو ایک اسمگلر تھا۔"

"وہ ہمیشہ ہی سے ہمارے ساتھ رہا ہے۔ ہمارے وسائل کا تعلق بھی تمہاری ہی دنیا سے ہے۔ اس لئے ہمیں سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ مختلف حلقوں سے زر مبادلہ کمانے کے لئے اسمگلنگ کو ذریعہ بنایا جاتا ہے۔ لیکن وہ جو ہمارے آلہ کار ہیں۔ اسے صرف بین الاقوامی پیمانے پر ہونے والی اسمگلنگ ہی سمجھتے ہیں۔ انہیں اس کے اصل مقصد کا علم نہیں ہے۔"

"اور بوغا بھی انہیں لوگوں میں سے ہے؟"

"ہرگز نہیں وہ تو اس تنظیم کا سربراہ ہے اور زیرو لینڈ کی ایک بہت بڑی شخصیت.... البتہ اس کے تحت کام کرنے والے زیرو لینڈ کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔"

"تو ان جزیروں میں تم لوگ بستیاں بسا رہے ہو؟"

"عارضی بستیاں۔ یہاں زیرو لینڈ کے لئے کام ہوتا ہے۔"

"آہا سمجھا.... تو اس طرح تم لوگ مہذب دنیا سے مزدور مہیا کرتے ہو۔"

"ٹھیک سمجھے! جنگلیوں سے مشینوں پر کام نہیں لیا جاسکتا۔ ان سے تو بس ایسے ہی کام لئے جاتے ہیں جیسا تم اس وقت دیکھ رہے ہو لیکن یہ بھی نہیں جانتے کہ یہاں آپھنسنے والے مہذب آدمیوں کا انجام کیا ہوتا ہے۔ یہ اس بستی سے بھی واقف نہیں ہیں جہاں تم لے جائے جا رہے ہو۔ انہیں ایک مخصوص جگہ سے آگے نہ بڑھنے دیا جائے گا۔"

"تو پھر میرا خیال ہے کہ محض انہیں قابو میں رکھنے کے لئے تم لوگوں نے یہ ڈھونگ پھیلایا ہے.... تم پجارن ہو.... اور وہ دیوتا...."

"نہ صرف انہیں قابو میں رکھنے کے لئے بلکہ مہذب دنیا کے آدمیوں کو بھی مرعوب کئے

رکھنے کے لئے! تاکہ وہ کبھی ہمارے خلاف سازش کا خیال بھی دل میں نہ لا سکیں کیا تم بھی اس وقت بوکھلانہ گئے ہو گے جب تمہاری گولیاں حیرت انگیز طور پر ضائع ہو گئی ہوں گی مجھے اطلاع ملی تھی کہ تم لوگوں نے ٹامی گنوں سے جنگلیوں پر گولیاں برسائی تھیں۔"

"یہ حقیقت ہے کہ میں بوکھلا گیا تھا۔ لیکن جانتی ہو عمران اس وقت کیا کر رہا تھا؟"

"کیا کر رہا تھا؟"

"ماؤتھ آرگن بجا رہا تھا۔"

"مگر اب اس وقت کیوں خاموش ہیں یہ حضرت؟ میں الجھن میں ہوں۔"

"کیا ہوش میں ہے؟"

"پوری طرح! لیکن اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا ہے جیسے پہلی بار دیکھا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی نئی چال سوجھ گئی ہو۔ میرے ستارے اچھے تھے کہ وہ یک بیک اس طرح ظاہر ہو گیا ورنہ بعد میں شائد مجھے خودکشی ہی کرنی پڑتی۔"

"شاید اپنی اس حماقت پر زندگی بھر افسوس کرتا رہے۔"

"اسے حماقت نہ کہو اگر تمہاری زندگی خطرے میں نہ ہوتی تو وہ کبھی ایسا قدم نہ اٹھاتا۔"

"تو کیا واقعی تم مجھے مار ڈالتیں؟" صفدر نے مسکرا کر پوچھا۔

لیکن تھریسیا اس سوال پر خاموش ہی ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد صفدر نے پوچھا" لیکن وہ پچھلی رات معلق کیسے ہو گیا تھا۔ وہ روشنی کیسی تھی؟"

"وہ روشنی.... ابھی تجرباتی دور میں ہے۔ لیکن ایک دن ہم اسی کے ذریعہ چاند تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ عمران محض اس عصا کی وجہ سے معلق ہوا تھا کشش اس پر نہیں بلکہ براہ راست عصا پر اثر انداز ہوئی تھی چونکہ اس نے اسے پکڑ رکھا تھا اس لئے وہ بھی اوپر اٹھتا چلا گیا تھا۔"

"لیکن معلق کیسے ہو گیا تھا؟ اگر اس روشن دائرے کی قوت کشش زمین کی قوتِ کشش پر غالب آگئی تھی تو عمران کو بھی اسی سے جا چپکنا تھا۔ اگر وہ عصا اس کو اس حد تک اوپر لیجا سکتا تھا کہ اس کے پیر زمین چھوڑ دیں تو درمیان ہی میں لٹکے رہ جانے کی کیا وجہ ہو سکتی تھی؟"

" شاید تم یہ بھول رہے ہو کہ ایک عصا میرے ہاتھ میں بھی تھا، اس سے نکلنے والی برقی رو

عمران کو نیچے کھینچ رہی تھی۔ پھر وہ معلق کیوں نہ ہو جاتا۔ مقصد اسے تنہا کرنا تھا اگر میرے عصا سے برقی رو خارج نہ ہو رہی ہوتی تو اس کا عصا اسے اوپر ہی لیے چلا جاتا۔"

" تمہارا عصا بھی کیوں نہیں کھنچا تھا؟"

" اگر دائرے کے فوکس میں ہوتا تو یقینی طور پر اس کا بھی یہی حشر ہوتا۔ یہ عصا! زیرو لینڈ کے سائنس دانوں کی حقیر سی ایجاد تمہاری دنیا کی سب سے زیادہ متحیر کن ایجادات پر بھاری ہے۔ ایک ننھی سی بیٹری اس سے ہزار طرح کے کام لے سکتی ہے اور اسے صرف وہی روشنی.... اوہ مگر میں تمہیں یہ سب کیوں بتا رہی ہوں۔"

" نہ بتاؤ لیکن میں ان آدم خوروں کے متعلق ضرور پوچھوں گا جو صرف عورتوں کا گوشت کھاتے ہیں۔"

" اور تم لوگ ان آدم خوروں سے بھی زیادہ بھیانک ہو جو ان بیچاریوں کو ان کی بھینٹ چڑھانے کے لئے ساتھ لائے ہو۔ وہ آدم خور نہیں ہیں۔ ایسی خطرناک مہمات میں عورتیں حصہ نہیں لیتیں اس لئے یہ تدبیر کی گئی ہے۔ آخر بستی کے لئے عورتوں کی بھی ضرورت ہے۔ اکثر لوگ یہاں آئے اور ان آدم خوروں نے ہماری اسکیم کے مطابق انہیں آگے نہیں بڑھنے دیا اور وہ واپس چلے گئے پھر دوبارہ آئے اور کسی نہ کسی طرح چند عورتیں بھی ساتھ لائے اور اب تو ہر پارٹی کے ساتھ دو چار عورتیں ضرور ہوتی ہیں تاکہ انہیں آدم خوروں کے حوالے کر کے دفینوں کے صحیح مقامات معلوم کئے جائیں۔ لیکن وہ آدم خور انہیں دوڑاتے ہوئے ٹھیک اسی جگہ پہنچا دیتے ہیں جہاں سے تم لوگوں نے یہاں کیلئے سفر شروع کیا تھا۔ مگر یہ بتاؤ کہ تم دونوں نے ادھر کر رخ کیوں کیا تھا؟"

دفعتاً عمران نے ہانک لگائی " صفدر! میرے پیٹ میں درد ہو رہا ہے اس لئے ماؤتھ آرگن بجانا چاہتا ہوں۔ ان سے کہو کم از کم میرا ایک ہاتھ تو آزاد ہی کر دیں۔"

مونیکا جھپٹ کر اس کے پاس پہنچی اور دونوں ہاتھ اٹھا کر چیخنے لگی۔" کھولو! اسے کھول دو! سنگدل عورت!"

" ہٹو.... ہٹ جاؤ.... اس کے قریب سے...!" تھریسیا غرائی پھر اس نے جنگلیوں سے کچھ کہا اور وہ اسے گھسیٹتے ہوئے پیچھے لے گئے۔

" یہ کون ہے اور خصوصیت سے عمران ہی کے گرد کیوں ناچتی رہتی ہے پتہ نہیں کیوں مجھے محسوس ہوتا ہے میں اسے پہلے بھی کہیں دیکھ چکی ہوں۔" تھریسیا نے صفدر سے کہا" مگر یہ جولیانا فٹنر واٹر تو نہیں ہو سکتی۔"

" میں نہیں جانتا کون ہے۔" صفدر کا مختصر سا جواب تھا۔ اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ عمران اسے خاموش ہی دیکھنا چاہتا ہے۔

" اسے سمجھاؤ کہ اس سے دور ہی رہے ورنہ" تھریسیا نے جملہ پورا نہیں کیا مونیکا اب بھی چیخے جا رہی تھی۔

" یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ہم نہتے لوگ تمہارا کیا بگاڑ لیں گے جو اس طرح لے جائے جا رہے ہیں" صفدر نے کہا۔

" جو نہتے لوگ کچھ نہ بگاڑ سکیں گے وہ اپنے پیروں ہی سے چل رہے ہیں ہاں آں کسی حد تک یہ بھی ممکن ہے کہ تم آزاد کر دیئے جاؤ۔ لیکن وہ.... قطعی ناممکن ہے۔"

"تھریسیا کیا تمہیں شکرال کی مہم یاد نہیں۔ کیا ہم نے تمہیں اپنا قیدی بنایا تھا؟"

" مجھے آج تک افسوس ہے اپنی حماقت پر کہ میں نے عمران کو قتل کیوں نہیں کر دیا تھا۔"

" میں سن رہا ہوں۔" عمران نے ہانک لگائی اس کا اسٹریچر بھی قریب ہی تھا" اب قتل کر دو۔ وہاں لے جا کر کیا کرو گی؟"

" اس سے کہو خاموش رہے۔" تھریسیا نے غصیلی آواز میں کہا

" اچھا ایک بات بتاؤ" صفدر نے آہستہ سے پوچھا" کیا تم اسے مرتے دیکھ سکو گی؟"

" خاموش رہو!" تھریسیا نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

دوپہر کو ایک جگہ انہوں نے قیام کیا تھریسیا کی زرنگار کرسی ایک اونچی جگہ رکھ دی گئی تھی۔ ہام اور اس کے ساتھیوں کو چاول اور خشک مچھلیاں دی گئیں۔ کھانے کی تیاری میں ڈیڑھ گھنٹہ صرف ہوا۔ صفدر اور عمران اب بھی اسٹریچروں ہی میں جکڑے پڑے تھے۔ کھانے کے لئے بھی انہیں اٹھنے کی اجازت نہ ملی۔ تھریسیا کا حکم تھا کہ کوئی انہیں اسی طرح لیٹے ہی لیٹے کھلا دے۔ مونیکا اور ڈیزی اٹھی تھیں۔ ڈیزی صفدر کے پاس رک گئی۔

مونیکا عمران پر جھکتی ہوئی بولی تھی" بتاؤ میں کیا کروں تمہارے لئے۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں

ہے کہ میرا جسم نیزوں سے چھد کر رہ جائے گا۔ مگر اس کے بعد کیا ہو گا.... آخر یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟"

"تم انہیں کیا سمجھتی ہو؟"

"سمجھ میں نہیں آتا۔"

"یہ بوغا ہی کی طاقت ہے"

"نہیں" ! مونیکا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"یقین کرو میں نے بھی اس کے متعلق غلط اندازہ لگایا تھا۔"

"کیا تم اس عورت کو پہلے سے جانتے تھے؟"

"بوغا کے بہتیرے ساتھی میرے جانے پہچانے ہیں۔"

"مگر مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہ عورت تمہارے ساتھ کسی قسم کی لاگ رکھتی ہو"۔

"میں تو نہیں سونگھ سکا۔ تمہاری ناک تیز معلوم ہوتی ہے۔ ارے تو بیٹھی کیوں ہو کھلاؤ نا مجھے! آخری وقت چاول اور مچھلی ہی نصیب ہونا تھا۔"

دفعتاً تھریسیا جھلائے ہوئے لہجے میں چیخی" اے عورت تم ہٹو کوئی اور کھلائے گا اسے!"

"کیوں" مونیکا پلٹ کر غرائی۔

"بکواس مت کرو۔ یہ حکم ہے۔"

"ہٹ جاؤ مونیکا۔ ورنہ وہ تمہیں خاک کا ڈھیر بنا دے گی" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"آخر یہ مجھے خصوصیت سے تمہارے قریب کیوں نہیں جانے دیتی۔ مجھے بتاؤ کیا بات ہے"۔

" اسی سے پوچھو۔ میں تو کچھ بھی نہیں جانتا۔"

" تم نہیں ہٹیں ابھی؟" تھریسیا نے پھر اسے للکارا۔

مونیکا جھلاہٹ میں مڑی اور قریب ہی سے ایک پتھر اٹھا کر اس پر کھینچ مارا۔ تھریسیا بھی شاید غافل نہیں تھی۔ اس نے بڑی پھرتی سے اپنا عصا اٹھایا تھا۔ پتھر آدھے ہی راستے سے پلٹ کر مونیکا کے سر پر پڑا اور وہ چیخ مار کر الٹ گئی۔ بس ایسا ہی معلوم ہوا جیسے اس پتھر نے فوری طور پر اس کا کام تمام کر دیا ہو۔

کس میں اتنی ہمت تھی کہ وہ مونیکا کے قریب جاتا...... ؟ مونیکا اٹھی لیکن کھڑی نہ ہو سکی گھٹنوں کے بل بیٹھی آگے پیچھے جھولتی رہی۔ پیشانی سے بہے ہوئے خون سے پورا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

" میں تمہیں اس دیوانگی کی سزا ضرور دوں گا۔" دفعتاً صفدر نے عمران کی غراہٹ سنی مگر یہ احمق عمران کی شوخیوں سے بھرپور آواز نہیں تھی یہ تو اس خوفناک روح کی آواز تھی جو اکثر عمران کے جسم میں حلول کر جاتی تھی۔

اس کے جسم سے لپٹی ہوئی رسی کے کئی بل تڑاتڑ ٹوٹے اور وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کئی جنگلی نیزے تان کر اس کی طرف جھپٹے لیکن انکے قریب پہنچنے سے پہلے ہی عمران نے اسٹریچر سے ایک پٹی کھینچ لی تھی۔ وہ بھلا اس پٹی کو کب خاطر میں لاتے کیونکہ ان کے ہاتھوں میں تو نیزے تھے۔ انہوں نے اس پر بھرپور چھلانگیں لگائی تھیں۔ عمران کی جگہ اور کوئی ہوتا تو بیک وقت تین نیزے اسے چھید کر رکھ دیتے لیکن دو نیزے تو زمین پر پڑے تھے اور ایک اٹھا ہی رہ گیا تھا اور اس لئے اٹھا رہ گیا تھا کہ اسے استعمال کرنے والے کی کھوپڑی لالہ زار بن گئی تھی اور وہ غالباً سوچ رہا تھا کہ آگے گرے یا پیچھے۔

وہ دونوں دوبارہ سنبھلے اور پھر تو چاروں طرف سے عمران پر یلغار ہو گئی لیکن وہ اس سے پہلے ہی اتنا پیچھے ہٹ گیا تھا کہ اس کے ساتھی اس یلغار سے متاثر نہ ہو سکیں۔ جوزف نے بھی بڑی پھرتی دکھائی تھی۔ اگر وہ صفدر کا اسٹریچر دوسری طرف نہ گھسیٹ لے جاتا تو وہ بری طرح کچلا گیا ہوتا۔

عمران جنگلیوں میں گھرا ہوا بالے کے ہاتھ دکھا رہا تھا کیا مجال کہ جسم پر ذرا سی خراش بھی آئی ہو۔ سارے نیزے اسٹریچر کی پٹی ہی سے ٹکراتے تھے دو منٹ کے اندر ہی اندر کئی زخمی بھی ہوئے تھے۔ جس کے سر پر پٹی پڑ جاتی دوبارہ نہ اٹھ پاتا۔

تھریسیا بوکھلاہٹ میں کرسی پر کھڑی ہو گئی تھی۔ اسے شاید اس کا بھی احساس نہیں رہ گیا تھا کہ عمران کے دوسرے ساتھی جو آزاد ہیں کسی وقت بھی اس پر یلغار کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ اسے صفدر کی آزادی کی خبر نہ ہو سکی۔ جوزف نے چپ چاپ اسے کھول دیا تھا۔

صفدر لیٹے ہی لیٹے قریب کی جھاڑیوں میں رینگ گیا وہ اس چٹان کے پیچھے پہنچنے کی کوشش

کر رہا تھا۔ جس پر تھریسیا کی کرسی رکھی ہوئی تھی۔

ہام اور اس کے ساتھیوں سے اس کی توقع فضول تھی کہ وہ کسی قسم کی مدد کریں گے کیونکہ انہیں تو یقین ہو چکا تھا کہ وہ کسی شیطانی قوت کے زیر اثر آ گئے ہیں۔ اس وقت بھی ہام اپنے بال نوچ نوچ کر کہہ رہا تھا۔

" یہ کیا کیا.... اس پاگل آدمی نے۔ کیا اس نے مونیکا کو زخمی ہوتے نہیں دیکھا تھا کیا وہ کسی آدمی کی قوت تھی جس نے پھینکے ہوئے پتھر کا رخ موڑ دیا تھا۔ یہ سور کا بچہ سب کی تباہی کا باعث بنے گا۔"

مونیکا ایک طرف بیہوش پڑی تھی۔

جوزف جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ خالی اسٹریچر پر تھریسیا کی نظر پڑنے پائے اس نے کوشش کی تھی کہ ہام کے ساتھیوں میں سے کوئی صفدر کی جگہ لیٹ جائے لیکن سبھوں نے کٹکھنے کتوں کی طرح دانت نکال کر اسے گالیاں دی تھیں۔ کوئی اور موقعہ ہوتا تو جوزف ان کے سر توڑ دینے کی کوشش کرتا لیکن اس وقت وہ اپنا دماغ ٹھنڈا ہی رکھنا چاہتا تھا۔

عمران کے ہاتھ ابھی تک سُست نہیں ہوئے تھے۔ دفعتاً جوزف نے تھریسیا کی چیخ سنی اور قلانچیں بھرتا ہوا اس کی جانب دوڑا۔ عصا اس کے ہاتھ سے گر گیا تھا اور وہ صفدر سے گتھی ہوئی تھی۔ جوزف نے عصا پر قبضہ کرنے میں بڑی پھرتی دکھائی۔

اب جنگلی عمران کو چھوڑ کر صفدر کی طرف جھپٹے اور عمران نے چیخ کر کہا" جوزف دستے میں لگا ہوا سرخ بٹن دباؤ۔"

جوزف کے حواس بحال ہی تھے اس لئے اس سے کسی قسم کی بوکھلاہٹ سرزد نہ ہوئی اور پھر وہ تو جنگ و جدل کا موقع تھا۔ ایسے مواقع ہی پر وہ پوری طرح بیدار نظر آتا تھا۔

سرخ بٹن دبتے ہی نوکیلی برنجیوں سے چنگاریوں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ جنگلی ٹھٹکے اور پھر خوفزدہ انداز میں پیچھے ہٹنے لگے۔ اتنی دیر میں عمران ان سے کتراتا ہوا جوزف کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اس نے جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے عصا لیا اور پھر جنگلیوں کی طرف دوڑ پڑا عصا سے چنگاریاں اب بھی پھوٹ رہی تھیں۔ جنگلیوں کے پاؤں اکھڑ گئے شاید وہ عصا ہی انکا دم نکال لینے کے لئے کافی تھا۔ وہ بے تحاشہ ایک جانب بھاگتے چلے جا رہے تھے۔ جب نظروں سے اوجھل

ہوگئے تو وہ تھریسیا کی طرف بڑھا جو اب بھی صفدر سے الجھی ہوئی تھی۔

" اب الگ ہٹتی ہو یا میں تم پر بھی چنگاریاں برساؤں" عمران نے کہا" تم بھی اسے چھوڑ دو صفدر!"

صفدر نے اسے چھوڑ دیا لیکن تھریسیا پر تو شاید دیوانگی کا دورہ پڑ گیا تھا وہ اسے بری طرح نوچ کھسوٹ رہی تھی۔

آخر صفدر نے جھلا کر اسے دھکا دیا اور وہ چٹان کے نیچے لڑھک گئی۔

"خبر دار" عمران نے للکارا "اب پتھر چلانا مت شروع کر دینا ورنہ تمہارا بھی وہی حشر ہوگا"۔

لیکن وہ بھی شائد جنگلیوں کی طرح کسی جانب بھاگ نکلنے کی فکر میں تھی۔ عمران تاڑ گیا اور دوسرے ہی لمحے میں اس نے چٹان کے نیچے چھلانگ لگا دی۔

"بہت مشکل ہے تھریسیا اب تم مشکل ہی سے مجھے دھوکا دے سکو گی" اس نے کہا" بہتری اسی میں ہے کہ مجھے بوغا تک پہنچا دو۔"

تھریسیا خاموش کھڑی رہی۔ اتنے میں صفدر بھی نیچے پہنچ گیا۔

"اس کے دونوں ہاتھ پشت پر باندھ دو" عمران نے اس سے کہا۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔ ہرگز نہیں۔" تھریسیا اپنا نقاب الٹتی ہوئی بولی۔

"ہا۔ آ۔" عمران نے احمقانہ انداز میں ٹھنڈی سانس لی اور بولا" اب تو واقعی نہیں ہو سکتا مگر صرف مجھ سے۔ بہتر یہ ہی ہے کہ چپ چاپ ہاتھ بندھوا لو۔"

"اور تم نے یہ سب کچھ اس عورت کے لئے کیا ہے کیوں؟" تھریسیا آنکھیں نکال کر بولی۔

عمران کچھ نہ بولا۔ صفدر آگے بڑھ کر تھریسیا کے ہاتھ باندھنے لگا تھا۔

"اچھی بات ہے" تھریسیا دانت پیس کر بولی" میں دیکھوں گی کہ تم کدھر جاتے ہو۔ مجھ سے توقع نہ رکھو کہ میں بوغا تک تمہاری رہنمائی کروں گی۔"

"جہنم میں گیا بوغا۔" عمران نے گردن جھٹک کر کہا۔" اب تم مل گئی ہو یہاں سے سیدھے سوئٹزرلینڈ چلیں گے۔ وہاں ایک چھوٹا سا بنگلہ بنا کر میں انڈے دیا کروں گا اور تم تلا کرنا۔"

"بڑے ظالم ہو" تھریسیا کی ہنسی میں بے بسی شامل تھی۔

"فکر مت کرو۔ تمہیں اسی شان سے لے چلیں گے۔ اسی کرسی پر بیٹھو۔ ہمارے آدمی تمہیں اٹھائیں گے۔ لیکن عصا میں اپنی دم میں لٹکاؤں گا تاکہ جنگلی پیچھے سے حملہ نہ کر سکیں۔"

" اوہ ٹھہرو! تم زخمی تو نہیں ہوئے" تھریسیا نے پوچھا" ان کے نیزے بڑے زہریلے ہوتے ہیں۔"

" مرنے دو۔ تمہیں کیوں فکر ہے جلدی کرو.... چلو!"

تھریسیا ہنسنے لگی۔ دل کھول کر قہقہے لگا رہی تھی۔ پھر اس نے ہنستے ہی ہوئے کہا۔

" مذاق سمجھے ہو۔ مجھ پر اس طرح ہاتھ ڈال دینا ہنسی کھیل نہیں ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ وہ بھاگ گئے ہوں گے۔ جھاڑیوں میں چھپ چھپ کر نیزے پھینکیں گے اور تم میں سے ایک بھی زندہ نہ بچے گا۔"

" تب پھر دوسری تدبیر بھی ہو جائے گی۔"

" میں بھی تو سنوں۔" تھریسیا نے زہر خند کے ساتھ کہا۔

" ڈیزی تمہارے کپڑے پہنے گی اور تم ڈیزی کے.... میں اور صفدر پھر اسٹریچر پر لیٹ جائیں گے۔ انہوں نے تمہاری شکل کبھی نہ دیکھی ہو گی۔ اس لئے ظاہر ہے کہ تمہاری طرف توجہ تک نہ دیں گے۔ ڈیزی کے چہرے پر نقاب ہو گا اور ہاتھ میں عصا۔"

" یہ نہیں ہو سکتا" تھریسیا پھر چیخ پڑی۔

" یہی ہو گا اور تمہارے حلق میں کپڑا ٹھونس کر اوپر سے پٹی باندھ دی جائے گی تاکہ تم انہیں ان کی زبان میں مخاطب کر کے کچھ کہہ نہ سکو!"

" اچھی بات ہے دیکھنا کیا حشر ہوتا ہے تمہارا"

" وہ جھاڑیوں سے چھپ کر دیکھیں گے اور اسے بھی مقدس پجارن کی پر اسرار قوتوں کا کرشمہ سمجھیں گے۔ اور پھر ہو سکتا ہے کہ نعرے لگاتے ہوئے باہر آئیں اور جلوس میں شریک ہو جائیں.... کیا خیال ہے؟"

تھریسیا سر جھکائے کھڑی اپنا نچلا ہونٹ چباتی رہی۔



مونیکا نے ڈیزی کے کپڑے تھریسیا کو پہنائے تھے اور ڈیزی مقدس پجارن بن گئی تھی لیکن

وہ تھریسیا کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر ہونٹوں پر پٹی نہ باندھ سکی۔

تھریسیا نے بلند آواز میں قسم کھائی تھی کہ وہ مونیکا کو زندہ نہ چھوڑے گی۔ وہ عمران کو بھی برا بھلا کہتی رہی تھی۔ اور عمران نے صفدر سے کہا تھا" ذرا دیکھنا میرے کان پر جوں تو نہیں رینگ رہی۔"

صفدر بے حد سنجیدہ نظر آرہا تھا۔ اس نے کہا" یہ طریق کار مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ تھریسیا ہمیں کسی اندھے کنویں ہی میں جا گرائے گی۔"

" وہ نہ گرائے تب بھی اندھا کنواں تو ہر قدم پر موجود ہے"

" کیوں نہ ہم یہیں ٹھہریں!"

" اور ممی ڈیڈی کی آمد کے منتظر رہیں" عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور صفدر برا سا منہ بنائے ہوئے دوسری طرف مڑ گیا۔

مونیکا تھریسیا سے بہت بری طرح پیش آتی لیکن عمران نے اسے سختی سے تنبیہ کی تھی۔ دوسری طرف وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اگر تھریسیا کو موقعہ مل گیا تو مونیکا خاک ہی میں مل جائے گی۔ اس نے اسے قسم کھاتے سنا تھا۔ ہام کے ساتھی شاید اس زرنگار کرسی میں ہاتھ بھی نہ لگاتے۔ لیکن وہ عمران سے بھی خائف تھے خود ہام کا یہ عالم تھا کہ اب وہ اس سے آنکھ ملا کر گفتگو کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔

بہر حال چار آدمیوں نے مقدس پجارن کی کرسی کاندھوں پر اٹھائی اور جلوس حرکت میں آگیا۔ لیکن عمران کی اسکیم کے مطابق نہ تو تھریسیا کا منہ بند کیا جا سکا تھا اور نہ صفدر اس پر تیار ہوا تھا کہ انہیں دوبارہ اسٹریچروں پر جکڑ دیا جائے۔

تھریسیا کے ہاتھ پشت پر بندھے تھے لیکن وہ اس طرح چل رہی تھی جیسے اپنی خوشی سے ہاتھ بندھوائے ہوں۔ پیشانی پر شکن تک نہیں تھی اور چہرے پر نظر آنے والی تازگی کا کیا پوچھنا۔ بس ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے ابھی ابھی کسی مسرور و شاداں محفل سے اٹھی ہو۔

راستے کے بارے میں عمران نے بھی ذرہ برابر تشویش نہیں ظاہر کی تھی۔ بس ناک کی سیدھ ہی میں چل پڑا تھا۔ صفدر ایک بار پھر الجھن میں پڑ گیا تھا۔ لیکن اس نے عمران سے پوچھا نہیں کہ اس اندھا دھند سفر کا انجام کیا ہوگا ضروری نہیں تھا کہ تھریسیا کی منزل بھی اسی جانب

ہوتی جدھر اب ان کے قدم اٹھ رہے تھے۔

جوزف تھریسیا کے پیچھے چل رہا تھا اس کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ کچھ ہی دیر پہلے اس نے عمران سے کہا تھا کہ وہ تھریسیا کی طرف سے مطمئن رہے۔ اگر اس نے جنگلیوں کو دیکھ کر ان سے کچھ کہنے کی کوشش کی تو وہ اس طرح اس کی پشت پر نیزہ مارے گا کہ انی دوسری طرف نکل جائے گی۔ کبھی کبھی وہ بڑبڑانے لگتا۔ تھریسیا کو برا بھلا کہتا مگر اس لئے نہیں کہ وہ انہیں جہنم میں لے جارہی تھی بلکہ اس کی وجہ تھریسیا کا وہ حکم تھا جس کے تحت اس کی حدود میں شراب نہیں داخل ہونے پاتی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا" میں تو پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ تم اسی دنیا کی مخلوق ہو ورنہ چڑیلیں اتنی واہیات نہیں ہوتیں کہ شراب نہ پینے دیں اگر مجھے آج صبح شیپلالی نہ مل جاتی تو میں قبر ہی میں پہنچ جاتا۔

تھریسیا نے بڑے دلآویز انداز میں مسکرا کر افسوس ظاہر کیا تھا اور کہا تھا کہ وہ منزل مقصود پر پہنچ کر اس کے لئے اعلیٰ قسم کی شراب مہیا کرے گی۔ جوزف موج میں آگیا اور تھریسیا اس سے مونیکا کے متعلق پوچھنے لگی سوال کچھ اس انداز کا تھا کہ جواب اس کا اور عمران کا تعلق ظاہر کردے۔

" ارے وہ! جوزف نے برا سامنہ بنا کر کہا" وہ بھی انہیں عورتوں میں سے ہے جو میرے پاگل باس پر عاشق ہو کر اپنی حالت تباہ کر لیتی ہیں۔"

" وہ خود اس میں دلچسپی نہیں لیتا؟" تھریسیا نے پوچھا۔

" باس.... اور کسی عورت میں دلچسپی لے گا۔ ہاہا.... میں نے سنا ہے وہ اپنے باپ سے محض اسی لئے خفا رہتا ہے کہ اس نے اس کی ماں سے شادی کیوں کی تھی۔ خود اپنے ہی پیٹ سے اسے کیوں نہیں پیدا کیا تھا۔"

" تم اس کے ملازم ہو؟"

" وہ میرا باپ ہے میں بھی اکثر سوچتا ہوں کہ کاش اسکے پیٹ سے پیدا ہوتا۔"

دوسری طرف عمران جو سب سے پیچھے چل رہا تھا۔ صفدر سے بولا" جوزف بڑا اچھا جارہا ہے"

" ہاں میرا خیال ہے کہ اسے شیپلالی مل گئی ہے"

" نہیں! یہ بات نہیں۔ جانتے ہو میں نے رسّی کیسے توڑ ڈالی تھی؟"

" رسی تڑانا محاورہ ہے۔ عمران صاحب!"

" خیر خیر وہی سہی ابھی وقت نہیں آیا کہ تم اس محاورے کو عملی جامہ پہناؤ۔ ہاں تو وہ کبھی کبھی میرے اسٹریچر کے ساتھ بھی چلنے لگتا تھا اس کے قدم لڑکھڑاتے اور وہ اسٹریچر کی پٹی پر ہاتھ رکھ دیتا۔ اس کی انگلیوں میں ایک ریزر بلیڈ دبا ہوا تھا۔ بس وہ اسی طرح رسی کو کمزور کرتا گیا اور جب مجھے ضرورت محسوس ہوئی میں نے خود کو آزاد کرالیا۔ ورنہ کیا تم مجھے ہرکولیس کا پٹھا سمجھتے ہو۔ یہ رسی تو ہاتھی سلمہ کے ابا جان سے بھی نہ ٹوٹتی۔"

" تب تو واقعی اچھا جارہا ہے۔ اوہو! میں اس واقعے کو بھول گیا اس نے تو میری بھی مدد کی تھی۔ وہ موقع ایسا تھا کہ تھریسیا بھی دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوگئی تھی۔ لیکن جوزف میری رسی کھول رہا تھا۔ اس سے یہ حماقت بھی سرزد ہوسکتی تھی کہ خود بھی اسٹریچر کی دوسری پٹی کھینچ کر بھڑ جاتا۔ آہا! ٹھہریئے آپ نے یہ نہیں بتایا کہ اس بیچارے کا کیا حشر ہوا جو آپ کو غار میں ملا تھا۔

" وہ ان دونوں میں سے ایک کی گولی کا نشانہ بن گیا تھا جنہیں میں غار ہی میں قید کر آیا ہوں۔ واقعی اگر وہ نہ ملتا تو شاید میں غار ہی میں سر ٹکراتا رہ جاتا نہ وہ عصا ہاتھ لگتا اور نہ میں یہاں پہنچ سکتا۔ یہ عصا بھی اس صدی کی حیرت انگیز ایجاد ہے۔ وہ گولیاں یاد ہیں نا تمہیں جو جنگلیوں پر ضائع ہوئی تھیں۔ اس کا باعث وہی عصا تھا جھاڑیوں میں چھپے ہوئے سفید فام آدمی نے اس کا رخ اسی درخت کی طرف کررکھا تھا۔ لہذا گولیاں جنگلیوں تک پہنچنے سے پہلے ہی درخت کی طرف مڑ جاتی تھیں۔ اس عصا سے کئی کام لئے جاسکتے ہیں۔ ہوسکتا ہے اس میں کہیں کوئی چھوٹا سا ٹرانس میٹر بھی فٹ ہو۔ کیونکہ تھریسیا نے بڑے وثوق سے کہا تھا کہ بوغا کو میری حرکات کی اطلاع ہوگئی ہوگی۔ مگر ان دونوں نے مجھے ٹرانس میٹر کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا جنہیں میں غار میں قید کر آیا ہوں۔"

" اگر بوغا کو اطلاع ہوگئی ہوگی تو پھر آپ کے اس اطمینان کو کیا کہا جائے" صفدر نے کہا

" پاگل پن کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جاسکتا" عمران سر ہلا کر بولا۔

" تو گویا ہم سب خودکشی کرنے والے ہیں۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ قافلہ چلتا رہا۔

مونیکا سب سے آگے ڈیزی کی کرسی کے ساتھ چل رہی تھی۔ عصا ڈیزی کے ہاتھ میں تھا یک بیک قریب ہی سے جنگلیوں کے نعرے کی آواز آئی اور رام کے ساتھیوں کے قدم لڑکھڑانے لگے۔ عمران نے انہیں للکارا اور پھر وہ جھپٹ کر تھریسیا کے پاس جا پہنچا۔

"تم مطمئن رہو" تھریسیا نے مسکرا کر کہا" میں اپنی زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکالوں گی۔"

"تم اکثر مجھے متحیر کر دیتی ہو!"

" یہ نہ سمجھو کہ اس میں کسی قسم کی کوئی چال ہے" تھریسیا نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"میرا ہاتھ تم پر کبھی نہ اٹھ سکے گا۔ اگر چاہتی... تو تمہیں عبادت خانے ہی میں ختم کر دیتی۔"

" اگر خود ہاتھ نہیں اٹھا سکتیں تو..... کسی دوسرے سے قتل کرا دو۔"

دفعتاً مونیکا چیخی اے..... ہٹو اس عورت کے پاس سے۔"

" خدا کی قسم اس کتیا کو ہرگز زندہ نہ چھوڑوں گی۔" تھریسیا دانت پیس کر بولی۔" کب سے جانتے ہو اسے؟"

" میں تو اب بھی نہیں جانتا۔" عمران نے مردہ سی آواز میں کہا" مگر یہ میرے باپ کے دادا تک کو جان بیٹھی ہے۔"

" دیکھوں گی میں اسے.... اور کان کھول کر سن لو اگر تم نے اب اسے منہ لگایا تو اپنے حق میں بھی مجھے برا ہی سمجھنا۔"

" ارے باپ رے لو وہ کلوٹے بھی آ ہی پہنچے۔"

جنگلیوں کا غول یک بیک سامنے آ گیا تھا۔ قافلے کو رک جانا پڑا۔ پجارن کی کرسی آگے ہی تھی۔ انہوں نے نیزے ہلا ہلا کر نعرے لگائے اور کرسی کے گرد ناچنے لگے۔

" یہ ٹھیک ہے" عمران بڑبڑایا۔

" اگر میں اس حال میں بھی محض اشارہ کر دوں تو تم لوگوں کی ہڈیوں تک کا پتہ نہ چلے۔"

" یہ دیکھ لو اسٹریچر کی پٹی اب بھی میرے ہاتھ ہی میں ہے" عمران نے لاپرواہی سے کہا

" میں تمہارے اس کمال کی بھی معترف ہوں۔ کاش تم ہمارے ساتھ ہوتے.... عمران زیرو لینڈ جنت ہے۔"

" بھلا جنت میں شیطان کا گزر کہاں!"

اب جنگلیوں نے قافلے کے ساتھ دو رویہ چلنا شروع کر دیا تھا۔ عمران نے ہنس کر کہا" دیکھا میں نہ کہتا تھا کہ وہ اسے تمہارا معجزہ ہی سمجھیں گے۔ مگر انہیں کم از کم مجھ سے تو الجھنا ہی چاہئے تھا"۔

"جب پجارن ہی نے معاف کر دیا تو وہ کیا کر سکیں گے" تھریسیا مسکرائی

"اے تم نہیں ہٹے وہاں سے" مونیکا نے پھر ہانک لگائی۔

"ٹھہر و کتیا۔ ابھی بتاتی ہوں تمہیں" تھریسیا آہستہ سے بڑبڑائی۔

عمران نے کہا" مونیکا کیا تمہیں خطرے کا احساس نہیں ہے۔ خاموشی سے چلو۔"

"مجھے اس کے علاوہ اور کسی خطرے کا احساس نہیں ہے کہ وہ تمہیں زندہ دفن کر دینے کی فکر میں ہے" مونیکا نے جواب دیا۔

"میں کہتا ہوں خاموش رہو" عمران غرایا

"میں اسے برداشت نہیں کر سکتی۔ تم نے کبھی ایسے لہجے میں مجھ سے گفتگو نہیں کی۔"

"اب کرے گا" تھریسیا ہنس پڑی" کیونکہ یہ میری ہی تلاش میں یہاں آیا ہے۔ ہم بہت دنوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔"

"کیوں؟ کیا یہ سچ ہے؟" مونیکا عمران کی طرف دوڑ پڑی۔

تھریسیا رک گئی۔ اس کے ہاتھ آزاد نہیں تھے۔ لیکن تیور سے یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ اس حال میں بھی لڑ ہی جائے گی۔ قافلہ گزر تا رہا۔ مونیکا دوسروں کے درمیان سے راہ بناتی ہوئی جھپٹی چلی آرہی تھی۔ تھریسیا کے ساتھ عمران کو بھی رک جانا پڑا تھا۔ جنگلی سمجھے شاید وہ بھاگنے کی فکر میں ہیں۔ اس لئے ان میں سے کچھ نیزے تانے ہوئے ان کی طرف بڑھنے لگے۔ جوزف نے ان سے کچھ کہا لیکن وہ بدستور بڑھتے ہی رہے۔ یہ ایک اونچی سی چٹان تھی۔ جس پر یہ لوگ رکے تھے جیسے ہی مونیکا قریب آئی تھریسیا نے تیزی سے جھک کر اس کے سینے پر ٹکر ماری۔ یہ اتنے غیر متوقع طور پر ہوا تھا کہ عمران بھی مداخلت نہ کر سکا۔ مونیکا شاید اس کے لئے تیار نہیں تھی۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی چٹان کے سرے تک چلی گئی۔

"اوہ" عمران چیخ پڑا۔ چٹان کے سرے پر مونیکا قدم جمانے میں ناکام رہی تھی پھر انجام کیا ہوتا؟ بڑی دلدوز چیخ تھی۔ جنگلی بھی سرے کی جانب جھپٹے تھے۔ مونیکا سینکڑوں فٹ کی گہرائی میں نظر آئی لیکن ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ دوبارہ اٹھنے کی کوشش کر رہی ہو۔

عمران اس کی پرواہ کئے بغیر کہ خود اس کا کیا حشر ہوگا۔ نشیب میں دوڑنے لگا۔ اس کے علاوہ شاید ہی کوئی اس کی جرأت کر سکتا۔

"مونیکا.... مونیکا...." وہ چیخ رہا تھا۔

"اس سے ....ہوشیار.... خدا حافظ.... یہ الفاظ نہیں بلکہ چیخیں تھیں.... مونیکا کی آخری چیخیں....اور پھر اس کا جسم ساکت ہو گیا تھا۔



ڈیزی بری طرح بد حواس ہو گئی تھی۔ اگر صفدر نے حاضر دماغی سے کام نہ لیا ہوتا تو بڑی ابتری پھیل جاتی۔ شاید ڈیزی بھی عصا پھینک کر چیختی ہوئی کسی طرف بھاگ نکلتی۔

دوسری طرف ہام دانت پیستا ہوا تھریسیا کی طرف بڑھا تھا۔ شاید ارادہ یہی تھا کہ اس کا گلا گھونٹ دے۔ لیکن جوزف نیزہ اٹھا کر بولا" وہیں ٹھہرو باس کے حکم کے خلاف تم ایک قدم بھی نہ اٹھا سکو گے۔"

"تو کیا وہ اسے معاف کر دے گا۔" ہام دہاڑا۔

"میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کرے گا۔ تم دور ہی رہو۔"

تھریسیا خاموش کھڑی تھی لیکن اس کے چہرے پر نہ تو پشیمانی کے آثار تھے اور نہ سراسیمگی کے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس سے کوئی غیر معمولی حرکت سرزد ہی نہ ہوئی ہو۔

عمران تھوڑی دیر بعد کچھ جنگلیوں کے نرغے میں واپس آیا۔ اس کا چہرہ ستا ہو تھا یک بیک وہ تھریسیا سے بولا"تمہارا انجام بڑا بھیانک ہوگا۔"

"اس عورت کے لئے" تھریسیا آنکھیں نکال کر غرائی۔

"نہیں ایسے ہی ہزاروں ذی روح انسانوں کے لئے جنہیں تمہارے ہاتھوں تباہی نصیب ہوئی ہے۔"

تھریسیا نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور دوسری طرف مڑ گئی۔

"کیا اس کی لاش یونہی پڑی رہے گی باس؟" جوزف نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"یہاں اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ میں اسے ایک گڑھے میں چھوڑ آیا ہوں۔" عمران نے کہا اور تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا ڈیزی کے قریب پہنچ گیا۔

"ڈرنامت" اس نے آہستہ سے کہا "تمہاری حفاظت کی جائے گی۔ میں ساتھ ہی چل رہا ہوں۔"

شام ہوتے ہوتے قافلہ وہاں جا پہنچا جہاں جنگلیوں کے آگے بڑھنے کی حد ختم ہوئی تھی۔ یہ وہی پہاڑ تھا جس کی چوٹی دور سے کسی مگرمچھ کا پھیلا ہوا دہانہ معلوم ہوتی تھی۔ جنگلیوں نے نعرے لگائے اور پھر پجارن کی کرسی کے گرد ناچنے لگے۔

تھریسیا عمران کے قریب ہی کھڑی مسکراتی رہی اس نے کہا۔"اب بتاؤ یہاں سے جنگلی تو تمہاری رہنمائی نہ کر سکیں گے۔"

" رہنمائی کی ضرورت ہی نہیں۔ میں دیدہ ودانستہ موت کے منہ میں آکودا ہوں۔"

"اب بھی کچھ نہیں بگڑا.... زیرولینڈ تمہیں خوش آمدید کہہ سکتا ہے۔"

" میں بھی دیر سے یہی سوچ رہا ہوں"!

" مگر مکاری نہیں چلے گی۔"

" ہاں اب تو واقعی نہیں چلے گی۔ اس سلسلے میں خاموشی ہی اختیار کرلو تو بہتر ہے۔"

" مجھے بیوقوف نہیں بنا سکو گے۔"

" پھر تمہیں کس طرح مطمئن کیا جاسکتا ہے۔"

" میرے ہو جاؤ، صرف میرے" وہ اس کے قریب کھسکتی ہوئی جذباتی انداز میں بولی۔

" ارے باپ رے۔" عمران خوف زدہ انداز میں پیچھے ہٹ گیا۔

" میں تمہیں مار ڈالوں گی۔ جیسے اُسے مار ڈالا ہے۔"

" تو بتاؤ نہ کہ کوئی کسی کا کیسے ہو جاتا ہے۔ یہ سائنس میری سمجھ میں کبھی نہیں آئی۔"

" میرا مضحکہ مت اڑاؤ۔" تھریسیا نے کھسیانے انداز میں کہا پھر غصیلی آواز میں بولی۔

" اس سے کہو کہ کرسی سے نیچے اتر آئے کرسی یہیں رہے گی اور یہ جنگلی یہیں میری واپسی کے بھی منتظر رہیں گے۔"

یک بیک ہام آگے بڑھ کر بولا۔" ہم کہیں بھی نہ جائیں گے۔ تم پاگل ہو گئے ہو۔"

" آہا تو کیا دفینے حاصل کئے بغیر ہی واپس چلے جاؤ گے۔" عمران نے تلخ لہجے میں کہا۔

" میں کچھ نہیں جانتا۔ مجھے یہاں سے کوئی نہیں لے جاسکتا۔"

"کوئی بھی نہیں جائے گا، کوئی بھی نہیں جائے گا۔" ہام کے دوسرے ساتھی چیخنے لگے۔

"یہ پاگل پن ہے کہ ہم کسی قیدی کے قیدی بنیں۔" ہام نے کہا۔

"اوہ! تو تم مجھے قیدی سمجھتے ہو۔ حالانکہ اس وقت بھی میں آنِ واحد میں تم سبھوں کا خاتمہ کر سکتی ہوں۔"

"ہام عقل کے ناخن لو" صفدر بولا" اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔ دوسری صورت

میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنا پڑے گا۔ تم نہیں جانتے یہاں ان لوگوں نے اسی طرح مہذب دنیا کے لوگوں کی بستیاں بنائی ہیں، جو اس پر آمادہ نہیں ہوتے وہ اسی آدمی کی طرح بھٹکتے پھرتے ہیں جسے ساحل پر مورن کے ساتھیوں نے مار ڈالا تھا۔"

ہام خاموش ہو گیا۔ صفدر نے یہ سب کچھ بلند آواز میں کہا تھا تاکہ دوسرے بھی سن سکیں۔ پھر وہ آپس میں سرگوشیاں کرتے رہے۔ صفدر یا عمران کو مخاطب کر کے کسی نے کچھ نہیں کہا۔

ڈیزی عمران کی ہدایت پر کرسی سے اتر آئی تھی۔ تھریسیا نے کہا۔ "اب ہمیں کچھ دور پہاڑ پر چڑھنا ہوگا۔ میں نہیں سمجھتی کہ یہ لڑکی اوپر جاسکے۔"

"پھر کیا خیال ہے؟" عمران نے پوچھا۔

"یہ ڈھونگ اب ختم کردو۔ میں نہیں چاہتی کہ فوراً ہی تم پر کوئی مصیبت نازل ہو جائے۔"

"کیا ان جنگلیوں کی موجودگی ہی میں؟" عمران نے حیرت ظاہر کی۔

"نہیں اوپر چل کر۔ تم بوغا کی قوت سے نہیں ٹکرا سکو گے۔ پھر خواہ مخواہ موت کے منہ میں کود پڑنے سے کیا فائدہ۔"

کچھ دیر بعد وہ سب چڑھائی پر نظر آئے۔ جنگلی نیچے ہی رہ گئے تھے۔ ان میں سے کسی نے بھی آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"بڑا لمبا فراڈ پھیلایا ہے تم لوگوں نے۔" عمران بولا۔

"ہم ساری دنیا میں حسبِ ضرورت مختلف ذرائع استعمال کرتے ہیں۔"

جوزف شمپلالی کی پتیاں چبا چبا کر چوس رہا تھا اس نے منہ چلاتے ہوئے کہا" مگر میں نے دنیا کے کسی حصے میں کوئی ایسا نظام نہیں دیکھا جہاں شراب پر تو پابندی ہو لیکن تاڑی حلال سمجھی جائے۔ کیا اس میں نشہ نہیں ہوتا؟"

"اوہ! تم نے درختوں پر ہانڈیاں لٹکی دیکھی ہوں گی۔ مگر وہ پینے کے لئے نہیں ہوتی۔ وہ تو اس میں چاول اُبالتے ہیں۔"

"تاڑی کے چاول۔" جوزف ہونٹ چاٹنے لگا۔

صفدر مونیکا کے لئے مغموم تھا۔ وہ اسے کبھی اچھی نہیں لگی تھی اس کے خلاف وہ عموماً شدید جھلاہٹ اور نفرت میں مبتلا رہتا تھا لیکن اس کی اچانک موت اسے گراں گزری تھی۔ اگر وہ عمران

کی جگہ ہوتا تو یقینی طور پر تھریسیا کی گردن مروڑ کر رکھ دیتا۔ لیکن عمران معلوم نہیں کیا سوچ رہا تھا۔ اس نے اس وقت تو اس کے چہرے پر گہرے تاسف کے آثار دیکھے تھے جب وہ مونیکا کی لاش کسی گڑھے میں رکھ کر اوپر واپس آیا تھا۔ مگر اب یہ کہنا دشوار تھا کہ اس کے ذہن کے کسی گوشے میں مونیکا کی دھندلی سی پرچھائیں بھی باقی ہو۔ وہ اس کی قاتلہ سے ہنس ہنس کر گفتگو کر رہا تھا۔

کچھ بلندی پر پہنچ کر وہ ایک ایسی چٹان کی اوٹ میں آگئے جس کا سلسلہ دُور تک پھیلا ہوا تھا اور یہاں نیچے سے دیکھ لئے جانے کا بھی امکان نہیں تھا اس لئے تھریسیا رکتی ہوئی بولی۔

"بس اب یہیں مجھے اپنے لباس میں آجانا چاہئے۔"

صفدر کو عمران کی آنکھوں میں متضاد کیفیتیں نظر آئیں جیسے وہ خود کو حالات کے دھارے پر بہنے دینا بھی چاہتا ہو اور دوسری طرف یہ بھی چاہتا ہو کہ حالات کے خلاف اس کی جدوجہد جاری ہی رہے۔ غالباً اس مرحلے پر اس کی قوتِ فیصلہ ہی جواب دیتی جا رہی تھی۔ تھریسیا کے ہاتھ کھول دیئے گئے۔

تھریسیا نے عصا کے لئے ڈیزی کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن عمران نے اس سے پہلے ہی اس پر قبضہ کرتے ہوئے کہا "یوں نہیں! میں اسے قابلِ استعمال نہیں رہنے دوں گا۔"

اس نے اس کے نچلے سرے کو گھمانا شروع کیا۔ جلد ہی وہ کسی پیچ دار ڈھکن کی طرح الگ ہو گیا۔ پھر صفدر نے دیکھا کہ اس نے اس کے اندر سے شیشے کی ایک نلکی نکالی اس میں سبز رنگ کا سیال بھرا ہوا تھا۔

"ارے۔ ارے" تھریسیا نے اس کی طرف بڑھنے کی بڑی کوشش کی تھی۔ لیکن جوزف جھپٹ کر بیچ میں آگیا اور دانت نکال کر بولا۔ "نہیں! میڈم.... باس کی باتوں میں دخل دینے سے بدہضمی ہو جاتی ہے۔"

عمران اس نلکی کو بہت احتیاط سے جیب میں رکھ چکا تھا۔ پھر اس نے عصا اس کی طرف بڑھایا۔ تھریسیا ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑائی۔ اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار بھی تھے اور پیشانی پر سلوٹیں بھی ابھر آئی تھیں۔

یک بیک پشت سے کسی کے ہنسنے کی آواز آئی اور وہ چونک کر مڑے۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک پستہ قد جنگلی کھڑا ہنس رہا تھا۔ تھریسیا نے دہاڑ کر اس سے کچھ کہا لیکن جنگلی نے انگریزی میں جواب دیا۔ "مادام تھریسیا۔ خفا ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں تو صرف یہ دیکھنے کے لئے چلا آیا تھا

کہ اب عشق کس منزل میں ہے!"

تھریسیا نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم نے اس عورت کو کیوں مار ڈالا؟" جنگلی نے پوچھا۔

"خاموش رہو۔" تھریسیا غرائی۔

"اپنے ہاتھ گرفتاری کے لئے پیش کرو تھریسیا۔" جنگلی نے سرد لہجے میں کہا" تم نے زیرو لینڈ سے غداری کی ہے۔ ذاتی پرخاش کی بنا پر تم نے ایک ایسی عورت کو مار ڈالا۔ جو یقینی طور پر زیرو لینڈ کے کام آتی۔"

"آہا۔" عمران احتراماً جھکتا ہوا بولا۔" میں نے پہچان لیا جہاں پناہ کلوٹ المعظم کو۔"

"یہ تو بوغا معلوم ہوتا ہے"صفدر آہستہ سے بولا۔ جوزف اس کے قریب ہی کھڑا تھا اس نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں اور پھر بولا"ہاں شاید مگر یہ سر سے پیر تک سیاہ فام کیسے ہو گیا"۔

"میک اپ!"

یک بیک جوزف نے جنگلی پر چھلانگ لگائی لیکن وہ اچھل کر پیچھے ہٹ گیا ساتھ ہی اس نے اپنے تھیلے سے سیاہ رنگ کا ایک پستول نکال لیا تھا۔ ٹریگر دبتے ہی پستول سے پانی کی باریک سی دھار نکل کر جوزف کی پیشانی پر پڑی اور وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا اس کی حالت سے تو دوسروں نے یہی اندازہ لگایا کہ جیسے اس کے سر پر موٹا سا لٹھ رسید کر دیا گیا ہو۔

"ہائیں۔ہائیں!" جوزف اسی طرح جھومتا ہوا ڈھیر ہو گیا۔

"میں غافل نہیں تھا۔" بوغا نے اس کی طرف دھیان دیئے بغیر عمران سے کہا" مجھے اطلاع مل گئی تھی کہ ایک الکٹرو اسپکٹر غلط ہاتھوں میں پہنچ گیا تھا اس لئے مجھے خود ہی معاملات کو دیکھنا پڑا۔ صفدر تم اسی رومال سے تھریسیا کے ہاتھ پھر باندھ دو۔ صرف وہی قیدیوں کی طرح چلے گی۔"

" بوغا ہوش میں آؤ۔" تھریسیا غرائی" میں تم سے کمتر نہیں ہوں۔ مجھے اپنا ماتحت نہ سمجھو۔ میں تمہاری دیکھ بھال کے لئے یہاں بھیجی گئی تھی۔"

"میری کسی لغزش پر تم بھی باز پرس کر سکتی ہو؟" بوغا نے لاپروائی سے کہا۔

"تم اپنی موت کو دعوت دے رہے ہو۔"

"اوہ! صفدر کیا تم نے سنا نہیں۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔"

"آخر مجھے کیوں نہیں دیتے کوئی حکم جہاں پناہ" عمران گڑگڑایا" میں توزیرورو ڈ.... اوہ... لینڈ کا سب سے پرانا خادم ہوں۔"

"تم دونوں ساتھ ہی قتل کئے جاؤ گے تمہارا قتل میری زندگی کا سب سے بڑا مشن ہے۔"

"مگر جنگلیوں ہی کی طرح قتل کرنا ویسے پہلے بھی بہتیرے لوگ مجھے قتل کر چکے ہیں۔ لیکن کسی جنگلی کے ہاتھوں قتل ہونے کا موقع آج تک نہیں ملا۔"

"بکواس بند کرو۔ اس حبشی کو اٹھواؤ اور سامنے والے غار میں اتر چلو۔ تھریسیا تم یہیں میرے پاس ٹھہرو گی۔"

تھریسیا نے عمران کی طرف مڑ کر بائیں آنکھ دبائی۔ صفدر اس کا مطلب نہ سمجھ سکا لیکن عمران کے چہرے سے اندازہ کرنا دشوار تھا کہ وہ اس اشارے کا مطلب سمجھا ہے یا نہیں۔

" اس پستول سے ایسی لہریں بھی خارج ہو سکتی ہیں جو اسی جگہ تم سب کا خاتمہ ہی کر دیں۔" بوغا نے ہاتھ ہلا کر کہا۔

" یہ بات غلط نہیں ہے۔" تھریسیا عمران سے بولی۔

"بڑی مصیبت ہے۔" عمران نے بُرا سا منہ بنا کر کہا" غلطی ہوئی مجھ سے کہ اس جادو کے ڈنڈے کا مال مسالا میں نے پہلے ہی نکال لیا تھا۔ ورنہ تم اس وقت اچھی طرح بوغا کی خبر لے سکتیں"۔

" تھریسیا! اسپکٹر میری طرف پھینک دو۔" بوغا نے کہا۔

تھریسیا نے اس طرح شانوں کو جنبش دی جیسے اسے اس کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہ ہو! اسپکٹر بدستور اس کے ہاتھ ہی میں رہا۔

" اوہ تو تم مذاق سمجھی ہو۔" بوغا غرایا۔" نیچے دیکھو.... کیا ہے؟"

ادھر تھریسیا کی پلکیں جھپکیں اور ادھر بوغا کے پستول سے پھر وہی باریک سی دھار نکلی لیکن تھریسیا حقیقتاً غافل نہیں تھی۔ اس لئے دھار اس کے بائیں شانے پر سے گزرتی ہوئی ہام کے ایک ساتھی کے چہرے پر پڑی اور وہ چکرا کر بیٹھ گیا۔

تھریسیا نے اسپکٹر بوغا پر دے مارا، جو پڑتا تو سر ہی پر پڑتا۔ لیکن وہ بھی احمق نہیں تھا۔ بڑی صفائی سے خود کو بچا گیا۔

"بہت خوب، اب تم اپنی سزائے موت میں اذیتوں کا بھی اضافہ کرتی جا رہی ہو تھریسیا!" کہ

سسک سسک کر مرنا پسند کرو گی؟"

"نہتوں کو دھمکیاں دینا مردانگی نہیں ہے بوغا۔" صفدر نے کہا۔

"نہتے؟" بوغا نے حیرت سے کہا۔ پھر قہقہہ لگا کر بولا۔" عمران سے کہو کہ اب وہ سگریٹ کیس نکالے جس سے بے آواز فائرنگ ہوتی ہے۔"

عمران نے ہونٹ سکوڑ کر دیدے نچائے اور اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ پھر صفدر نے اس کے چہرے پر مایوسی کے آثار دیکھے۔ بوغا ہنس رہا تھا بالکل اسی طرح جیسے کسی ننھے سے بچے کا مضحکہ اڑا رہا ہو۔

"تمہیں تمہاری انسانیت لے ڈوبی۔ اگر ان دونوں کو قید کرنے کی بجائے مار ڈالتے تو شاید اس وقت حالات دوسرے ہوتے۔" بوغا نے سنجیدگی سے کہا" مجھے انہیں سے معلوم ہوا تھا کہ تمہارے پاس کوئی ایسی خطرناک چیز ہے جس سے تم نے میرے ایک ہرکارے کی کھوپڑی میں سوراخ کر دیا تھا پھر بھلا میں اسے تمہارے پاس کیوں رہنے دیتا وہ کھلونا دلچسپ ہے۔"

"مگر اب میں کس سے دل بہلاؤں گا" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"دلچسپ ہے! مگر اس سے زیادہ نہیں۔" بوغا نے اپنے پستول کی طرف اشارہ کیا" یہ دیکھو"۔

پھر چٹان کی طرف اس کا رخ کر کے ٹریگر کھینچا۔ نال سے چمکدار لہریئے نکل کر چٹان کے ایک حصے سے ٹکرائے۔ آسمانی بجلی کا سا کڑاکا ہوا اور پتھر کا ایک بڑا ٹکڑا ٹوٹ کر نشیب میں لڑھکتا چلا گیا۔

"یہ پتھر تھا۔" بوغا مسکرایا" تمہارے جسموں کے چیتھڑے تو فضا میں اڑتے پھریں گے"۔

"زیرولینڈ زندہ باد۔" عمران نے ہاتھ اٹھا کر ہانک لگائی۔" یہ تو تیر نظر کا بھی والد صاحب قبلہ معلوم ہوتا ہے۔ یعنی عاشق کے ٹکڑے ہزار ہوئے کوئی یہاں گرا کوئی وہاں گرا۔"

"زیرولینڈ کے نام کا نعرہ مت لگاؤ تم سے بڑا مکار آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا۔ میں اس فریب میں نہیں آسکوں گا کہ تم زیرولینڈ کے وفادار بھی بن سکتے ہو۔ تمہیں زندہ رکھنا کسی سانپ کو بخش دینے کے مترادف ہوگا۔"

"ارے تو یار یہیں کب تک کھڑے رہیں گے۔ ارے ارے یہ تھریسیا کو کیا ہوا۔" عمران نے کہا اور تھریسیا کی طرف جھپٹا جو کھڑے کھڑے یک بیک گر گئی تھی۔

وہ زمین پر پڑی ایڑیاں رگڑ رہی تھی اور اس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا۔

"یہ تم نے کیا کیا؟" عمران دونوں ہاتھ پھیلا کر چیخا۔

"مم.... میں نے.... تو کچھ بھی.... نہیں کیا۔" بوغا کی آواز کانپ رہی تھی اور آنکھوں میں حیرت کے آثار تھے۔ وہ بھی دو چار قدم آگے بڑھ آیا۔

جہنم میں گئی تھریسیا۔ عمران کے لئے تو بس یہی کافی تھا کہ ایک پل کے لئے بوغا کی توجہ اپنے پستول کی طرف سے ہٹ گئی تھی اس نے اس انداز سے اس پر چھلانگ لگائی کہ داہنا ہاتھ تو پستول پر پڑا اور بایاں اس کی گردن پر۔

پستول کچھ دُور جا کر گرا اور بوغا عمران سے لپٹ پڑا۔

حالانکہ صفدر نے پستول تک پہنچنے کے لئے بڑی پھرتی دکھائی تھی لیکن تھریسیا پر سبقت نہ لے جا سکا وہ لیٹے ہی لیٹے اچھلی تھی اور پستول پر جا پڑی تھی۔

"پیچھے ہٹو؟" تھریسیا ہانپتی ہوئی بولی" میں نے اس وقت اپنے خون کا مزہ چکھا ہے پاگل ہو رہی ہوں۔"

صفدر کو سچ مچ اس کی آنکھوں میں دیوانگی کی جھلک دکھائی دی تھی۔ وہ چپ چاپ پیچھے کھسکتا چلا گیا۔

عمران اور بوغا خونخوار درندوں کی طرح ایک دوسرے سے گتھے ہوئے تھے تھریسیا ان کی طرف پستول اٹھائے ہوئے آگے بڑھی اور عمران کی جیب سے وہ نلکی نکال لی، جو اس نے الکٹرو اسپکٹر سے نکالی تھی۔

"تو تم میری مدد نہیں کرو گی۔" بوغا ہانپتا ہوا دہاڑا۔

"ایسے کتوں کو میں نے کبھی معاف نہیں کیا۔" تھریسیا کا لہجہ بے حد سرد تھا۔ اس نے الکٹرو اسپکٹر بھی اٹھا لیا تھا اور اس میں دوبارہ نلکی رکھ رہی تھی۔ پھر اس نے اسے ٹسٹ کرنے کے لئے ایک بٹن دبایا۔ برنجیوں سے چنگاریوں کی پھواریں نکلنے لگیں۔

دونوں ہی بُری طرح ہانپ رہے تھے۔ تھریسیا صرف ایک تماشائی کی طرح کھڑی رہی۔ لیکن وہ دوسروں کی طرف سے بھی غافل نہیں معلوم ہوتی تھی۔ صفدر نے عمران کی مدد کے لئے آگے بڑھنا چاہا۔

" خبردار!" تھریسیا! اسپکٹر اٹھاتی ہوئی بولی۔ وہیں ٹھہرو۔ میں زیرو لینڈ کے ایک محافظ کو پورا پورا موقع دوں گی۔"

یک بیک عمران کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑگئے نہ صرف اس نے بوغا کو چھوڑ دیا تھا بلکہ دوسرے ہی لمحے میں گرتا ہوا دکھائی دیا۔

بوغا قہقہہ لگاتا ہوا جھکا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے اس کا گلا گھونٹنے جارہا ہو۔ مگر پھر ایک لمبی کراہ کے ساتھ دوسری طرف الٹ گیا۔ عمران کی بھرپور لات اس کے منہ پر پڑی تھی۔ پھر عمران نے اُسے دوبارہ اٹھنے کا موقعہ نہ دیا۔ تھریسیا ہنس رہی تھی، کہہ رہی تھی "یہ تو کچھ نہ ہوا۔ تم نے میری نقل اتاری ہے۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ بڑی بے دردی سے بوغا کا گلا گھونٹ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد بوغا کا جسم سرد پڑ گیا۔

شاید وہ ایسا اقدام نہ کرتا لیکن خود زندہ رہنے کے لئے ضروری تھا کہ وہ کم از کم ایک دشمن سے تو پیچھا چھڑا ہی لیتا۔ ابھی تھریسیا باقی تھی اور کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وہ کس فکر میں ہو گی۔

جیسے ہی وہ بوغا کو چھوڑ کر اٹھا۔ تھریسیا بولی۔

" اب تمہارا کیا حشر ہونا چاہئے۔"

" مجھے اس اسمگلر کی تلاش تھی جس نے میرے ملک کو اقتصادی طور پر بڑا نقصان پہنچایا تھا میں نے اُسے مار ڈالا۔ اب مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے کہ میرا کیا حشر ہو گا۔ تم شوق سے میرے ٹکڑے اڑا سکتی ہو۔ مم.... مگر.... اف فوہ.... دل کو دل سے روڈ ہوتی ہے۔ تمہارے منہ سے خون بہتا دیکھ کر میں کیسا بے چین ہوا تھا۔"

" بکو مت! تم مجھے اسی حال میں چھوڑ کر بوغا سے جا الجھے تھے۔"

" میں نے سوچا کہ پہلے اسے مار ڈالوں پھر اطمینان سے تمہاری لاش پر آنسو بہاؤں گا مگر افسوس میری یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔ ہائے۔ کیسا جی چاہتا ہے کہ کوئی مر جائے اور میں سینہ پیٹ پیٹ کر روؤں۔ اس کی یاد میں زندگی بھر آنسو بہاؤں۔ کیک پیسٹری کی بجائے شدت غم میں گھاس کھاؤں۔ خون جگر کی بجائے مٹی کا تیل پیوں۔"

" بکواس بند کرو۔" تھریسیا جھلا کر چیخی" تمہیں ابھی اور اسی وقت یہاں سے واپس جانا ہو گا۔ چلو اٹھاؤ اس بے ہوش حبشی کو۔"

پھر وہ خون تھوکنے لگی۔

" یہ کیا ہوا تھا؟" عمران نے پوچھا۔

" میرے منہ میں کئی زخم ہیں۔ بڑی بیدردی سے میں نے اپنا ہی گوشت چبایا تھا۔ میں کہتی ہوں.... چلو.... تمہیں ابھی واپس جانا پڑے گا۔"



وہ ایک طویل غار نما سرنگ سے گزرتے ہوئے پہاڑ کی دوسری جانب کھلے میدان میں نکل آئے تھے۔ تھریسیا ان کے پیچھے چلتی رہی تھی۔ عمران نے کئی بار کوشش کی تھی کہ کسی طرح بوغا کے پستول اور الکٹروا سپکٹر پر قبضہ کرے۔ لیکن ممکن نہ ہوا.... تھریسیا ہوشیار تھی۔

"اب ہمیں کہاں چلنا ہوگا۔" صفدر نے پوچھا۔

"اس کشتی پر جو تمہیں پورٹ سعید تک لے جائے گی۔"

"مگر میں تو یہیں رہنا چاہتا ہوں۔" عمران بولا " کتنے دنوں سے مجھے تمہاری تلاش تھی۔"

"خاموش رہو، مجھے غصہ نہ دلاؤ" تھریسیا جھلا گئی۔

"خدا کے لئے خاموش رہئے" ڈیزی عمران کے قریب ہوتی ہوئی آہستہ سے بولی۔" آپ اسے کیوں چھیڑتے ہیں؟"

"اے لڑکی! الگ ہٹو!" تھریسیا نے اسے للکارا۔" کیا تمہیں اس عورت کا انجام یاد نہیں"۔

"کیا ہم وہ بستی دیکھ بھی نہ سکیں گے جہاں یہ لوگ بسائے جاتے" صفدر نے پوچھا۔

"نہیں! دوبارہ آکر دیکھنا۔ ظاہر ہے کہ اب ان جزیروں پر بین الاقوامی پیانے پر ریڈ کیا جائے گا۔ لیکن اتنا یاد رکھو کہ اس جزیرے کو ویران کرنے میں ایک دن سے زیادہ نہیں صرف ہوگا۔ زیرو لینڈ کی کوئی چیز تمہارے ہاتھ نہیں لگ سکے گی۔ ہمارے وسائل لامحدود ہیں۔ بس ان عمارتوں کے کھنڈر دیکھ لینا جو ہم نے یہاں بنائی تھیں۔"

"کیا تم ان تمام آدمیوں کو ہلاک کردو گی جو یہاں تمہارے لئے کام کرتے ہیں۔"

"نہیں! وہ کسی دوسرے یونٹ میں پہنچا دیئے جائیں گے اور یہ سب کچھ تمہارے پورٹ سعید پہنچنے سے پہلے ہی ہو جائے گا۔"

جوزف جواب ہوش میں آگیا تھا بڑبڑایا" مگر وہ شراب کہاں ہے جس کا وعدہ تم نے مجھ سے کیا تھا۔ اگر وہ نہیں تو پھر ایک فائر ہی کردو مجھ پر! کتنا تیز نشہ ہوتا ہے.... ہائے ہائے...."

" شراب کشتی ہی میں مل جائے گی۔" تھریسیا بولی۔

"ارے تو کیا ہم سچ مچ واپس جا رہے ہیں!" عمران نے ہانک لگائی۔

"رکنے کی کوشش کر کے دیکھو۔ تمہارے ستارے اچھے تھے کہ بوغا مجھ سے الجھ گیا۔ اب تم کچھ کر گزرنے کا ارمان رکھتے ہو تو وہ بھی کر کے دیکھ لو۔ میں اسی حد تک تمہیں چھوٹ دے سکتی ہوں جس حد تک زیرو لینڈ کا مفاد خطرے میں نہیں پڑتا۔ اور تمہاری رہائی میں ایک مقصد بھی پوشیدہ ہے۔"

"وہ کیا؟"

"ہم چاہتے ہیں کہ وقتاً فوقتاً زیرو لینڈ کا غلغلہ اٹھتا ہی رہے۔"

"بھلا اس میں کیا مصلحت ہے؟"

"پہلے ہی سے ہماری ہیبت طاری رہے تمہاری دنیا پر.... پھر جب ہم اٹھیں تو کانپتے ہوئے ہمارے قدموں پر آ گرو۔ تمہارے لئے اتنا ہی اطمینان کافی ہے کہ تم نے بوغا کو مار لیا۔ زیرو لینڈ کے مقابلے میں تم کیا.... تمہاری پوری دنیا ایک حقیر چیونٹی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ جس دن ہم اٹھیں گے۔ وہی قیامت کا دن کہلائے گا۔"

"چیونگم بنانے والے کارخانوں پر رحم کرنا اُس دن... ورنہ میں تو... بے موت مر جاؤں گا۔"

"بکو مت! میں تمہیں یقین دلانا چاہتی ہوں کہ تمہاری کوئی بھی حرکت تمہیں موت کے منہ میں پہنچا سکتی ہے اس لئے محتاط رہو کشتی خود کار ہے۔ ریڈیائی لہروں سے کنٹرول کی جاتی ہے۔ تم میں سے کسی کو صرف اسٹیئر کرنا پڑے گا۔ لیکن اگر تم نے کچھ دور پہنچ کر اسے پھر جزیرے کی طرف موڑنے کی کوشش کی تو وہ ایک زبردست دھماکے کے ساتھ تباہ ہو جائے گی۔"

"لیکن پورٹ سعید پہنچنے پر اس کی واپسی کیسے ہو گی؟" صفدر نے پوچھا

"جب تمہارا آخری آدمی اس پر سے اتر جائے گا تو.... وہ تباہ ہو جائے گی۔ واپسی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اترتے ہی اس سے دُور بھاگنے کی کوشش کرنا۔"

"مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے یہاں چنے بُھنانے آئے تھے۔" عمران بڑبڑایا۔

تھریسیا ایک جگہ رُکتی ہوئی بولی۔ "ٹھہر و جاؤ!"

وہ سب رک کر اس کی طرف مڑے۔ عمران آگے بڑھ آیا۔ تھریسیا اُسے عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ آخر ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

" جاؤ! تم سے زیادہ سنگ دل آدمی آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا.... لیکن ہمیشہ یاد رکھنا.... کہ کوئی دوسری عورت تمہاری ہو کر ایک دن بھی زندہ نہ رہ سکے گی.... میں تمہارے متعلق ہر وقت باخبر رہتی ہوں۔"

" آہ! تھریس ڈارلنگ! میں قریب آکر آہستہ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں...." عمران نے اس سے بھی زیادہ زور سے ٹھنڈی سانس لی تھی اور آگے بڑھا تھا۔

" پیچھے ہٹو!" تھریسیا نے للکارا اور ساتھ ہی اسپکٹر سے چنگاریوں کی پھوار بھی نکلی۔

عمران نے بمشکل خود کو چنگاریوں کی زد سے بچایا اور پھر خاموشی سے پیچھے ہٹتے ہی ہوئے بن پڑی تھی۔



پھر وہ اس جگہ آئے جہاں سے واپسی کا سفر شروع ہوتا تھا۔ غالباً یہ وہی ندی تھی جس کا دہانہ انہوں نے عمران کے دریافت کردہ ساحل پر دیکھا تھا وہاں کئی کشتیاں نظر آئیں۔ لیکن گھاٹ پر ایک متنفس بھی نہ دکھائی دیا۔ قریب ہی ایک چھوٹی سے عمارت تھی جس پر وائرلیس کے دو پول استادہ تھے۔ تھریسیا نے انہیں بتایا کہ کشتی وہیں سے کنٹرول کی جائے گی۔

"میں ایک بات معلوم کرنا چاہوں گا۔" صفدر نے تھریسیا سے کہا۔ "کیا ادھر سے کبھی دوسرے ممالک کے طیارے نہیں گزرتے۔"

"اکثر گزرتے ہیں۔"

"پھر تمہاری یہ بستی ابھی تک دوسروں کی نظر سے کیسے پوشیدہ رہی۔"

"اوپر سے پورا جزیرہ کہر میں ڈھکا ہوا نظر آتا ہے۔ تم نے یہاں ہر وقت ہلکی سی دھند محسوس کی ہوگی۔ سو فٹ کی بلندی سے بھی تمہیں یہاں کی کوئی چیز نہ دکھائی دے گی۔ یہ کہر مصنوعی ہے"۔

وہ کشتی میں جا بیٹھے! عمران کے چہرے کا اندازہ کرنا مشکل تھا کہ اس پر کیا گزر رہی ہے۔ تھریسیا دوڑتی ہوئی عمارت کی طرف چلی گئی۔

"اب موقعہ ہے باس!" جوزف بڑبڑایا۔

"یہ بہت بڑا کارنامہ ہوگا اگر میں اس بے بس لڑکی کو یہاں سے صحیح و سلامت نکال لے جاؤں۔" عمران نے ڈیزی کی طرف اشارہ کیا۔ "کیونکہ یہ یہاں خزانوں کی تلاش میں نہیں آئی تھی۔"

پھر اس نے صفدر سے کہا" تم اسٹیرنگ سنبھالو۔ اس کی ضرورت بھی اسی وقت تک رہے گی جب تک کہ ہم کھلے سمندر میں نہ پہنچ جائیں اس کے بعد تو اس کا رخ ادھر ہی ہوگا جہاں ہمیں پہنچنا ہے۔"

"کہیں جہنم ہی میں نہ پہنچ جائیں۔" صفدر اٹھتا ہوا بولا۔

"تھریسیا کو مجھ سے زیادہ اور کوئی نہیں جانتا۔" عمران بولا۔

یک بیک مائیکروفون سے آواز آئی۔" اسٹیرنگ سنبھالو.... ہوشیار....ورنہ چٹانوں سے ٹکرا جاؤ گے!"

آواز تھریسیا ہی کی تھی۔ صفدر تیزی سے اسٹیرنگ تک پہنچا۔ کشتی حرکت میں آگئی اور پھر مائیکروفون سے آواز آئی۔

"جاؤ!.... عمران.... جاؤ.... تم جانور ہو.... کاش! کبھی آدمی بن سکو.... کاش!.... کبھی ایسا ہو سکے.... خدا حافظ!" تھریسیا کی آواز دردناک تھی۔

"ابے او!" عمران نے جوزف سے کہا" ذرا دیکھنا! میری دم تو نہیں ہل رہی؟"

"نہیں باس!" جوزف بوکھلائے ہوئے انداز میں مڑا۔ پھر سنبھل کر بے ڈھنگے پن سے ہنسنے لگا۔

﴿ختم شد﴾